مرتبہ ثانیہ حسب
درخواست مؤمنین مشتاقین کتاب لاجواب مسمّٰی بہ
از مصنفات حاوی الفضائل
جناب سید شوکت علی صاحب بلگرامی متخلص بہ شورش دام مجدہ العالی
در مطبع جعفری
CHECKED 1995

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بیحد و سپاس لاتعد اُس علیم برحق اور حکیم مطلق کو سزاوار ہی کہ جسنے عقل کو عارف و
شناسا وجوبِ وجود کا اپنے پیدا کرکے دلیل اول بنایا اور بعد ازآن پیغمبرون کو عقل کل
بلکہ بہ از عقل کل بنا کر عقل کو مطیع و محکوم اُنکا فرمایا عظم علمہ وجل حکمتہ ولغت بنعات
و درود بی نہایت اُس سرور رسل خاتم الانبیاء کو زیبا ہی کہ جسنے راہ نجات کو اپنے چراغ ہدایت سے
ایسا روشن و منور کیا کہ اگر اندھا بھی اُس راہ پر بصدقِ دل چلے تو منزلِ مقصود بلکہ مقام محمود تک
سیدھا پہونچے صلوا علیہ وآلہ وسلموا تسلیما اور منقبت فراوان مدح بیایان
سردار اوصیا اور آن ائمۂ ہدا کو لائق ہی کہ جنہون نے اُس چراغ ہدایت کو تند باد کفر و نفاق سے
ایسا بچایا کہ باوجود ہزارہا جھونکون کے کبھی نہ جھلملایا صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین
اما بعد محرر این تحریر و مقرر این تقریر حقیر سراپا تقصیر عاصی قوت علی ولد میر ہاجی بلگرامی
عفی اللہ عن جرائمہما عرض پرداز ہی کہ جب اس ہیچمدان کو چند ماہ اتفاق بیکاری کا ہوا
چاہا کہ وہ بیکاری بھی خالی از نفع نرہے لہذا بعض تفکرات دینیہ کو اپنے کہ تعلق رکھتے ہیں

...ول دین سے (جسکا انضباط قبل اسکے آغاز کیا تھا مگر بسبب عدم ... ین ہو نہ سکا)
...ت مقدمہ و پنج مباحث و خاتمہ اندر اس رسالہ کے کہ اسکا ... تحقیق
...ھا گیا ہی منضبط اور مجتمع کر کے خدمت مین برادرا ... ہدیہ کرتا ہون

گر قبول افتد زہے ... ت

مق...

بیان مین اُن امور کے جنکا اظہا... مقصود مناسب اور ضرور معلوم ہوا اور اسمین تین کلام

کلام اول اظہار ... ل مین اور جو کچھ اُس سے متعلق ہی

واضح ہو کہ عقل ایک قوت ... سواے نفس ناطقہ یعنی روح نفسانی سے کہ مراد انسان با صلہ
روح سے ہی اور اُس قوت کو جس سے عقل مراد ہی قوت ناطقہ کہتے ہین کہ جسکے ذریعہ سے
...ل کیئے جاتے ہین وہ امور جو قابل تعقل عقل ہون اور جسکے وسیلے سے تجویز اور تمیز
...تے ہین حسن و قبح ہر اقوال و افعال و اشیاء وغیرہ اور نیز مدرکات حواسی کے جبکہ
قاعدہ تمیز سے خلاف نکیا جاوے اور حواس ہاے بیرونی و درونی نزدیک عقل کے ایسے ہین
جیسے کارگزاران و آلات ہوتے ہین نزدیک صانع کے پس جسطرح صدور فعل صانع بغیر کارگزاران
و آلات کے دشوار ہی اسیطرح صدور فعل عقل بغیر حواس بیرونی و درونی کے مشکل اور جسطرح
انعدام کارگزاران و آلات باعث نقص و انعدام صنعت متصور ہی اوسیطرح نقص
...س باعث نقص و انعدام فہم و تمیز ممکن اسلیے مناسب یہ معلوم ہوا کہ پہلے تفصیل
...لقہ ہر ایک حواس کے اور اُنکی علل ضروری ظاہر کیے جائین تاکہ وجہ نقص فہم و تمیز
...ولیل ... آجائے آگاہ ہو کہ حواس بیرونی جو بمنزلہ کارگزارون کے ہین پانچ ہین
...رہ یعنی دیکھنے والی قوت دوم یعنی سننے والی قوت سوم ذائقہ یعنی وہ قوت

جو ادراک مزے کا کرتی ہی چہارم شامہ یعنی وہ قوت جو ادراک بو کا کرتی ہی پنجم لامسہ یعنی
وہ قوت جو ادراک سختی [illegible] وغیرہ کا کرتی ہی اور حواس درونی جو بمنزلہ آلات کے ہین وہ بھی پانچ
اول حس مشترک اور وہ محسوس کرنے والا اُن چیزون کا ہی جو حواس خمسہ بیرونی کو حاصل ہوتی
دوم متخیلہ اور وہ محفوظ و قائم رکھنے والا اُن صور اور کیفیات و کمیات کا ہی جو حس مشترک سے
محسوس اور بعض حواسون سے پیدا ہون سوم متصورہ اور وہ بضرورت تصور کرنے و
اُن چیزون مین ہی جو حس مشترک سے محسوس یا اندر خیال کے محفوظ ہون اور قائم کرنا دلائل
و قیاسات کا تعلق اسی کے ہی چنانچہ اسی سبب سے بعضے اسی حواس سے عقل مراد لیتے ہین
اور نام اُسکا مدرکہ رکھتے ہین و ھو خلاف چہارم واہمہ اور وہ بضرورت توہمات
پیدا کرنے والا ہی تصورات اور دلائل متصورہ مین بنا بر تمیز صحت و سقم اُنکے اور بعض
واہمہ کو بعد متخیلہ و قبل متصورہ کے جانتے ہین مگر یہ رائے غلط ہی حسب ترتیب فیصل حکما
پنجم حافظہ اور وہ نگاہ رکھنے والا اُن معانی و مطالب کا ہی جو بعض حواسون ا
تجویز و تمیز عقل سے حاصل ہون مگر تجویز و تمیز و ادراک اس امر کا کہ فلان تصور صحیح
یا غلط قیاسی ہی یا یقینی باعانت واہمہ متعلق بعقل ہی جیسا اکثر حکماے حالیہ متفق ہین
کہ عقل حواس خمسہ درونی سے علیحدہ ہی اور قوت مجوّزہ و ممیزہ و مدرکہ اُسمین ہی نہ مدرکہ
خود کوئی حواس ہی اور علل حواس اوپر دو قسم کے ہین اول ضعف و دوم اختلال ضعف
و اختلال مین یہ فرق ہی کہ ضعف سے افعال حواسون کے بلا تغیر بحالت خود قابل
ہو جاتے ہین اور اختلال سے افعال اُنکے متغیر و غیر صحیح و غیر واقع ہو جاتے ہین ا
حواس بدتر ہی ضعف حواس سے اور اس ضعف و اختلال کے لیے درجے ہین دوم
و قبول تناقص و اسباب ضعف و اختلال کے بہت ہین یہ رسالہ اُنکی شرح کی گ

مگر تردد و اضطراب و تعصب و اغراض و تکبر و غرور عقل کو علم صحیح تک پہونچنے نہیں دیتے یہ سبب ہیں آپ کا اختلال
پس ضعف و اختلال حواس بہر صورت باعث ضعف و اختلال عقل متصورہ ہی خصوصاً ضعف
اختلال حواس درونی علی الخصوص ضعف و اختلال متصورہ و واہمہ کیونکہ متصورہ بحالت ضعف
تصورات مشکلات مین عاجز رہتا ہی وبحالت اختلال تصورات غیر صحیح کرتا ہی اور واہمہ بحالت
ضعف پیدا کرنے مین توہمات واقعی کے مجبور رہتا ہی اور بحالت اختلال توہمات خلاف و
غیر واقع و نا مناسب پیدا کرتا ہی اس صورت مین عقل اوپر دو قسم کے منقسم ہوتی ہی
اول سلیم جو بسبب اپنے کل حواسون کے صحیح و سالم ہو دوم غیر سلیم جو بسبب اپنے کل
حواسون کے صحیح و سالم نہو اور ظاہر ہی کہ حاصل ہونا ایسے عقل سلیم کا جو ہمیشہ اور ہر وقت
سلیم رہے محال ہی پس جہانتک عقل کی سلامتی مین فرق ہوگا وہین تک فہم و تمیز ناقص
ہوگی حتے کہ یقین کو وہم و قیاس سے اور وہم و قیاس کو یقین سے فرق نکر سکیگا

اقسام مفہومات و ممیزات عقلی

واضح ہو کہ کوئی امر بغیر وسیلہ عقل کے فہم و تمیز مین آ نہین سکتا ہی اور جتنے امور قابل فہم و تمیز
[illegible] کے ہین اوپر دو قسم کے ہین - بدیہی و نظری - اور جو علاوہ انکے ہین محال ہے اور
عقل سے پس بدیہی اُسکو کہتے ہین جو محتاج بدلیل نہو یعنے وہ امر جسپر قلب کو کچھ تعجب
نہو اور بغیر دلیل فوراً قبول کرلے چنانچہ انھین مفہومات کو حکما یقینیات اولیات و
[illegible]بدیہیات کہتے ہین اور نظری اُسکو کہتے ہین جو محتاج بدلیل ہو یعنی وہ امر جسپر قلب کو تعجب
واقع ہو اور بغیر کسی دلیل کے قبول نکرے پس مفہومات بدیہی سہل و آسان ہین ہر شخص
سمجھ سکتا ہی اور افضل ہین مفہومات نظری سے یقین کرنے کے لیے اور جن امور پر کوئی
دلیل قابل قبول قائم ہونا ممکن نہو وہ محال ہین عقل پر مگر امورات متعلقہ دین جیسے

اقوال محکم و مسلم خدا و رسول واسطے اہل دین و ملت کے داخل بدیہیات و یقینیات کے متصور ہیں

اقسام دلائل نظری

جملہ دلائل نظری کہ کلمہ و کلام و حجت و تکرار تعلق اُنسے ہی اور پر دو قسم کے ہین قطعی و غیر قطعی دلیل قطعی جسکو حتمی و یقینی بھی کہتے ہین وہ ہی کہ استدلال جسکا بدیہیات اور تجربات اور مسلمات وغیرہ یقینیات پر ہو اور امورات متعلقہ دین مین واسطے اہل دین و ملت کے اقوال محکم و مسلم خدا و رسول و معصومین یقینی پر اور اُنکے استدلال مین کسی وہم مناسب کی گنجایش نہو مگر چونکہ یقین اس امر کا کہ کسی وہم مناسب کی گنجایش ہی یا نہین پایہ کہ جو وہم کیا جاتا ہی وہ مناسب ہی یا نہین بغیر عقل سلیم کے بہت دشوار ہی لہذا کوئی دلیل نظری خالی از حجت و تکرار نہین رہ سکتی مگر نزد صاحبان عقل سلیم و منصف مزاجان اور دلیل غیر قطعی وہ ہی کہ استدلال جسکا بدیہیات و تجربات و مسلمات وغیرہ یقینیات پر نہو یا ہو تو اُسکے استدلال مین کسی وہم مناسب کی گنجایش ہو اور اسیکو قیاس متعارف یعنی ظن غالب بھی کہتے ہین اور اس قیاس کے لیے درجے بہت ہین تا بقریب یقین مگر دلیل قطعی افضل ہی دلیل غیر قطعی سے اور فقط دلیل غیر قطعی یقین کے لیئے کافی نہین ہو سکتی اور نہ رد یقین کر سکتی ہی مگر تائیدًا اور وہم وہ ہی جو درجۂ قیاس یعنی ظن غالب تک بھی نہ پہونچے اسصورت ظاہر ہی کہ عقل کے دو راستے ہین ایک یقینی دوسرا قیاسی۔ راہ یقینی مثل راہ راست ا[illegible] زیادہ نہین ہو سکتی اور راہ قیاسی مثل راہ کج ہزار بلکہ قیاس مورث کلمہ و کلام غیر [illegible] و ناتمام ہی لہذا بغیر تجربہ قیاس کا اعتبار نہین اور تجربہ اکثر امور دین مین محال اور جو محال نہین وہان ناجائز اس سبب سے کہ تجربہ کے لیئے اول اختیار کرنا امور باطل کا حکم[illegible] اور دین مین ہر وقت امور باطل کا اختیار کرنا قبیح۔ لہذا امور دینی کا یقینی ہونا ضرور[illegible]

بخلاف امور دنیاوی لیئے مفید دنیا کی کہ انمین قیاس کو دخل دینا مضائقہ نہین کیونکہ امور
دنیاوی زیادہ تر بذریعہ تجربہ کے اخذ کیئے جاتے ہین اور تجربہ کیلیئے اول قیاس کرلینا
ضروری ہی ورنہ بغیر قیاس کے تجربہ مین بہت دشواری تصور ہوتی ہی پس اگر تجربہ مطابق
قیاس کے درست ہوا تو فبہا ورنہ بجز ضائع جانے محنت تجربہ کے کوئی اور ضرر متصور نہین
اور امور دینی ہر وقت خلاف پڑنے کے صورت مین موجب عقاب و عذاب آخرت متصور
ہین اس صورت مین امورات دین مین خصوص امورات اصلی دین مین (کہ ایمان اصلی
متعلق اُنسے ہی) وہم و قیاس پر چلنا یا عمل کرنا بالکلیہ جائز نہین ہو سکتا بلکہ بغیر یقین کے
نہ امور قابل اختیار کا اختیار کرنا روا ہی نہ امور قابل ترک کا ترک جائز کیونکہ ہرگاہ قیاس
کی انتہا و اعتبار نہین تو بصورت جواز استخراج امور اصلی دین بقیاس دو حال سے خالی
نہین یا جملہ مذاہب حق و باطل جو بذریعہ قیاسات مستخرج ہون حق متصور ہین وھو
خلاف عند العقل والنقل یا تکلیف ما لا یطاق اور ظلم متصور ہے جو خدا پر قبیح ہی اور ہرگز
یقین نہین ہو سکتا ہی کہ پروردگار عادل جس امر کو یقیناً ثابت نہ رکھے اُسکے تصدیق کی
تکلیف دے یا اُسکے تصدیق نکرنے کے سبب گناہ قائم فرمائے چنانچہ لکھا ہی کہ اول
جسنے قیاس پر عمل کیا شیطان ہی پس قیاس راہ شیطان متصور ہی تا بہ وہم چہ رسد
اس صورت مین ظاہر ہی کہ بمقابلہ دلائل بدیہی و یقینی دلائل وہمی و قیاسی قابل لحاظ
و جواب نہین کیونکہ قیاس خود مقاومت یقین کی کر نہین سکتا پس جو لوگ یقین و
قیاس و وہم مین فرق نہین کر سکتے یا اپنے اور دوسرے کے قیاس ہی کو یقین سے بڑھکر
سمجھتے ہین اُنکو راہ اصلی دین پر عبور حاصل کرنا دشوار ہی اسلیئے ہر شخص کو لازم ہی کہ اول
یقین و وہم و قیاس مین تمیز حاصل کرے بعد ازان دین کو راہ یقین مین ڈھونڈھے

نہ راہ وہم وقیاس مین جب یہ معلوم کیا تو اب جاننا چاہیے کہ جملہ امور دین اوپر دو قسم کے
ہین - اصولی و فروعی - اصولی عقلی و نقلی دونون ہین اور فروعی صرف نقلی - امور فروعی سے
اس رسالہ مین چندان بحث نہین ہی مگر امور اصولی سے جو عقلی و نقلی دونون ہین لیکن ظاہر ہی
کہ دلائل عقلی مفید عام ہین اور دلائل نقلی مفید خاص فرقہ پس امور عقلی کے لیئے ایسا ثبوت
ضرور ہی جو بدیہی ہو یا ایسا نظری ہو جو ہر طرح حتمی ہو تا کہ حد یقین کو پہونچے اور امور نقلی بہی
یقینی ہو سکتے ہین جو پیغمبر برحق یعنے صادق و معصوم یقینی سے ماخوذ ہون اور بذریعہ صادق
و معصوم یقینی کے پہونچین اور بصورت نہین پہنچنے کسی صادق و معصوم یقینی مسلم کے وہ امور
یقینی ہونگے جنکی صحت پر اتفاق و اجتماع ہو فرقہ ہاے مختلفہ کا جنسے اُسکی بحث متعلق ہو
اور بنا بر استدلال ماخوذ ہا کسی خاص فرقہ یا خاص امت کی وہ امور جنپر اتفاق و اجتماع ہو
اُس خاص فرقہ یا خاص امت کا مگر اس اتفاق و اجتماع سے وہ اتفاق و اجتماع مراد نہین ہی
کہ کسی غیر پیغمبر یا غیر معصوم کی راے یا قول یا فعل پر بغیر استمداد دلیل عقلی یقینی کے کر لیا جاے
کیونکہ جب اصل ہی اُسکی یقینی نہین ہی تو نقل و فرع کسیطرح یقینی نہین ہو سکتی اور ایسا
اتفاق باطل پر فرقہ ہاے باطلہ مین صریحاً موجود ہی بلکہ اس اتفاق و اجتماع سے یہ مراد ہی
کہ جملہ اشخاص فرقہ اوپر صحت اُس امر کے جو کسی صادق و معصوم مسلم سے ماخوذ ہو حسب
قاعدۂ جائزِ تصحیح نقل متفق و مجتمع ہون یعنی اول حسب قاعدہ تصحیح عقلی یعنی از روی تواتر جائز
اور تواترِ جائز سے یہ مراد ہے کہ زیادہ لوگ کسی قول یا فعل کی نسبت کسی صادق و معصوم مسلم
سے متفق اللفظ روایت کرین اور کوئی شبہہ سازش کا اُن راویون کے پایا نجاے یا یہ کہ
کوئی امر مختلف طور کے زیادہ روایتون سے ثابت ہو اور اغراض اُن راویون کے سراً و کناً
اُس امر سے متعلق نہون - دوم مطابق حد مقررۂ شرع یعنی وہ قول یا فعل پیغمبر یا معصوم

جو بسلسلۂ عادلین ثابت ہو اگرچہ یہ حد احکام فروعی کے واسطے ہی نہ واسطے احکام اصولی کے
تاہم اگر ایسی روایت نقیض نہو دوسری روایت صحیحہ متواترہ یا متفق العام یا عقل بدیہی سے
تو قابل قبول ہو سکتی ہی مگر اسصورت مین عدل عادلین مذکور کا یقینی یعنی خالی از شک و شبہ
ہونا ضرور ہی پس چونکہ اسوقت کوئی صادق و معصوم مسلّم موجود نہین ہی اسلیے اسوقت
واسطے استخراج و قائم کرنے امور اصولی کے کہ ضرورت اُسکی کل فرقہ ہای اسلام سے متعلق
اور دین و ایمان اصلی اُسپر موقوف و منحصر ہے وہی معنی آیات الٰہی اور وہی متن و معنی احادیث
پیغمبر بغیر چون و چرا قابل یقین و تسلیم متصور ہین جو باتفاق و اجماع امت مسلّم ہون یعنی جنپر
فرقہ ہای مختلفۂ اسلام نے کہ از روی اختلاف اصل اصول کے دو فرقہ سنّی اور شیعہ کے ہین
اتفاق و اجماع کیا ہو اور بصورت اختلاف کل امور مختلفہ مین رجوع کرنا طرف دلائل عقلی کے
جو مفید عام ہین ضرور ہی لیکن دلائل استدلالیہ عقلی وہی قابل یقین متصور ہونگے جو [illegible]
و بدیہی ہون یا وہ نظری کہ استدلال جنکا بدیہیات و تجربات یا مسلمات یعنی آیات و احادیث
صحیحہ متفقہ پر بطور حتمی ہو اور بمقابلہ دلائل عقلیہ یقینیہ دلائل قیاسیہ و وہمیہ [illegible] و قابل
لحاظ متصور نہونگے گو ردّ اُس وہم و قیاس کا ذہن مین آئے یا نہ کیونکہ اذہان و افہام
انسانی کل مفہومات کی فہم پر محیط نہین اور علاوہ اسکے ہر مسئلہ کے لیے ایک اصول ہی جب اصول
اُسکا غلط کر دیا جاتا ہی تو اُسکے متعلق کے توہمات کا جواب قابل یقین مشکل ہو جاتا ہی بصورت
مین جب تک ہر مسئلہ کے اصول کو بدلائل یقینیہ فیصل و قائم نکر لیا جاے اُسوقت تک ایک
مسئلہ کو دوسرے مسئلہ غیر منفصلہ کے توہمات سے رد کرنا ہرگز جائز نہین ہو سکتا جیسا اہل سنت
مسئلہ جبر و اختیار و قضا و قدر وغیرہ کے اصول کو غلط کرکے اُسکے متعلق کے توہمات کو ہر
مسئلہ کے دلائل یقینیہ مین پیش کیا کرتے ہین پس اُنکو لازم ہی کہ اول مسئلہ جبر و اختیار وغیرہ کے

اصول مین بحث کرکے اُسکو فیصل کرین اور جب تک اُنکے اصول کو بدلائل یقینی فیصل وقائم نکر لین او سوقت تک اُنکے متعلق کے توہمات کو دوسرے مسئلہ کے دلائل یقینیہ مین پیش نفرمائین ورنہ اس صورت مین جواب اُسکا بجز اُسی قسم کے نظیر کے دوسرا نہین ہوسکتا۔ یا وہ جواب جو پروردگار عالم نے اُن لوگون کو دیا جن لوگون نے کہا تھا کہ خدا مکڑی کی مثال کیون دیگا۔ اور جب اصول مسئلہ بطور صحیح قائم ہوجائیگا تو وہ توہمات خودبخود دور دفع ہوجائینگے اور کوئی احتیاج بحث ومباحثہ کی انمین باقی نہین رہیگی ✣

کلام دوم بیان معنی دین و اصول دین مین

چونکہ یہ رسالہ مشتمل ہی اوپر معرفت وطرائق معرفت اصول دین کے لہذا ضرور ہی کہ پہلے معنی دین اور اصول دین کی ظاہر کیے جائین پس دین نیکخوئی کو کہتے ہین چنانچہ اخلاق جلالی مین لکھا ہی کہ ایک صحابی آنحضرت صلعم کے روبرو کھڑا ہوا اور سوال کیا کہ دین کیا ہی حضرت نے فرمایا کہ نیکخوئی پھر وہ داہنی طرف آیا اور یہی سوال کیا پھر حضرت نے وہی جواب دیا پھر وہ بائین طرف آیا اور وہی سوال کیا۔ پھر حضرت نے وہی جواب دیا پھر پیچھے جاکر وہی سوال کیا تب حضرت نے فرمایا کہ تو نہین سمجھ سکتا کہ دین غصہ کا روکنا ہی اور دوسری حدیث مین آیا ہی کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ دین نیکی کرنا ہی لوگون نے پوچھا کسکے لیے۔ فرمایا کہ خدا کے لیے اور رسول کے لیے اور سب مومنون کے لیے انتہی ترجمہ حدیث اور نیکخوئی تہذیب اخلاق کو کہتے ہین مگر یہان اُس تہذیب اخلاق سے مراد ہی جو مطابق شرع الٰہی کے ہو اسلیے پھر ضرور ہوا کہ پہلے ظاہر کیا جاسے کہ تہذیب اخلاق کسکو کہتے ہین اور شرع الٰہی سے کیا مراد ہی تاکہ معنی دین کے بخوبی تمام سمجھ مین آجائین لعد ازان اصول دین کی تفصیل وتشریح کیجائے پس واضح ہو کہ تہذیب اخلاق اُن فضائل کا ملکہ حاصل کرنا اور عادت پکڑنا ہی جو نفس انسانی کو واسطے

حصول شرف اور کسب سعادت کے ضرور ہین اور وہ فضائل اصلاً تین ہین بتعداد
قوائے نفس انسانی یعنے ایک ایک متعلق ساتھ ہر قوت کے اول **فضیلت حکمت** متعلق
لقوت ناطقہ کہ یہ قوت عنایت ہوئی ہی نفس انسانی کو واسطے نظر کرنے کے حقائق امور مین
اور یہی قوت مبداء ہی فکر و تمیز کا چنانچہ خدا فرماتا ہی کہ جس شخص کو حکمت دیجاے پس تحقیق کہ
دیگئی اُسکو خیر کثیر **دوم فضیلت شجاعت** متعلق لقوت غضبی کہ یہ قوت مرحمت ہوائے
نفس انسانی کو واسطے دفع اضرار اپنے کہ بغیر اس قوت کے ممکن نہ تھا اور انسان محتاج
اُسکا ہی چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہی کہ اللہ دوست رکھتا ہی شجاعت کو اگرچہ ایک سانپ کے
مارے **سوم فضیلت عفت** متعلق لقوت شہوی کہ یہ قوت دیگئی ہی نفس انسانی کو واسطے
جذب منافع اپنے کے کہ بغیر اس قوت کے دشوار تھا اور انسان ضرورت شدید رکھتا ہی
اُسکی۔ چنانچہ خدا فرماتا ہی کہ جو آدمی اپنے پروردگار کے عظمت سے ڈرا اور اپنے کو ہوا و حرص سے
بچایا پس بے شبہہ بہشت اُسکا مکان ہی لیکن اختلاط سے ان تینون فضیلتون کے ایک
فضیلت اور پیدا ہوتی ہی کہ اتمام اور اکمال ان فضیلتون کا اوپر اُسکے ہی اور وہ فضیلت
عدالت ہی مگر فضیلت عدالت افضل ہے ان تینون فضائل سے کیونکہ فضائل مذکورہ سے
غرض یہی ہے کہ قوت غضبی و قوت شہوی جو بضرورت انسان کو عنایت ہوئی ہین۔ قوت
ناطقہ کے مطیع اور منقاد رہکر اپنے انداز اور اپنے کار ضروری سے تجاوز نکرین اور حاصل
ہونا اس امر کا بغیر حصول فضیلت عدالت کے ممکن نہین تو بغیر حصول فضیلت عدالت
وہ فضائل ہرگز کامل ہو نہین سکتے اور جب فضیلت عدالت حاصل ہو جاے تو وہ
تینون فضائل معاً کامل ہو جا سکتے ہین لہذا فضیلت عدالت افضل ہوئی ان تینون
فضائل سے چنانچہ خدا فرماتا ہی کہ اور ہمنے اُسکے ساتھ کتاب او میزان اسیلئے نازل کی کہ

انسان عدالت پر قائم رہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ ایک گھڑی کی عدالت بہتر ہی
ستر برس کی عبادت سے تو اس صورت مین یہ چارون فضائل اصل ہوے نفس انسانی
کے لیے یعنی حکمت و شجاعت و عفت و عدالت اور جب معلوم ہوا کہ تکمیل ہر فضیلت کی
موقوف ہی اوپر فضیلت عدالت کے اور عدل اُس حد وسط کو کہتے ہین کہ جسکے دونون اطراف
برابر ہون تو اس رو سے ہر فضیلت وسط ہوئی دو رزائل یعنے افراط و تفریط کا چنانچہ
حدیث شریف خیر الامور اوسطہا شاہد عادل ہی اس مدعا پر اس صورت مین ہر فضیلت
ایک درجہ سے زیادہ درجہ نہین رکھ سکتی اور اسکے دونون طرف کے رزائل افراطی و تفریطی کے
مدارج کثیر ہو سکتے ہین چنانچہ داناؤن نے اس وسط کی تشبیہہ ساتھ اُس خط مستقیم کے دی ہے
جو دو حدون کے درمیان نکالا جاے کہ ایک سے زیادہ نہین ہو سکتا اور اُسکے دونون
طرف خطوط غیر مستقیم کثیر و غیر محصور نکل سکتے ہین پس وہ خط مستقیم بمنزلہ فضیلت کے ہی
اور کل خطوط غیر مستقیم دونون طرف کے درجہ بدرجہ بمنزلہ رزائل افراطی و تفریطی کے ہین
پس حکمت کے افراط کا نام جربزہ یعنی گربزی ہی اور تفریط بلہ یعنے بیوقوفی اور افراط شجاعت
تہور یعنی امور غیر ضروری مین جان کا لحاظ نکرنا اور تفریط جبن یعنی خوف اور افراط عفت
شرہ یعنی بُری خواہشین اور تفریط خمود یعنی بیخواہشی اور افراط عدالت ظلم اور تفریط انظلام
یعنی مظلومیت پر راضی رہنا اور بہ تحت ہر چہار فضائل مذکورہ کے فضائل کثیر غیر محصور
داخل ہین کہ جنکے بیان کی یہ رسالہ گنجائش نہین رکھتا جسکو شوق ہو کتب اخلاق ملاحظہ
فرمائے یہان چند فضائل ضروری ہر جنس کے اجناس چہارگانہ سے بطور مشتے نمونہ از خروارے
لکھدیے جاتے ہین اور رزائل افراطی اور تفریطی اُنکی خود تصور سے معلوم ہو سکتے ہین
فضائل تحت حکمت ذکا سرعت فہم صفائی ذہن سہولت تعلیم حسن تعقل تحفظ و تذکر

فضائل تحت شجاعت کبر نفس نجدت علم ثبات سکون تحمل تواضع حمیت رقت فضائل
تحت عفت حیا رفق صبر قناعت وقار ورع انتظام سخاوت عفو مروت فضائل تحت
عدالت صداقت الفت وفا شفقت صلہ رحم مکافات حسن قضا تودد تسلیم توکل
عبادت اور چونکہ معلوم ہوا کہ ہر فضیلت وسط ہی رزائل کثیرہ کا مثل اُس خط مستقیم
جو درمیان دو نقطون کے کھینچ مین خطوط ہاے غیر مستقیم کے نکالا جاے مگر خط از روے
علم ہندسہ کے عرض نہین رکھتا ہی اس صورت مین عملاً قائم کرنا خط مستقیم حقیقی کا محال
ہی پس سطح قائم کرنا خط وسطی حقیقی کا دشوار ہی اُسطرح فضائل کا وسط حقیقی دریافت
کرنا اور اُسپر قائم ہونا مشکل ہی سواے خدا کے کوئی وسط حقیقی پر قائم نہین ہی اور نہ
ہوسکتا ہی اسلیے ضرور ہوا کہ ہر فضیلت کے لیے حسب وقت و زمان ایک وسط فرضی ایسا
مقرر کیا جاے کہ جسپر قائم ہونا ہر وقت و زمان کے انسان کے وسع و امکان سے باہر نہو
اور بھی باعث نہو کسی فساد کا پس اُس وسط فرضی کو قانون کہتے ہین اور اُسپر قائم و عادی
ہونے کو تہذیب اخلاق یعنی نیکخوئی لیکن چونکہ یہ کام یعنی قائم کرنا ایسے وسط کا جسکا ذکر
اوپر کیا گیا بغیر داناے مصلح کے بخوبی انجام ہو نہین سکتا لہذا پروردگار عالم کہ دانا تر و
مصلح تر ہی لائق تر ہے واسطے انجام اس کام کے۔ نظر بران وسط مجوزہ و مقررہ خدا کو
(کہ کلام شریف مین حدود اللہ تعبیر اُس سے ہی شرع الٰہی کہتے ہین پس اختیار کرنا تہذیب
اخلاق کا مطابق شرع الٰہی کے دین ہی۔ پس ہرگاہ معنی دین کے معلوم کیے تو اب جاننا چاہیے
کہ چونکہ واسطے اختیار کرنے دین کے پہلے پہچاننا صاحب دین یعنی شارع کا ضرور ہی اور وہ
خدا ہی اسلیے معرفت خدا اصل اول ہی اصول دین سے اور چونکہ شرع مشتمل ہی اوپر اوامر و
نواہی خدا کے اور واسطے تعمیل کرنے اوامر و نواہی کے سیاست درکار ہی اور واسطے

سیاست کے عدل ضرور اسلیئے عدل اصل دوم ہی اصول دین سے اور چونکہ شرع نازل ہوتی ہی
معرفت پیغمبر کے تو اس صورت مین قبل قبول شرع پہچاننا پیغمبر کا ضرور ہی اسلیئے رسالت اصل
سوم ہی اصول دین سے اور چونکہ زندگانی انسانی دامی نہین لہذا بعد از رسول مروج وشارح
ومحافظ شرع کا درکار وضرور ہی اسلیئے امامت اصل چہارم ہی اصول دین سے اور چونکہ شرع کے لیئے
سیاست درکار ہی اور سیاست کے لیئے عدل مطلوب جیسا ظاہر ہوا اور عدل کے لیئے ثواب
وعقاب لازم اسلیئے معاد اصل پنجم ہی اصول دین سے پس یہ ہین اصول دین اسلام مطابق
مذہب امامیہ اثنا عشریہ مگر اہل سنت عدل و امامت کو اصول دین سے تصور نہین کرتے

کلام سوم بہ ثبوت اس بات کے کہ طریقہ معرفت امور واجب المعرفت دین سہل وآسان ہونا چاہیے نہ دشوار ومشکل

چونکہ پروردگار عالم نے معرفت اپنی اور اپنے دین کے امور ضروریہ کی اوپر کل انسان کے
یکسان اور ایک طرح پر ضرور وواجب کی ہی جیسا اہل ہر دین وملت اس امر مین متفق ہین
تو ضرور ہی کہ جن امور کی معرفت اُسنے کل انسان پر یکسان واجب کی ہو وہ امور سہل ترین
مفہومات کی ہون یعنی بدیہی نہ از قبیل مشکلات یعنی نظری نہون یا اور کوئی طریقہ اُنکی معرفت
کا آسان تر رکھا ہو نہ دشوار کیونکہ ظاہر ہی کہ عقل وفہم انسانی یکسان اور ایکطرح پر نہین
یعنی کل انسان برابر عقل نہین رکھتے ہزارہا درجہ کم وبیش ہین اقل درجہ کل انسان اندروے
عقل وفہم کے ان تین تقسیمون سے کم نہین ہوسکتی اذکیا متوسط العقل کم عقل اور ظاہر ہی
کہ جو امر متعلق ومطابق فہم اذکیا ہو اُسکو متوسط العقل وکم عقل ہرگز سمجھ نہین سکتے اور جو
امر مطابق فہم کم عقل ہو اُسکو متوسط العقل واذکیا بدرجہ اولی سمجھ سکتے ہین اس صورت مین
اگر معرفت امور ضروریہ دین خدا متعلق ومطابق فہم اذکیا تصور کیجاسے تو کم عقل البتہ اُسکے

معرفت مین مجبور و معذور لقصور ہوتے ہین تو پھر تکلیف اُنکی عقلون پر تکلیف مالا یطاق متصور ہی اور تکلیف مالا یطاق صریح ظلم ہی اور ظلم قبیح از قبائح ہے اور ارتکاب قبیح خدا سے قبیح جیسا لبعد ازین ظاہر ہوگا انشاء اللہ تعالے اس صورت مین ضرور ہی کہ پروردگار عالم نے امور ضروری المعرفت دین کو سہل ترین مفہومات کا بنایا ہو لینے بدیہی یا کوئی طریق اُنکی معرفت کا ایسا آسان رکھا ہو کہ کم سے کم عقل والے جلد اور بخوبی سمجھ لین جیسا کہ یقین کے لیئے کافی ہو تا کہ کسی کو کوئی جگہ حجت یا عذر کی اُسکے احکام واجبی مین باقی نہ رہے اور کبھی خلاف نہو اُسکے عدل کے چنانچہ اسی سبب سے اُس عادل مطلق نے دیوانون اور لڑکون کو کہ وہ کسی مفہوم کے فہم کی طاقت نہین رکھتے ہین کوئی تکلیف نہ دے اور خود فرماتا ہی کہ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا یعنی نہین تکلیف دی اللہ نے کسی کو مگر لقدر وسعت اُسکے اور حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تم عمل کرو کیونکہ وہ چیز آسان ہی اُسپر جسکے لیئے وہ خلق ہوا ہی باقی رہا اسکا ثبوت عملی وہ خاتمہ مین لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالے۔ اس صورت مین جو لوگ فہم امور دینیہ کا صعب و مشکل جانکر بالکلیہ مہمل چھوڑ دیتے ہین اور کل امور مین چہ از اصول وچہ از فروع تقلید پر چلتے ہین صریح بیجا ہے کیونکہ تقلید اصول مین جائز نہین اور درصورت نادرست ہونے اصول تقلیدی کے مقلد معاف و معذور ہو نہین سکتا اور ظاہر ہی کہ ساری بخشش و بخشائش و رحم و عفو و ثواب اعمال موقوف ہی اوپر درستی ایمان کے اور درستی ایمان موقوف ہے اوپر یقین و تصدیق اصول دین کے پس درستی ایمان کی فکر نکرنا اور اُسمین سہل انگاری کو راہ دینا حصول عقبیٰ سے بالکلیہ ہاتھ دھونا ہی کیونکہ پوشیدہ نہین کہ درصورت اختلاف کثیرہ و مذاہب متعددہ کوئی ایک ہی مذہب حق پر ہوگا کہ راہ راست و حق ایک سے زیادہ نہین ہو سکتی اور جیسا آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہو ستفترق امتی علی ثلثۃ و سبعین

فرقة كلهم في النار الا واحدة یعنی ہفتاد و سہ فرقہاے دین اسلام مین سے
ایک ناجی ہوگا باقی ناری ہونگے اور کوئی فرقہ ایسا نہین کہ جسمین عاقل و عالم نہون -
پس عاقلون و عالمون سے بھی دانستہ ہو یا بہ نادانی راہ خلاف اختیار کرنا عجب نہین اور ظاہر ہی
کہ باعث ہونے ایمان اصلی متعلق بامور قلبیہ اوپر ایمان اور بے ایمانی کسی کے وقوف حاصل
کرنا قدرت انسانی مین نہین بنا برین اعتبار و تقلید عالمان غیر معصوم اصول مین کہ بہائے
[illegible] اسکے ہی کیونکر جائز ہوسکتی ہے ہر شخص کو چاہیے کہ دلائل اصول کو اپنا تا اور
[illegible] درست سمجھے کہ بسبب غور بہ ایمان و الطاف خدا بھی
[illegible] ہدایت کرتا ہی مگر فروع مین کہ اجتہاد کا اختیار دیا گیا ہے و مجتہد خاطی بھی از روی حد
[illegible] شرع خاطی نہین تقلید جائز متصور اس صورت مین ظاہر ہے کہ جسکا اصول درست
اوسکا فروع بھی درست - و باللہ التوفیق

بحث اول بہ معرفت خدا جسقدر عقل سے ممکن و ضرور ہے اور اسمین تین بحثین ہین

بحث اول ثبوت وجود واجب پروردگار مین

واضح ہو کہ انسان کو سب سے پہلے جس بات کا دریافت کرنا لازم ہی اور از روی دین اول
جس امر کی معرفت واجب ہی وہ وجود ہی پروردگار عالم کا گویا یقین وجود خدا واسطے دین کے
بمنزلہ تخم کے ہی واسطے درخت کے یعنی جیسے بغیر تخم کے درخت کا قائم ہونا دشوار ہی چہ بیخ
چہ شاخ - اوسیطرح بغیر یقین وجود خدا کے دین کا قائم ہونا محال ہے چہ اصل چہ فرع کیونکہ
جو شخص خدا کے وجود کا قائل نہو وہ امور متعلقہ دین سے کسی امر کا قائل ہو نہین سکتا نہ صفات
خدا کا نہ اسکے پیغمبرون کا نہ اسکے احکام کا نہ معاد کا کہ یہ سب امور بعد قبول کرنے وجود خدا کے

قائم و ثابت ہو سکتے ہین نہ قبل اور معرفت وجود خدا متعلق ہی صرف عقل و فہم سے اور سواے اسکے اور کوئی
وسیلہ اسکے معرفت کا نہین ہی اسی لیے عقل کو پیغمبر اول کہتے ہین چنانچہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے
فرمایا ہی ان للہ علی الناس حجتین حجۃ ظاہرۃ وحجۃ باطنۃ اما الحجۃ الظاہرۃ
فالرسل والانبیاء والائمۃ علیہم السلام واما الحجۃ الباطنۃ فالعقول
یعنی اللہ کی دو حجتین ہین اوپر انسان کے حجت ظاہر اور حجت باطن حجت ظاہر رسول و انبیاء اور ائمہ ہین علیہم السلام
حجت باطن عقول پس معرفت خدا مین معرفت جسکی عقل سے ممکن و ضرور ہی وہ وجود ہی اسکا اور مجموعی
صفات کہ وہ بعد یقین وجود خود بخود متیقن ہو جاتے ہین جیسا بعد ازین ظاہر ہوتا ہی انشاء اللہ تعالے
لیکن وجود خدا خود بدیہہ و صریح و واضح تر ہے جملہ مفہومات عقلی سے بلکہ مجبول بید الکلی ہی اوپر قبول کرنے
وجوب وجود اسکے کیونکہ جو شخص تھوڑی سی بھی عقل رکھتا ہی اس عالم ایجاد اور اسکے درمیان کی
صنعت ہای رنگا رنگ کو دیکھکر بغیر تبلانے اور سکھلاے سمجھ لیتا ہے کہ یہ عالم کسی کا بنایا اور
یہ جہان کسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور جب اوروں سے بھی ایسا ہی سنتا ہی تو فوراً قبول کر لیتا ہے
کوئی حجت پیش نہین لاتا اور نہ کوئی تعجب اوسکو گذرتا ہی اور نہ کوئی شبہہ پیش آتا ہی اور نہ کوئی
دلیل اس عار پر چاہتا ہے اور نہ کسی طرح کی تجسس مین پڑتا ہی گویا اپنے مدعا و مفہومہ محتومہ کے
موافق سنا اور اگر خلاف اسکے سنتا ہی تو ہرگز قبول نہین کرتا بلکہ تعجب کرتا ہے اس بات پر اور
پوچھتا ہے کہ کیونکر یہ جہان آپ سے آپ بنا اور کوئی دلیل چاہتا ہے واسطے ثبوت اس عار کے
اور تجسس مین پڑتا ہی اس بات کے کہ کوئی شی آپ سے آپ صورت پکڑ سکتی ہے یا نہین گویا کہ اپنے مدعا
مفہومہ محتومہ کے خلاف سنا چنانچہ یہ مسئلہ حکمیہ بدیہیہ متفق ہی کہ وجود صنعت بی صانع محال ہے اور یہ مسئلہ
ایسا بدیہی اور موافق ہے ساتھ ہر عقل کے کہ اگر کسی پانچ سات برس کے لڑکے سے بھی کہیے کہ ایک
مکان آدمیون نے بنایا ہی تو کچھ تعجب نکریگا اور فوراً قبول کرے گا اور اگر کہیے کہ ایک مکان آپ سے

آپ بن گیا ہی تو بیشک تعجب ہوگا اور اگر کچھ ہوش زیادہ رکھتا ہوگا تو ہرگز قبول نہ کریگا جبتک کہ
کہنے والا معتمد تر نہو مثل باپ اور دادا وغیرہ کے کیونکہ صورت پکڑنا یا شکل تبدیل کرنا کسی شی کا بغیر کسی صورت
پکڑانے والے یا شکل تبدیل کرانے والے کے محال عقلی ہے یعنی صدور کسی فعل کا بغیر فاعل کے ہرگز قبول
عقل نہین اور اسیطرح صدور فعل عقلی کا بغیر فاعل دانا کے جیسا بحث العیدین ظاہر ہوگا انشاء اللہ
تعالے پس جو شی کوئی صورت یا علت غائی رکھتی ہی صنعت ہی اور صنعت بے صانع محال جیسا ظاہر ہوا
اس صورت مین ظاہر ہے کہ یہ سانحہ صنعت کا واسطے قائم کرنے وجود صانع کے ایک ایسی دلیل قوی ہو
برہان قاطع ہی کہ کوئی دلیل رد اسکا کر نہین سکتی چنانچہ پروردگار عالم خود بھی کلام شریف مین بتنبیہ ثبوت
وجود اپنے کے صرف صنعت ہاے عجیبہ و قدرت ہاے غریبہ اپنی دکھلاتا ہی باقی رہا ثبوت واجب الوجود
پس واضح ہو کہ ہرگاہ ثابت ہوا کہ ہر صنعت کو لیے کسی صانع کا اور ہر فعل کے لیے کسی فاعل کا ہونا
عقلاً ضرور و لازم ہے یعنی کوئی شی بغیر فعل کسی فاعل کے صورت نہین پکڑ سکتی یا شکل تبدیل نہین کر سکتی
تو اس صورت مین ہر شی اور ہر صنعت بنا بر اثبات واجب الوجودی پروردگار دلیل کامل ہے یعنی
ہرگاہ ہر صنعت کو لیے وجود صانع ضرور ہی تو پس وہ صانع دو حال سے خالی نہین یا حادث ہو
یا قدیم اگر حادث ہو تو وہ بھی ایک صنعت متصور ہے اور پھر اسکے لیے بھی کسی دوسرے صانع کا ہونا
ضرور و لازم ہی اسیطرح جب تک کہ ایک صانع قدیم فرض نکیا جاے سکوت حاصل ہو نہین سکتا
اور دور و تسلسل قائم ہو جاتا ہی جو باتفاق محال و ممتنع ہے لہذا بموجب مسئلہ حکمیہ بدیہیہ متفقہ
کہ ہر شے کو لیے ایک حد اور ہر سلسلہ کے لیے ایک انتہا لازم ہی ضرور ہی کہ سلسلۂ خالقیت بھی آخر
کسی ایک خالق پر منتہی ہو تو پس ظاہر ہے کہ جو اس سلسلۂ خالقیت کا نہایت ہی وہی صانع قدیم
و واجب الوجود متصور ہے اور جو صانع قدیم و واجب الوجود ہی وہی خداے برحق متصور ہے نہ کہ
دوسرا چنانچہ جامع الحکایات مین لکھا ہی کہ لوگون نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے

پوچھا کہ دلیل اوپر ہستی صانع کے کیا ہی آپ نے فرمایا کہ بزرگ ترین دلیلے بر ہستی او ہستی
من است ۔ زیرانکہ ہستی من اگر از من است از دو حال بیرون نباشد یا من خود را انگاہ ہست
کردم کہ ہست بودم و این محال است کہ ہست کردن ہست محال بود و اگر گوئیم کہ انگاہ ہست
کردم کہ نیست بودم ایہم محال بود زیرا کہ از نیست ہست کردن محال بود چون ہر دو شق باطل
شد معلوم شد کہ من ہست کردہ ہستی ام کہ نیستی بروے محال بود واضح ہو کہ فحوائے لفظ من مین
جملہ محدثات موجودہ داخل ہین جنکی ہستی از خود محال متصور ہے اور جب کسی موجود کی ہستی از خود
ممکن متصور نہین ہوتی تو وجود ایک صانع قدیم واجب الوجود کا بہر حال لازم و واجب ہی اور
چونکہ ضرور ہی کہ ابتدا ہر سلسلہ کی کسی ایک ہی موجد سے ہو اسلیئے ضرور ہی کہ وہ واجب الوجود
واحد ہو چنانچہ یہ دعوی انتظام عالم کیطرف نگاہ کرنے سے کہ ایک ہی ادسپر قائم وجاری ہے
اور بھی احوال پیغمبران کیطرف خیال کرنے سے کہ سب کے سب اپنے کو ایک ہی خدا کا فرستادہ
ظاہر کرتے رہے ہین بدیہہ تر لیئے حسب فہم خاص و عام خلائق ثابت ہو جاتا ہی اب غور
کرنے سے ظاہر ہوتا ہی کہ پروردگار عالم نے اپنے وجود کی معرفت کی نسبت کیسا اہتمام بلیغ فرمایا ہی
یعنی اول پیدا کرنا ان سب صنعتہای رنگا رنگ کا اور ظاہر کرنا ان سب قدرتہائے گوناگون
کا صرف اسی غرض سے ہی ورنہ دلائل عقلی و نقلی سے ثابت ہی کہ انسان افضل مخلوقات اور حاصل موجودات
ہی بسبب ہونے جامع جمیع قدرت و رکھنے قوت کمال معرفت کے پس اگر معرفت (جو حاصل خلقت جہان
و باعث فضیلت انسان ہے) انسان کو بغیر معائنہ دیگر موجودات کے ممکن ہوتی تو خلقت دیگر موجودات کی
ضرور نہوتی کیونکہ افضل کے آگے کمتر بیکار و عبث متصور ہی چنانچہ توریت مین آیا ہی کہ اے ابن آدم مین نے
تجکو اپنے لیے پیدا کیا اور تمام اشیا کو تیرے لیے اسکے مطلب یہی ہین کہ مین نے تجکو اپنے معرفت کے لیے پیدا کیا
اور تمام اشیا کو اسلیے کہ تو انکو دیکھکر معرفت حاصل کرے تا باعث تیرے شرف کا ہو

ورنہ ظاہر ہے کہ تمام اشیا سے انسان کو کوئی غرض خاص متعلق نہین ہے دوسرے یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ بغرض معرفت اس وجود کے ایسا ہادی بھیجا جو تادم مرگ ہر وقت و ہر مقام مین ساتھ رہے
اور کسی وقت اور کسی مقام مین جدا نہو کہ وہ عقل و فہم ہے جو عنایت ہوے ہین انسان کو
چنانچہ اسی سبب سے کوئی فرقہ از فرقہ ہاے دنیا منکر وجود نہین و نہ اختلاف کرتا ہے بلکہ جملہ فرقے
وجود صانع عالم مین متفق ہین حتے کہ فلاسفہ اور دہریے وغیرہ بھی کیونکہ اہل ملت ظاہر ہے
کہ خود وجود خدا کے قائل ہین صرف مشرک غیر از خدا کو خدا کہتے ہین پس وہ منکر وجود نہین
باقی رہے فلاسفہ و دہریے وغیرہ وہ بھی وجود کے منکر نہین بلکہ تشخیص مین ڈانوان ڈول ہین
کسلیے کہ معنی وجود کے یہی ہین کہ کوئی صانع واجب الوجود یعنی قدیم ہے خواہ وہ کوئی یا کیسا ہی ہو
مگر بعض فلاسفہ آسمان خواہ ستارگان کو قدیم و باعث وجود جملہ موجودات جانتے ہین اور
دہریے دہر کو اور مادی مادہ کو اور عنصری عناصر کو علی ہذا القیاس ان سب مین کوئی منکر
وجود نہین بلکہ تشخیص مین اختلاف رکھتے ہین اسصورت مین ظاہر ہے کہ کسی کا منکر وجود ہونا
ایسا گناہ ہو سکتا ہے کہ کوئی گناہ اسکے مقابلہ مین برابری نکرے اور بیشک وہ کافر مطلق ہے

بحث دوم در مین تشخیص ماہیت و حقیقت پروردگار عالم کی

بعد قائل ہونے وجود خدا کے جس امر کی فکر انسان کو دامنگیر ہوتی ہے اور انسان کو ضلالت
مین ڈالتی ہے وہ تشخیص ہے قادر مطلق کی اور معنی تشخیص کے یہ ہین کہ صانع جہان اور خالق
کون و مکان جسکا وجود واجب عقلاً ثابت و نقلاً مقبول ہے وہ کون ہے اور کیسا ہی پس
جاننا چاہیے کہ تشخیص یقینی صانع بمبائنہ صنعت محال عقل ہے یعنی عقل سے ممکن نہین اور کوئی
رستہ عقل کو اس تشخیص کے واسطے دیا نہین گیا اور جو کچھ تشخیص کیا جاے بجز قیاسات و
توہمات ناقص کے کچھ اور ہاتھ نہین آسکتا کیونکہ بدیہیات مین دیکھا جاتا ہے کہ ہر صنعت

دنیاوی کو دیکھکر وجود اُسکے صانع کا فوراً ذہن مین آجاتا ہی یعنے یہ سمجھ لیا جاتا ہی کہ یہ چیز کسی کی بنائی ہوئی ہے آپ سے آپ نہین بنی مگر تشخیص صانع بمعاینہ اُس صنعت کے ممکن نہین ہوتی یعنی کوئی یہ نہین سمجھ سکتا کہ وہ صانع کون ہی اور کیسا ہی یعنے اُسکا نام و نشان کیا ہی گورا ہی یا کالا جوان ہی یا بڈھا - علی ہذا اس تشخیص مین عقل محض عاجز رہ جاتی ہے گو وہ صانع سامنے کیون نہ موجود ہو مگر یہ کہ وہ صانع خود اپنے کو ظاہر کرکے ثابت کرے یا کسی عارف یقینی سے دریافت مین آوے لیکن اقسام اور حسن و قبح سے صنعت کی اندازہ قدرت اور دانائی کا صانع کے البتہ کیا جا سکتا ہی وبس پس جاننا چاہیے کہ ہرگاہ ایک ادنی صنعت دنیا کے صانع کی تشخیص مین عقل عاجز ہے تو صانع عالم کی تشخیص کیونکر عقل ممکن ہو سکتی ہے مگر یہ کہ وہ خود ظاہر و ثابت کرے یا کسی مقرب صادق درگاہ احدیت سے معلوم ہو جن لوگون کو اس تشخیص کا سودا ہوا اُنکو لازم ہے کہ پہلے کسی صنعت دنیاوی کے صانع کی تشخیص مین فکر کرین اگر اس سے عہدہ برآ ہون تو آگے بڑھین ورنہ آگے بڑھنا اپنی حد سے پاؤن نکالنا ہی اور مفت اپنے کو خرابی مین ڈالنا اور دیوانہ بنانا ہی تو ہرگاہ ظاہر ہوا کہ تشخیص یقینی ماہیت خدا از قبیل محالات عقلی ہے اور عقل کو اس تشخیص مین کوئی بہرہ یا کوئی راستہ دیا نہین گیا ہی تو اسی سے ثابت ہی کہ یہ تشخیص ہمپر واجب نہین کی گئی ہے ورنہ ضرور تھا کہ کوئی قوت تشخیصی عنایت ہوتی اس صورت مین تشخیص ماہیت ایک فعل عبث ہی بلکہ خالی بے عقلی و دیوانگی سے نہین کیونکہ جب تشخیص محال عقلی ہے تو حقیقت پر پہونچنا اور اصلیت کا معلوم کرنا معلوم جو کچھ فکر سے قرار دیا جاویگا بجز از تصورات باطل و توہمات لاطائل نہوگا - اسی جگہہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ پروردگار عالم نے اُن لوگون کے حق مین جنھون نے اپنی اپنی تشخیص بیہودہ سے اپنے معبود ٹھہرلئے ہین اور اُسپر ہٹ رکھتے ہین لا یعلمون اور لا یعقلون جو فرمایا ہے راست و حق ہے انسان کو چاہیے کہ جس امر مین فکر کرنا چاہے پہلے غور کرے کہ یہ امر قابل فہم و تصور ہے یا نہین اور یہ کہ اس امر کی فکر سے کوئی فائدہ متصور ہے یا نہین اگر ہو

فکر کرے ورنہ اُسکی فکر سے کوسون بھاگے کیونکہ جس امر مین فکر کیجائیگی اگرچہ محال عقل ہو لیکن واہمہ
اپنی توہمات سے باز نرہیگا بقدر قوت اپنے کچھ نہ کچھ وہم ضرور کریگا اگرچہ وہم کا اعتبار نہین جبتک
دلیل قطعی یقینی قائم نہو قابل قبول و یقین نہین لیکن چونکہ اپنی بات کیسی ہی ہو شل اپنے
لڑکون کے پسند زیادہ ہوتی ہے لہذا ممکن ہے کہ وہ توہمات پسند ہوکر یقین کو خلجان مین ڈالدین
اور بھی قبل از فکر ہر امر کے یہ غور کرنا مناسب ہے کہ راہ معقول فکر و فہم کی اس امر کی کیا ہے کیونکہ فکر
بیراہ سے امور قابل الفہم بھی دور از فہم ہوکر تصورات باطل سامنے آجاتے ہین خلاصہ یہ ہے کہ سبیل
یقینی کو کسی حال مین ہاتھ سے دینا اور غیر از استدلال یقینی کسی امر کو اختیار کرنا نہین چاہئے
اب واضح ہو کہ جو کچھ اختلاف اہل دنیا مین پڑا ہوا ہے وہ تشخیص مین ہے پروردگار عالم کے یہانتک
کہ کل فرقے اس تشخیص مین مختلف ہین جیسا کہ ظاہر ہے اور اُسکی وجہ یہی ہے کہ باوجود محال عقلی
ہونے تشخیص یقینی کے تشخیص کے فکر نہین چھوڑتے چونکہ اصلیت و حقیقت پر پہونچنا ممکن نہین اس
سبب سے ہر بشر ایک علحدہ علحدہ راستہ پر چلا گیا ہے اور ہر شخص نے ایک جدا جدا توہم بقدر قوت اپنے
اپنے وہمون کے قائم کر لیا ہے اور بسبب عزیز معلوم ہونے اپنی راے کے اُن توہمات پر مصر ہوکر
اُن معتقدون کو جو دوسرے کی عقل و راے پر چلتے ہین مفت بگاڑ دیا ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ امر عقلی
وہی ہوگا جو اصل و حق ہو اور وہ ایک سے زیادہ ہو نہین سکتا اور امور خلاف اور وہمی ہزارون
ہو سکتے پس اس کثرت اختلاف ہی سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ لوگون نے تشخیص کیا ہے بیش از
توہمات باطل و تصورات لاطائل نہین اور بھی ظاہر ہے کہ کل اہل اختلاف مین فلاسفہ قوت عقلی
زیادہ رکھتے ہین اور وہ قائل ہین قدامت آسمان خواہ ستارگان یا دہر وغیرہ کے باین سبب کہ
اُنکے تاثیرات سے وجود دیگر موجودات کی تکمیل ہوتی ہین یا یہ کہ کوئی صورت خلق مادہ کے ذہن مین
نہین آتی ہے پس یہ دلیل قطعی قابل یقین نہین کیونکہ غیر مخلوق ہونا آسمان خواہ ستارگان

یا دہر وغیرہ کا حتماً لازم نہین آتا جیسا غیر مخلوق ہونا ایک واجب الوجود غیر مشخص کا حتماً و یقیناً لازم آتا ہے اس صورت مین ممکن ہے کہ یہ تاثیرات انہین اُسنے بخشین ہون جسنے انکو خلق کیا ہے یا یہ کہ کوئی صورت خلق مادہ کی اُسکی قدرت مین ہو جو ہمارے اذہان ناقص کی سمجھ مین نہین آسکتی ہو جیسے اکثر قدرتین اوسکی بدیہیات مین موجود ہین جنکی تکوین یا خلق کی صورت ترکیب ذہن مین نہین آتی ہے مثل نور چشم و ارواح و عقول وغیرہ کے پس یہ بات نہایت بعید ہے کہ کوئی شخص ایک کل کے ذریعہ سے کسی چیز کو بنتے دیکھکر اوسی کل کو صانع اول اُس چیز کا سمجھے یا یہ کہ روح وغیرہ کے تکوین و خلق کی صورت ذہن مین نہ آنے کے سبب وجود سے انکے یا روح وغیرہ کے وجود بدیہیا و صریحاً ظاہر ہے انکار کرے اور علاوہ اسکے فلاسفہ بھی آپسمین راے و بہت تحقیق مین بہت اختلاف رکھتے ہین چنانچہ دہرئے و مادئی و عنصری سب داخل فلاسفہ ہین اسلئے راے فلاسفہ بھی خالی از وہم و قابل اعتبار نہین تا بدیگران چہ رسد اس صورت مین انسان کو لازم یہی ہے کہ صانع عالم کے وجوب وجود کا بلا تشخیص حقیقت و ماہیت قایل رہے کیونکہ اس اجمال مین جو کوئی صانع عالم ہو داخل ہے اور تشخیص مین اگر تشخیص غلط پڑی تو کوئی صورت نجات کی نہین ہے

بحث سوم یہ ثبوت اس بات کے کہ یقین صفات خدا ساتھ یقین وجود خدا کے لازم ملزوم ہے و بذیل آن ثبوت عدل عادل مطلق

ہرگاہ یقین کر لیا جاے کہ اس عالم ایجاد کا کوئی صانع اور اس دار کون و فساد کا کوئی خالق ہے تو ساتھی اُسکے خود بخود یقین ہو جاتا ہے کہ وہ دانا تر ہے داناؤن کا اور قادر تر ہے قادرون کا اور غنی تر ہے اغنیا کا اور پھر ساتھی اسکے اجمالاً یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ وہ موصوف ہے جمیع صفات کاملہ سے اور پاک و منزہ ہے جملہ اوصاف مذمومہ سے اور ہر قبیح اوپر اُسکے قبیح ہے اگرچہ یہ بات بدیہی ہے محتاج بدلیل نہین اور قلب و عقل خلاف اسکے ہرگز قبول نہین کرتی تو بھی ظاہر و عیان ہے

کہ پیدا کرنا ایسے عالم کا جسکی ماہیت کے سمجھنے مین عقل دنگ و عقلا عاجز ہین بغیر دانائی اور
قدرت کامل کے ممکن نہین اور ایسا قادر جسنے کل ما یحتاج خلائق کو بدرجہ کافی ووافی صرف
اپنی قدرت کاملہ سے موجود فرمایا ضرور ہے کہ غنی تر ہو اور یہی ظاہر ہے کہ کسی مصنوع مین
مناسب علت غائی بغیر ہونے صانع دانا کے ممکن نہین جیسے اکثر خاک ہوا کی سبب یا ریگ
آب دریا کی سبب ایک جگہ جمع ہو کر ایک صورت پکڑ لیتی ہے یا حباب باران کے سبب مصور
ہو جاتے ہین یا دیوانے لڑکے اینٹ پتھر خاک ایک جگہ جمع کر دیتے ہین جس سے ایک صورت مصنوعی
پیدا ہو جاتی ہے مگر کوئی علت غائی مناسب اسمین ظاہر اور ثابت نہین ہو سکتی خلاف اسکے
مصنوعات عالم کیطرف نگاہ کرنیسے ظاہر ہوتا ہی کہ ہر مصنوع بلکہ اسکے ہر جزو کی علت غائی حسب
مناسب اور قابل جواز عقل قائم اور ثابت ہی یہان تک کہ کوئی گھانس بھی خالی از تاثیر و
خاصیت نہین اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ صانع ان سب مصنوعات کا دانا ہی چنانچہ اسی
نظر سے وہ تعالےٰ اپنے کلام شریف مین علت غائی اپنے مصنوعات کی دکھلاتا ہی مثلاً فرماتا ہی
کہ افلا ینظرون الی الابل کیف خُلِقَتْ یعنی نہین دیکھتے ہو طرف اونٹ کے کیسی ہے
خلقت اُسکی یعنی جس مقام مین وہ پیدا کیا گیا ہی اوس مقام کے لیئے جو کچھ مناسب اور
ضرور ہر سب اسمین موجود ہی یعنی بسبب اسکے کہ ریگستان و کوہستان کے لیئے وہ پیدا کیا گیا ہی
اسلیے پاؤن اُسکے نرم رکھے گئے ہین تاکہ ریگ مین اور پہاڑون مین بخوبی چل سکے اور اعضا اوسکے
لمبے لمبے بنائے گئے ہین اور باوجود اسقدر دراز ہونے کے جسیم نہین کیا گیا تا پہاڑون پر بخوبی
چڑھ سکے اور پانچ سات روز کا پانی ایکبار پی لیتا ہے تاکہ ریگستان مین پانی میسر نہ آنے کے
سبب کام سے معطل و ضائع نہو جاوے اور پتیان نیم اور ببول وغیرہ کے درختون کی کھاتا ہی
تاکہ ریگستان و کوہستان مین غلہ پیدا نہونے کے سبب رکھنا اُسکا دشوار نہو اسلیے روسے

صاف ظاہر اور ثابت ہے کہ یہ جانور اُن مقامات کے لئے کسی صانع دانا تر کا بنایا ہوا ہے
علی ہذا القیاس بیان اس مقام کا جسقدر طول کیا جائے کم ہے پس جب ثابت ہوا کہ صانع
ان سب مصنوعات کا دانا ہے تو ضرور ہے کہ وہ قادر و مختار بھی ہو کیونکہ فعل مجبورانہ یعنی جو
عادتاً صادر ہو دانائی کا فعل تصور نہین ہو سکتا اور بھی ظاہر ہے کہ وجود ان سب محدثات عالم
کا محول ہے ساتھ کسی سبب کے مثلاً وجود نباتات بسبب تخم و قلم وغیرہ کے اور وجود حیوانات بسبب توالد
و تناسل وغیرہ کے لیکن ظاہر ہے کہ وجود انکی اصل اول کا بغیر سببے از اسباب مذکور لازم و
ضروری ہے ورنہ یا قدامت اُس اصل اول کے لازم آتی ہے یا دور تسلسل مگر قدامت بسبب
فنا ہو جانے اوس اصل اول کے اور متغیر اور فانی ہونے اُنکے فرع کی صریح و بدیہی خلاف
و باطل ہے اور دور تسلسل باتفاق محال اور ممتنع اس صورت مین پھر دو حال سے خالی
تصور نہین ہوتا یا وجود اُس اصل اول کا بقوت و عادت دہر وغیرہ مجبورون کے تصور ہو
جیسا دہریون کا قول ہے یا بقدرت و دانائی کسی صاحب ارادہ یعنی مختار کے لیکن اگر بقوت
و عادت دہر وغیرہ مجبورون کے تصور ہو تو مطابق قوت و عادت مذکور کے پھر بھی بلکہ ہمیشہ
ظہور مین آنا ضرور ہے حالانکہ ایسا ثابت نہین ہوتا لہذا بنا بر وجود مخلوقات مرقوم کے
وجود خالق دانا و قادر و مختار کا لازم ہے تاکہ اُس اصل اول کو بقدرت کاملہ اپنے
خلق فرماکر بعد ازان باختیار اپنے اُس صورت سے انحراف اختیار کرکے اُنکے فرع کی لیئے
بہ دانائی اپنے کوئی سبب مناسب تعین فرمائی پس اس دلیل سے بھی وجود صانع دانا
و قادر و مختار کا حتماً لازم آتا ہے کیونکہ خلق ہونا اصل اول کا بغیر قدرت کے اور انحراف اُس
سبب کے طرف بغیر اختیار کے اور تعین سبب مناسب کا بغیر دانائی کے ممکن نہین اور بھی ظاہر ہے
کہ منتظم ہونا تمامی عالم کا مطابق انتظامات ضروری و لازمی کے (کہ تشریح جسکی مطول تر ہے

اور ہر شخص بقدر فہم اپنے غور کر لے سکتا ہی بغیر دانا و قادر و مختار ہونے صانع عالم کے ہرگز
ممکن متصور نہین بلکہ دشوار و محال ہے اور بھی وجود نفوس و عقول و قوی و تاثیر وغیرہ اشیاء
غیر مادی کا جو باصلہ باعث امکان خلق عالم دوار و مادہ خلق خلقت مختار ہین اور بجز امر
پروردگار کے کوئی دوسری چیز متصور نہین ہو سکتی ہین زیادہ تر دانائی و قدرت و مختاری
صانع عالم کی ثبت ہین چنانچہ یہ دعوی ظہور اعجاز پیغمبران سے کہ مبنی ہوتے ہین اوپر خرق
عادات کے بدیہتاً و یقیناً و حتماً تر یعنے حسب فہم ہر خاص و عام خلائق ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ
ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خرق عادات برطبق حکم خارق بغیر ہونے کسی قادر و مختار کے ممکن نہین اور
ہر قادر و مختار کے لیے بقدر قدرت و اختیار اپنے دانا ہونا لازم ہے تو چونکہ خرق عادات پیغمبران
بحکم پروردگار ظہور مین آتے ہین لہذا ہر طرح ثابت ہی کہ صانع عالم دانا و قادر و مختار ہے اور جب
یہ ثابت ہوا کہ صانع عالم دانا و قادر و مختار و غنی مطلق ہے تو ضرور ہے کہ یہ جمیع صفات کمال
موصوف ہو اور ہر قسم اوپر اسکے قبیح ہو کیونکہ برے کام انھین تین وجہون سے کیے جاتے ہین
یا جہل و نادانی سے یعنی یہ کہ قبح و بدی سے اس فعل کے آگاہ اور عالم نہو یا مجبوری سے یعنی یہ کہ
باوجود علم بدی اس فعل کے ترک پر قدرت نرکھتا ہو یا احتیاج سے یعنی یہ کہ باوجود علم بدی و
قدرت ترک محتاج ہو اس فعل کا یعنے بغیر اس فعل کے احتیاج اپنی رفع نکر سکتا ہو اس صورت مین
ظاہر ہے کہ جو دانا و قادر و غنی مطلق ہوگا وہ ہرگز افعال مذمومہ اختیار نکریگا اور جو پاک و مبرا
ہوگا قبائح سے وہ ضرور موصوف ہوگا صفات مین کیونکہ فضائل درصورت نہین رہنے رذائل
کے لازم ہین جیسا کلام دوئم مین مقدمہ کے ظاہر ہوا پس چونکہ ثابت ہو چکا کہ خدا دانا و قادر
و غنی تر ہے تو ضرور ہے کہ موصوف ہو جمیع صفات حمیدہ مین اور ہر قبیح اوپر اسکے قبیح ہو
اس صورت مین جمیع صفات لازم ملزوم ہوئی خدا کے لیے یعنی جو صانع عالم ہو ضرور ہی کہ دانا

وقادر تر وغنی تر ہوا اور جو دانا وقادر وغنی مطلق ہو ضرور ہے کہ ہر قبیح او پر اُسکے قبیح ہوا اور جسپر ہر قبیح قبیح ہو ضرور ہے کہ وہ موصوف ہو بجمیع صفات حمیدہ مین اور جو موصوف نہو جمیع صفات مین ہر قبیح او پر اُسکے قبیح نہین اور جسپر ہر قبیح قبیح نہین وہ دانا وقادر وغنی مطلق نہین اور جو دانا وقادر وغنی مطلق نہین وہ صانع عالم وخالق جہان نہین ہو سکتا چنانچہ بدیہہ معائنہ سے خصائل پیغمبران و احکام آلہی کے بدیہہ تر یعنے حسب فہم ہر خاص و عام خلائق کے ثابت ہو جاتا ہی یعنے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر گاہ بندے اُسکے یعنے پیغمبران ایسے موصوف بصفات ہین تو ضرور ہے وہ خالق ہمہ صفات موصوف ہو اور ہر گاہ ہم بندون کو واسطے حاصل کرنے صفات و ترک کرنے قبیحات کے حکم و تاکید فرماتا ہے تو وہ حکم کنندہ ضرور ہے کہ موصوف ہمہ صفات و پاک از جملہ قبیحات ہو اور چونکہ کلام دوم مین مقدمہ کے ثابت ہو چکا کہ صفت عدل اکمل صفات وجامع صفات ہی اور بغیر حصول صفت عدل کوئی صفت کامل ہو نہین سکتی اور اس بحث مین ثابت ہوا کہ پروردگار عالم بجمیع صفات کمال موصوف ہی لہذا ضرور ہے کہ سب سے پہلے عادل ہو جیسا وہ خود فرماتا ہے قولہ تعالے شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملئکۃ

واولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الا ہو العزیز الحکیم

قائم بالقسط سے مراد قائم بالعدل ہے اور بھی فرماتا ہی ان اللہ لیس بظلام للعبید یعنی تحقیق کہ اللہ نہین ظلم کرنے والا ہے واسطے بندون کے علی ہذا دیگر احادیث و آیات متعددہ بہ ثبوت اس مدعا کے موجود اور کتب مبسوطہ مین مندرج ہین پس ہر گاہ اس بحث کی رو سے ثابت ہوا کہ پروردگار عالم دانا وقادر و مختار بلکہ بجمیع صفات کمال موصوف ہی تو ظاہر ہے کہ جملہ مذاہب مشخصان عقلی یعنے دہری وغیرہ جو قدیم غیر دانا و قادر و مختار و غیر موصوف و مجبور کے قایل ہین باطل متصور اور چونکہ ظاہر ہے کہ اس عالم مین دو قسم کے اشیاء پائے جاتے ہین

مادی یا غیر مادی اور وجود اشیاء مادی جو محسوس بحواس ظاہری و خیال ہین بالجسم و الصورت
وغیرہ لیعنی بکم و کیف ہی اور وجود اشیاء غیر مادی جو محسوس بحواس ظاہری و خیال نہین بالقوی و
الصفات لیعنی بافعال ہے لیعنی جسکے ربسی وجود انکا ذہناً قبول کیا جاتا ہی پس جسطرح وجود غیر مادیات
بالقوی و الصفات لیعنی بافعال ظاہر انکے ذہناً قبول کیا جاتا ہی اسیطرح وجود واجب پروردگار بھی
بقوت و صفات ظاہر اسکے لیعنی جو صریحاً و بدیہاً ظاہر و ثابت ہین واجب القبول ہے
چنانچہ اسی جگہ سے ہی جو کہا ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ واضح ہو کہ
اہل سنت پروردگار کے لیئے لزوم صفات و عدل ضرور نہین جانتے اور کہتے ہین کہ اسصورت مین
مجبوری خدا کی ثابت ہوتی ہے اور بیخواہی نخواہی کرنے کار لازمی کے حالانکہ پروردگار بصورت
موصوف بصفات نہونے کے مجبور قرار پاتا ہی نہ بصورت موصوف بصفات ہونے کے جیسا اوپر
ثابت ہوا کہ جو موصوف بہمہ صفات نہو ہر قبیح اور برائی سے قبیح نہین اور جسپر ہر قبیح قبیح وہ دانا
و قادر و مختار اصلی نہین ہوسکتا پس اور بھی ظاہر ہے کہ جو موصوف بصفات نہین وہ دانا نہین
اور جو دانا نہین وہ قادر و مختار بھی نہین ہوسکتا اور جو دانا و قادر و مختار نہو وہ معبود بھی
نہین ہوسکتا کیونکہ واسطے معبود ہونے کے صفات مذکور کا ہونا لازم ہے کما لا یخفی تو ہرگاہ
پروردگار عالم حسب اعتقاد اہل سنت معبود قرار نہین پاتا تو ظاہر کہ اس اعتقاد کی روسے جملہ
مذاہب و عقائد اہل ملت باطل متصور و مذہب دہریان وغیرہ حق و مذہب اہل سنت یقیناً
بمذہب دہریان وغیرہ داخل حالانکہ یہ امر برخلاف اس ثبوت کے ہوتا ہی جو بدلائل ارد
اوپر ثابت کیا گیا لہذا بخوبی ثابت ہوا کہ پروردگار عالم دانا و قادر و مختار و موصوف بہمہ صفات
و معبود و عادل ہی اور مذہب اہل سنت مثل مذہب دہریان وغیرہ باطل چنانچہ اوسکا قرآن میں ارشاد ہے
کہ الحمد للہ رب العالمین لیعنی سب تعریف اللہ کو ہی جو پروردگار ہے سارے عالم کا پس ظاہر ہے

کہ تعریف واسطے صفات کے ہے نہ واسطے قبیحات کی فاعتبروا یا اولی الابصار

مبحث دوم بیان مین اُن امورات کے جنکا دریافت کرنا بعد یقین وجود خدا و قبل از اقرار رسالت ضرور ہے اور اُسمین چار بحثین ہین

بحث اول مسئلہ جبر و اختیار مین

چونکہ مسئلہ جبر و اختیار و قضا و قدر بسبب نہ رجوع رہنے کل اہل دین کے طرف شارحان معتبر و معتمد یعنی صادق و معصوم کے ایسا پریشان و مشکل ہو گیا ہے کہ اسکی فکر و غور انسان کو ہزار دلت توہمات مین مبتلا کر دیتی ہے اور توہمات جسکے اثبات مین ہر مدعا اور ہر مقصود اصلی و تحقیقی کے رخنہ زن و خلل انداز ہوتے ہین اسلیئے خلاف اصل مقرر اس رسالہ کے بیان اُسکا ضرور ہوا مسئلہ قضا و قدر بحث مابعد مین بیان کیا جاویگا انشاء اللہ تعالے لیکن جبر و اختیار تحقیق کرنا اس امر کا ہے کہ آیا انسان اپنے افعال مین مختار خلق کیا گیا یا مجبور پس واضح ہو کہ واسطے دریافت اصلیت اس مسئلہ کے اور بنا بر انسداد توہمات ابتدائی کے پہلے معلوم کرنا اس تمہید کا ضرور ہے کہ خداوند تعالے کل شئ پر قادر ہے یعنی اُن کل قدرتون اور اُسکی جملہ شقتون پر قادر ہے جسکو اذہان انسانی احاطہ کر سکین یا نہ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے کہ واللہ علی کل شئ قدیر اور بجمیع صفات کمال موصوف ہے اور کوئی قبح اسمین نہین جیسا بحث سوم مبحث اول مین عقلاً ہے ثابت ہو چکا تو چونکہ ظاہر ہے کہ وجود شئ بہتر ہے عدم سے اُسکی اور یہی ظاہر ہے کہ وجود مین نہ لانا ان سب قدرتون کا جسمین اُسکو کوئی محنت درکار نہین مثبت بخل عظیم ہے بلکہ مخل اختیار و اظہار و اثبات جملہ محامد و صفات لہذا اُسکو ضرور منظور ہوا کہ اپنی کل قدرتون کو جو اُسکی ذات مستجمع الصفات مین موجود ہین بطوریکہ مثبت صفتی از صفات ہون نشانی عرصہ وجود اور ظہور مین لائے نہ کہ عدم مین رکھے ورنہ بسبب پسند کرنے عدم و ترک محامد کی کہ یہ سبب

لزوم ثابت ہوتا ہے لہذا وہ خالق برحق وقادر مطلق اس عالم ایجاد اور اس دار کون وفساد کو عرصۂ
وجود اور ظہور مین لایا اور دار آخرت کو لائیگا مگر یہان یہ شبہہ نگذرے کہ بہت سی قدرتین جنکو ذہان
احاطہ کرسکتے ہین وجود انکا اس دنیا مین ظاہر نہین ہوتا پس وہ سب قدرتین متعلق اظہار دار
آخرت کی متصور ہین اور دار آخرت مین ضرور ظاہر ہونگے بلکہ اسی رو سے وجود دار آخرت کا ثابت ہوتا ہے
جیسا بحث معاد مین ظاہر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالے پس چونکہ ثابت ہوا کہ پروردگار کو بتقاضائے
صفات ذاتی اپنے کل قدرت ہای رنگارنگ وصنعتہائے گوناگون کا باختیار ومرضی وجود وظہور مین
لانا ضرور تھا۔ اور یہی ظاہر ہے کہ ظہور صناعت متعدد اور مختلف کا دلیل ہے او پر از دیاد اور
کمال قدرت صانع کے نظر بر آن اُس خالق برحق وقادر مطلق نے کہ علی کل شیٔ قدیر ہے
اپنی مخلوقات بیحد وشمار مین بنظر اثبات ہر قدرت واظہار ہر شق ہر خلق کو ایک قاعدۂ جدا اور
ایک اصول علیحدہ پر حسب مشیت ومقصود ضروری اپنے خلق فرمایا اور بعد اُسکے ہر خلق سے ساتھ
حسب قاعدہ واصول مقررہ اُسکی خلقت کے پیش آتا ہے اور معاملہ کرتا ہے تاکہ اصول غلط ہوکر
خلاف مشیت ومقصود اور یہی خلاف عدل وانصاف کے واقع نہو جو صریح مذموم ہے اور ظاہر ہے
کہ نوع اور طرح اور صور اور قاعدہ اور اصول خلقت مین خالق وصانع مختار ہے مخلوق ومصنوع کو
استحقاق تکرار نہین کہ باوجود قدرت ہمکو فلان اصول پر کیون نہین بنایا یا ہمارے ساتھ
مطابق فلان قاعدہ کے کیون نہین پیش آتا لہذا انسان کو واسطے دریافت کرنے اس
مسئلہ کے اتنی ہی فکر وغور درکار ہے کہ آیا ہمکو پروردگار نے ہمارے کس اصول پر خلق
فرمایا ہے یعنی مختار یا مجبور نہ یہ کہ مختار کیون پیدا کیا اور مجبور کیون نہین پیدا کیا۔ یا
بالعکس یا علاوہ اسکے اور اسقدر کا دریافت کرنا بذریعہ اپنے افعال بدیہی کے جو پیش نظر
ہین اور یہی بغور اقوال واحکام عادل مطلق کے (کہ مطابق اصول مقررہ ہونگے نہ خلاف)

مشکل نہین یعنی ہم اپنے افعال کیطرف نگاہ کرنے سے معلوم کرتے ہین کہ بعض افعال و حرکات
ہمارے مختارانہ ہین اور بعض مجبورانہ اور جو مجبورانہ ہین اُنہین بعض مشق و محنت علومی و فنونی
وغیرہ سے اختیار مین آجاتے ہین اور بعض کسیطرح نہین اور فرق بینہم بخوبی ہمپر ظاہر ہے مثل
حرکت کتابت کے کہ اختیاری ہے جبتک چاہتے ہین لکھتے ہین اور جب چاہتے نہین لکھتے خلاف
حرکت رعشہ کے کہ ہزار قصد پر بھی موقوف نہین کرسکتے اور مثلاً چلنا پھرنا کہ جب چاہتے ہین چلتے ہین
اور جب چاہتے ہین کھڑے ہوجاتے ہین یا بیٹھ رہتے ہین اور اوچکنا چھوٹی چھوٹی دیوارون کا کہ
باوجود مجبوری مشق و محنت سے حاصل کرلیتے ہین بخلاف اوڑنے کے کہ ہزارہا قصد و مشق
و محنت پر بھی ممکن نہین ہوتا علی ہذا اس سبب سے ہم بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ ہم مختار و مجبور دونون
پیدا کئے گئے ہین اور بھی سمجھ سکتے ہین کہ کون کون افعال مین مختار ہین اور کون افعال مین
مجبور ہین چنانچہ ایک شخص نے جناب امیر علیہ السلام سے سوال کیا کہ ہم مختار پیدا ہین یا
مجبور آپ نے فرمایا کہ ایک پاؤن اپنا اوٹھا اُسنے اوٹھایا پھر فرمایا کہ دوسرا پاؤن بھی
اوٹھا اُسنے عرض کیا کہ دونون پاؤن ساتھ نہین اوٹھ سکتے فرمایا کہ بس یہانتک تو مختار
پیدا کیا گیا ہے اور یہانتک مجبور اور بھی بطرف اقوال و احکام آلہی کے غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے
کہ پروردگار عالم نے انسان کو بہت امرون کی تکلیف دیکر اُسپر ثواب و عقاب کا وعدہ فرمایا ہے
اور ہزارون مقام پر نیک کارون کی تعریف اور بدکارون کی مذمت فرماتا ہی جیسا کتب مبسوطہ
مین تفصیلاً درج ہے پس اگر افعال تکلیفی اختیاری نہوتی تو اُنپر وعدۂ ثواب و وعید عقاب یا
صفت و مذمت جائز نہوتی خصوص پروردگار سے کہ افعال لغو اُس سے ممکن نہین علی الخصوص
عقاب کہ فعل غیر اختیاری پر ظلم عظیم ہے صریحاً و بدیہیاً اس سے صاف یقین ہوتا ہے کہ
افعال تکلیفی (کہ اصل غرض و بحث اُنسے ہی) نیک ہون یا بد اختیاری ہین یعنی انسان

مختار پیدا کیا گیا ہے اُنکو کرنے اور نہ کرنے پر نہ مجبور لیکن چونکہ مدد مناسب کرنا کارخانجات مین
برحمت خاص یا بوجہے من الوجوہ عیب نہین بلکہ نوعی از شفقت و لطف متصور ہے لہذا پروردگار
عالم کار نیک مین جب چاہتا ہے بقدر مناسب اور بمقام جائز حسب لیاقت و استعداد مدد فرماتا ہے
جیساکہ خود ہدایت فرماتا ہے کہ کہو وایاک نستعین نہ کہ شرکت و اعانت بکار ہائے بد
جو باعث عقاب و عذاب ہین ہر آئینہ ظلم عظیم متصور ہے اور ایسا ظلم ہرگز اُس عادل مطلق سے
ممکن نہین کہ جس فعل کو خود کرے یا خود کرا دے اُسپر بندگان ضعیف بیچارہ کو مبتلائے عقاب و
عذاب فرمائے حالانکہ خود فرماتا ہے کہ ان اللہ لیس بظلام للعبید اور یہی ہے اعتقاد مذہب
امامیہ اثنا عشریہ کا نسبت اس مسئلہ کے حسب کلام معصومین علیہم السلام جیساکہ لکھا ہے
کہ ایک مرتبہ ابو حنیفہ امام اعظم سنیان نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے اس مسئلہ
دقیقہ مین سوال کیا کہ یا غلام ممن المعصیۃ یعنی اے پسر معصیت از کیست آنحضرت نے جواب
دیا کہ تین حال سے باہر نہین ہے یا یہ کہ معصیت از جانب خدا کے ہے اور بندہ کو اسمین کچھ
دخل نہین مگر اس صورت مین سزاوار نہین ہے خدای کریم کو کہ عذاب کرے اوپر بندون کے
بسبب اُس فعل کے کہ اُنسے صادر نہین ہوا یا یہ کہ بشراکت بندہ و خدا کے صادر ہوتی ہے
تو اس صورت مین بھی سزاوار نہین ہے شریک قوی کو کہ ظلم کرے شریک ضعیف پر لہذا
ضرور ہے کہ معصیت فعل مخصوصیہ بندگان ہو اور یہی حق ہے پس حق تعالے کو اختیار ہے کہ چاہے
عذاب کرے اُسپر یا عین کرم سے اپنے عفو فرمائے اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول
ہے کہ نزدیک آنحضرت کے مذکور ہوا مذہب جبر و تفویض کا پس فرمایا کہ ہم اس بات مین تم
لوگون کو ایک اصل و قاعدہ کلیہ بتلا دیتے ہین کہ اگر کوئی مخاصمہ کرے تمسے اس مسئلہ مین
تو غالب آؤ اُسپر لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اللہ تعالے اطاعت نہین کیا جاتا ہے

باکراہ کہ اُسپر جبر کرے اور معصیت نہین کیا جاتا ہی ساتھ غلبہ کے کہ باز نہین رکھ سکتا ہی بندونکو
اُس معصیت سی اور نہ مہمل چھوڑا ہی بندون کو اپنے ملک مین بلکہ وہ مالک ہی اُس چیز پر جسپر بندونکو
مالک کیا ہی اور قادر ہے اُس چیز پر جسپر بندون کو قادر کیا ہے اگر اطاعت کرین تو نہین ہے
خدا صرف کنندہ اُنسے اور اگر معصیت کرین تو اگر چاہے تو حائل ہو درمیان اُس معصیت کے
اور اگر حائل نہو تو اُسنے اُنکو اُس کام مین داخل نہین کیا پس فرمایا کہ اگر کوئی ضبط کرے حدود
کو اس کلام کے تو بیشک غالب آوے ہر مخاصمہ کنندہ پر مگر اہل سنت اس مسئلہ مین مختلف ہین
بعضے فرقے اُنکے مثل اشاعرہ کے کہ کل اہل سنت اس زمانہ کے محسوب اُنہین ہین کل افعال
نیک و بد کو طرف خدا کے منسوب کرتے ہین اور بندہ کو محض مجبور جانتے ہین مگر اُن مین سے
حنفی خالق ہر نیک و بد کا خدا کو کہتے ہین اور کاسب بندہ کو اور معنی مین اس خالق اور کاسب
کے بہت اختلاف رکھتے ہین آپسمین الغرض ان اعتقادون کی علت اصلی گو کوئی ہو مگر جو
وجوہ ظاہر کیئے جاتے ہین وہ یہ ہین کہ گروہ اول کہتے ہین کہ بصورت مختاری بندگان مجبوری
خدا ثابت ہوتی ہے اور بھی تعدد خالق معیوب ہی اور ثانی صرف تعدد خالق معیوب جانتے ہین
اور ہزارون آیات و احادیث اور بھی معاینہ بدیہیات سی آنکھین بند کرکے بعض آیت و حدیث
متشابہ کو بہ ثبوت اس مدعا کے دلیل گردانتے ہین حالانکہ یہ رای اُن لوگون کی صریح خلاف
اور باعث فسادہاے کثیرہ کے ہی کیونکہ اول مجبوری خدا آپس ظاہر ہے کہ یہ اختیار جو بندونکو
حاصل ہے بقدرت ذاتی مستقل نہین بلکہ عطا کیا ہوا اُسی پروردگار کا ہی اگر وہ نچاہتا تو
نہ حاصل ہوتا اور جب چاہے سلب کر سکتا ہی اس صورت مین ظاہر ہے کہ بسبب اس اختیار
بندگان کے کوئی مجبوری خدا کی ثابت نہین ہوتی ہے بلکہ خلاف اسکی بصورت نہین پیدا کرنے
ایسی خلقت یعنی خلقت مختار کی نقص قدرت و مجبوری خدا کی ثابت ہوتی تھی کیونکہ شایان قدرت

کاملہ یہی ہے کہ ایک امر کی جتنی شقیں ہوں اُن کل شقوں پر قادر ہو ورنہ جس شق پر قادر نہ کہا جاے
اُس شق پر مجبور تصور ہوگا۔ پس خلقت کی دو شقیں ہیں۔ مجبور و مختار اور ثابت ہو چکا کہ پروردگار
کل قدرتوں اور اُنکے جملہ شقوں پر قادر ہے اور یہی ظاہر ہے کہ انکار اس امر کی قدرت کا بسبب انکار
آیۂ وافی ہدایہ کہ واللّٰہ علی کل شیٔ قدیر داخل کفر ہے لہذا ضرور متصور ہوا کہ پروردگار
ان دونوں شقوں پر قادر ہو اور حسب بیان مندرجہ تمہید بحث ہذا اُسکو ضرور متصور ہے کہ بنظر اظہار
جملہ شقوق ان دونوں قسم کے قدرتوں کو وجود ظہور میں لائے مگر بدیہیات میں دیکھا جاتا ہے
کہ پروردگار عالم نے خلقت ہاے مجبور بہت خلق فرمائی ہیں مثل ستارگان و زمین و آسمان
و نباتات و جمادات وغیرہ کے اور جو خلقتیں متعلق دار آخرت کی از روی آیات و احادیث ثابت
ہوتی ہیں وہ بھی مجبور متصور ہوتی ہیں اسصورت میں وجود کسی خلقت مختار کا بھی ضرور و لازم
ہے ورنہ نقص قدرت ذات میں اُس قادر مطلق کے باقی رہ جاتا ہے اور یہی خلاف ہوتا ہے
اُس اصول کے جو تمہید بحث ہذا میں بدلائل یقینی ثابت ہو چکا اور علاوہ اسکے قدرت صناعت
مجبور انسان یعنی بندگان کو بھی عنایت ہوئی ہے مخصوص بخدا نہیں رکھی گئی ہے۔ خلاف
صناعت مختار کے کہ انسان کے قدرت میں نہیں پس اگر اس صناعت یعنی صناعت مختار پر
خدا بھی قادر نہ پایا جائے اور اُس سے بھی اُس صناعت کا صادر ہونا ثابت نہو تو انسان
بجمیع وجوہ خالقیت میں شریک خدا متصور ہوتا ہے اور ایسا شرک خدا کے لیئے ناجائز اور اسکو
پسند نہیں ہو سکتا تو ہر گاہ پروردگار نے قدرت صناعت مجبور انسان کو عطا فرمائی تو ضرور ہے
کہ وہ خلق خلقت مختار پر بھی قادر ہو اور بنا بر اظہار قدرت کاملہ و خالقیت غیر مشترکہ اپنے کوئی
خلقت مختار بھی (کہ افضل و عمدہ ہے کل خلقتوں میں اور جامع ہے کل قدرتوں کے) خلق
فرمائی تا معنی علی کل شیٔ قدیر کے ذات پر اُس قادر مطلق کے بخوبی صادق آئیں۔ اور

شرکت خالقیت ذات مین اُس خالق برحق کے شریک نہ سمجھی جائے اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ
وجود موجودات سے غرض اصلی پروردگار یہی شعور ہے کہ صفات ذاتی اُسکی جو قلباً مقبول اور
عقلاً ثابت ہین عملاً بھی بدرجۂ اثبات کے پہونچین لیکن یہ امر بطور مناسب وجائز و بدرجۂ اتم
و اکمل بغیر خلق خلقت مختار ناممکن و دشوار ہے یعنی بغیر خلق خلقت مختار بسیاری صفات الٰہی
عملاً ثابت نہین ہوسکتی جیسا تھوڑی غور سے ظاہر ہوسکتا ہے یہ رسالہ اسکی تفصیل مطول کی
گنجایش نہین رکھتا پس اس صورت مین ظاہر ہے کہ اگر کوئی خلقت مختار خلق نہو تو بلحاظ غائی
وجود موجودات مین نقص لازم آتا ہے چنانچہ انھین وجہون سے پروردگار نے حیوانات کو کم
مختار و زیادہ مجبور اور انسان کو برابر مختار اور برابر مجبور پیدا کیا کہ بوجہ شرافت و فضیلت
انسان کے مختاری متوسط حسب قاعدہ فضائل ضرور شعور ہے جیسا کہ از روی بدیہیات و دلائل
یقینی مندرجۂ بالا کے ثابت ہوچکا اور جنات کو زیادہ مختار و کم مجبور خلق فرمایا و انبیا و ائمہ علیہم
السلام کو بہت چیزون کی قدرت دی ہے جو اورون کو نہین دی اور زیادہ تر مختار خلق فرمایا
نہ مختار کامل کہ یہ صفت مخصوص ذات پروردگار کے لیے ہی دوسرے کے واسطے روا نہین
کما لا یخفی علی الماہرین چنانچہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک روز
جناب امیر علیہ السلام نے ایک جماعت پر اہل کوفہ کے گذر کیا کہ وہ لوگ خصوصیت مین اس مسئلہ کے
مخاصمہ کرتے تھے پس پوچھا متکلم سے کہ **بالله یستطیع ام مع الله ام من دون الله**
وہ کچھ جواب نہ دے سکا پس فرمایا کہ اگر گمان ہے تجکو کہ بسبب اللہ کے استطاعت و قدرت رکھتا ہے
تو پس نہین ہے کوئی قدرت تجکو باستقلال اور اگر گمان ہے کہ ساتھ خدا کے استطاعت رکھتا ہی
تو گمان کرتا ہے کہ تو ساتھ خدا کے اُسکے ملک مین شریک ہی اور اگر گمان ہے کہ بغیر اللہ کے استطاعت
رکھتا ہے تو تو نے دعواے الوہیت کیا پس اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین ایسا نہین ہے بلکہ ہم

کہتے ہین کہ بسبب اللہ کے مستطیع وقادر ہین بواسطہ آنکہ اوتعالے نے ہمکو توانائی بخشی اور اسباب آلات عطا فرمائے پس جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو سواے اس کلام کے کہتا تو مستوجب قتل ہوتا پس اس بیان سے بخوبی ثابت ہی کہ خلق کرنا علت مختار کا کچھ باعث مجبوری خدا نہین سکتا ہو بلکہ امر بالعکس سے مجبوری اُسکی ثابت ہوتی ہے بلکہ اوتعالے نبظر اختیار و اظہار محامد و صفات باختیار و مرضی اپنے مجبوری ظاہری کو اختیار کر سکتا ہے یعنی جسکو ظاہر مین بتعین مجبوری کرتے ہین مثلاً جیسے صبر کرنا ظلم بندگان پر یا جیسے واجب کرنا لطف یعنی تعلیم تکلیفات کو اپنے اوپر تکلیف دہی واجبی نبظر اظہار و اثبات عدل یا واجب کرنا ایفاءِ وعدہ کو اپنے اوپر بوعدہ نمائی لازمے نبظر اظہار و اثبات صدق مگر ظاہر ہے کہ یہ مجبوری باصلہ مجبوری تصور نہین ہو سکتی کیونکہ مجبوری فکِ قدرت کو کہتے ہین اور اسمین فکِ قدرت لازم نہین آتا لہذا یہ مجبوری باصلہ مجبوری نہین ہے بلکہ اختیارِ مصالح و محامد متصور ہے دوم تعدد خالق پس ظاہر ہے کہ افعال یا مصنوعات عباد نسبت دینا شاید لفظ خلق کی صریح بیجا ہے کیونکہ افعال یا مصنوعات بندگان کیطرح قابل الخلق متصور نہین ہین بلکہ صرف قابل الاختراع والابداع ہین اور اگر یہان لفظ خالق سے اختراع و اغاز کنندہ مراد ہے تو ظاہر ہے کہ لفظ خالق ایک صفت ہی صفات الٓہی سے اور اکثر صفات الٓہی متعدد ہین یعنی بندون کو بھی بقدر مناسب عنایت فرمائے گئے ہین مثل رحم و عدل و عفو و حلم و سخا وغیرہم کہ انسان مین بھی ظاہر و ثابت ہین تو اس صورت مین تعدد اس صفت کا یا نبظر بدیہیات معلوم ہو سکتا ہے یا باظہار خدا پس اگر بدیہیات کیطرف نگاہ کیجاوے تو انسان بھی موجد و صانع صناعت متعددہ اور کثیرہ کے پائے جاتے ہین اور اگر کلام خدا کیطرف رجوع کیاجاے تو اوتعالے فرماتا ہے کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین یعنی پس پاک ہی اللہ کہ نیک خلق کرنے والا ہے خالقون مین سے تو ظاہر ہے کہ اس ایک آیت سے دونون مقصود ثابت

ہوتے ہین اول لفظ خالقین سے کہ جمع خالق کی ہے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اس معنی مین صفت
خالق خصائص پروردگار سے نہین رکھی گئی بلکہ دوسرون کو بھی عنایت ہوئی ہے بندون سے دوسرے
لفظ احسن سے اشارہ ہو سکتا ہی کہ خدا نیک و بد کا چیزون کا خالق ہے نہ بد اور عبث چیزونکا خالق
اور علاوہ اسکے ظاہر ہو چکا کہ ذات پروردگار مین بجز صفات حسنہ قبیحہ نہین اسلئے صادر ہونا
افعال بد کا اُس سے غیر امکان اور ظاہر ہے کہ کوئی فعل جتبا سخود ایجاد کنندہ فاعل یا معلم مشکل
نہوا ایجاد نہین ہو سکتا اسصورت مین جو فعل جس سے ایجاد وہ آغاز ہو وہ اُسکا موجد و فاعل
یا معلم دونون متصور ہوگا نہ صرف موجد پس ہرگاہ خدا فاعل یا معلم افعال بد کا نہین ہو سکتا
تو خالق بھی افعال بد کا نہین ہو سکتا مگر عالم و قادر بلکہ اُس معنی مین خالق افعال بد کے
وہی لوگ تصور ہونگے جنہون نے فعل بد کا اول ایجاد یا اول ارتکاب کیا شیاطین سے ہون
یا انسان سے اور ہرگز قلب و عقل کو گوارا نہین ہوتا بلکہ قلب و عقل یہی کہتے ہین کہ مصلحت
سمجھ مین آئے یا نہ اوتعالے نے کوئی چیز عبث و بیفائدہ خلق نہین فرمائی مثلاً خلق آتش کہ
صفت سوختگی رکھتی ہے پس ظاہر ہے کہ ہزارہا منافع اس صفت سے متعلق ہین اور جو کچھ ضرر
متصور ہے وہ بے احتیاطی و عصیان بندگان مختار سے ہے نہ حتمی و بذاتہ حتی کہ اسی طرح خلق
شیطان تک خالی از مصلحت نہین اگر اس اصول کو قائم رکھکر غور کیا جائے کہ اظہار ان سب
قدرتون کا صرف لغرض اثباتِ کمال جملہ صفات کے ہے مثل صفت قدرت و عدل و رحم
و عفو و بخشش و حلم و صبر و کبر و قہر وغیرہا کے تو منافع و مصالح بہت سے امور کے سمجھ مین
آجا سکتے ہین یہ رسالہ اس تشریح کی گنجائش نہین رکھتا اور نہ تشریح اسکی ضرور ہے بلکہ اس
مسئلہ مین زیادہ فکر کرنا ناجائز و ممتنع ہی کیونکہ منافع و مصالح جملہ امور کے عقل ناقص انسانی سے
نکل نہین سکتے ہین اور جو کچھ نکالا جاے اُسکی بھی حسب واقع ہونے کا یقین نہین ہو سکتا مگر

دربارہ بدی شیطان اسقدر سمجھنا کافی ہے کہ وہ برائیاں مثل انسان باختیار خود کرتا ہے نہ بجبر خدا
صرف اسقدر ہے کہ اوتعالے نے شیاطین کو بہ نسبت انسان کے زیادہ تر ذی اختیار خلق کیا ہے
سو یہ قبیح نہین بلکہ مثبت کمال قدرت ہے جیسا ظاہر ہوا الغرض خدا خالق فعل بد نہین ہو سکتا
مگر خالق اسباب اصلی فعل یعنے خالق قوت اور سامان جنسے فعل ممکن الایجاد والارتکاب ہو یعنی قدرت
ایجاد و اصدار ہر فعل عطا کردہ پروردگار ہے کہ یہ امر بصورت خلق خلقت مختار ضرور متصور ہے یعنی
مخلوق مختار کے لیئے ضرور ہے کہ اُنکو ایک ایسی قوت محرک اور فعال عطا کیجاے اور اُنکے لیئے ایسے
سامان خلق کر دیئے جائین کہ جنکی رو سے صادر کرنا ہم افعال نیک و ہم افعال بد کا ممکن ہو
نہ ضرور اور اگر وہ فعل خطا قرار دیا جاے تو ضرور ہے کہ ایک ایسی فہم غایت کیجاے کہ جس سے
تمیز ہر نیک و بد کی آسان ہو یا کوئی صورت آسان اُس تمیز کی قائم کر دی جاے مثل ہدایت رسولان
وغیرہ کے اور بعد اسکے چھوڑ دیا جاے اختیار پر اور باوجود قدرت دخل اور انسداد کے نہ دخل
دیا جائے نہ انسداد کیا جائے مگر بقدر مناسب تا باختیار خود چاہین نیک کرین چاہین بد چاہین
دونون کے مرتکب ہون دو وقت مین یا نیک و بد دونون کو ترک کرین دو وقت مین اور یہی
ظاہر ہوتا ہے بدیہیات اور غور احکام الٰہی سے جیسا اوپر ظاہر ہوا تو اس صورت مین ظاہر ہے
کہ پروردگار خالق افعال بد کا قرار دیا جا نہین سکتا مگر خالق اور معطی قدرت اور قدرت رکھنا فعل
بد پر مذموم نہین خدا بھی ہر شی پر قادر ہے بلکہ پروردگار نے کوئی قوت اور کوئی سامان ایسا خلق
نہین فرمایا کہ جس سے مخصوص صدور افعال بد ضرور ہو بلکہ ممتزج و مشترک القوی الغرض
افعال نیک و بکار اور امکان افعال بد و عبث جیسے مارنا و تھپکارنا کہ دونون ایک ہی قوت
محرکہ فعالہ دستی کے متعلق ہے اور مارنا بد ہے اور تھپکارنا نیک ہے پس اگر وہ قوت عنایت نہوتی
تو تھپکارنا یعنی فعل نیک بھی ممکن نہوتا اور جس طرح خلق آہن کہ تیغ عدل و شمشیر ظلم دونون اُس سے

بنتے ہین پس اگر آہن خلق نہوتا تو تیغ عدل بھی معدوم ہوجاتی۔ سوم آیات واحادیث متشابہ
پس ظاہر ہے کہ باوجود ثبوت اختیار انسان از بدیہیات وادلہ قطعیہ اور بھی از روے بسیاری
آیات واحادیث احکامیہ وتکلیفیہ وصفاتیہ وذمیہ سب سے انکمین نیند کرکے اور ترک صفت عدل
(کہ جامع اور عمدہ ترین صفات سے ہے) او تعالے پر جائز جانکر اور ارتکاب قبح ظلم کہ بدترین
قبوحات سے ہے او تعالے سے روا رکھکر بعض آیات واحادیث متشابہ المعنی یا دقیق المعنی یہ
(یعنی جنکے معنی کی تشریح نہین کی گئی) دل دینا اور خلاف مدعا محکم معنی لگا لینا کسی طرح قابل سند
و پذیرائی نہین بلکہ لازم یہی ہے کہ ایسے آیات واحادیث کے معنی مین دخل ندیکر علم خدا ورسول
پر چھوڑ دین جیسا کہ او تعالے فرماتا ہی کہ **وما یعلم تاویله الا الله** یعنی نہین جانتا ہی کوئی
تاویل قرآن کی مگر اللہ پس اس سے ظاہر ہی کہ کلام الٰہی خالی از تاویل نہین اور یہی ظاہر ہے
کہ تاویل اُسکی سواے خدا کے کوئی نہین جان سکتا یا وہ لوگ جان سکتے ہین جنکو اُسنے علم عطا
فرمایا ہو (کہ وہ سواے رسول صلعم و ائمہ اطہار علیہم السلام کے کوئی دوسرا یقیناً ثابت نہین
جیسا بحث خلافت مین ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ تعالے) اور جیسا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ جو لگاوے
معنی قرآن کے اپنے راے سے تو اگرچہ حق پر پہونچے تو بھی گنہگار ہوگا چہ جائے کہ ناحق پر پہونچے
اس صورت مین کل کلام الٰہی کو ظاہر معنی مین سمجھنا یا خلاف مدعاے محکم براے خود کوئی معنی لگا دینا
کسیطرح جائز نہین ہوسکتا چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ عمل کرو محکمات پر اور چھوڑ دو متشابہات
کو کہ وہ تمکو فائدہ دے نہین سکتے ہین یعنی اُنکے معنی سمجھنے مین کچھ فائدہ اور نہ سمجھنے مین کچھ نقصان
نہین ہو باقی بحث اس مقام کی کتب مبسوطہ مین درج ہے یہ رسالہ تشریح کی اُسکے گنجائش نہین
رکھتا۔ اب جاننا چاہیے کہ اکثر لوگ ایسے توہمات قائم کیا کرتے ہین کہ پروردگار عالم نے کہ
کل شی پر قادر ہے کوئی ایسی قوت کیون نہ عطا فرمائی کہ جسکے ذریعہ سے انسان کل امور واحکام

غیبیہ پر اسکے بلا واسطہ پیغمبران وعلما خود بخود واقف و آگاہ ہوکر بلا شبہہ و شک مطابق اسکی تعمیل
کیا کرتے یا یہ کہ ہمارے دلون کو ایسا کیون نہین بنایا یا کیون نہین بنا دیتا کہ ہم برخلاف مرضی اسکے
خواہش و عمل نکر سکین (یعنے باوجود قدرت ہمارے مادہ کو ایسی قابلیت و استعداد کیون نہین عطا کی کہ ہم
خواہی نخواہی کارہاے نیک یعنی اسکی مرضی کے موافق کام کرتے رہین) یا یہ کہ جو لوگ انکار پیغمبران
یا امام کا کرتے ہین یا انکو ایذا پہونچاتے ہین یا انکے ساتھ جنگ و جدل کرتے ہین انکو یکبارگی
استاصل کیون نہین کر دیتا یا یہ کہ پیغمبرون کو شکست وغیرہ امور مغلوبانہ کیون واقع ہوتے ہین
علی ہذا ایسے ایسے توہمات سے یقین کو اپنے متزلزل کیا کرتے ہین پس واضح ہو کہ اوپر ظاہر ہو چکا ہے
کہ پروردگار عالم نے ہر خلق کو اپنے مخلوقات کثیرہ سے ایک ایک اصول علحدہ اور مختلفہ پر پیدا کیا ہے
اور اندر اسی اصول کے انہین عمل درآمد کرتا ہے اور یہی عقلاً بھی مناسب متصور ہے کسی کو
اسمین جاے چون و چرا نہین یعنی کوئی یہ کہ نہین سکتا کہ کل مخلوقات کو ایک ہی اصول پر یا فلانے
خلقت کو فلان اصول پر کیون نہین خلق فرمایا (کیونکہ علاوہ اسکے کہ اس امر مین خالق مختار
و مخلوق کو استحقاق تکرار نہین ہے) ظاہر ہے کہ خلق مخلوقات سے مقصود اصلی اظہار قدرت ہے
اور اظہار انواع قدرت بغیر خلق انواع خلقت ممکن نہین لہذا خلق انواع خلقتا و پر انواع
اصول کے ضرور متصور ہوا اور یہی ضرور ٹھہرتا ہے کہ او تعالے مطابق اصول مقررہ اسکے خلقت کے
معاملہ کرے جیسا تمہید بحث ہذا مین ثابت ہو چکا ہے اور بھی ثابت ہو چکا کہ انسان از روے اصول
خلقت اپنے افعال تکلیفی مین مختار پیدا کیا گیا ہے نہ مجبور ایسے حالت مین مسلط کرنا پروردگار
کا ایسے عقل و فہم کو کہ کل احکام الہی خود بخود معلوم کرے یا نیک بنا دینا قلب کا جس سے
سواے از افعال نیک کے افعال بد صادر ہو سکین خلاف اصول خلقت و خلاف مقصود متصور ہے
کیونکہ اس حالت مین انسان مجبور ہوا جاتا ہے خواہی نخواہی صادر کرنے پر افعال نیک کے

نہ کہ مختار باقی رہتا ہے اور علاوہ اسکے اس قسم کی خلقت مجبور تو فرشتے موجود ہین کہ بغیر وسیلۂ پیغمبر

از روی الہام الٰہی کل احکام و مدعای پروردگار پر واقف ہوکر بلا انکار و اکراہ انجام کیا کرتے ہین

اور سوائے کار نیک مقررہ و مقصودہ الٰہی کے کوئی دوسرا فعل اُنسے سرزد نہین ہوتا جیسا او تعالیٰ

فرماتا ہی لا یعصون اللہ ما امرہم و یفعلون ما یؤمرون تو اگر انسان بھی ایسا ہی

پیدا کیا جاتا یا ساتھ اُسکے بھی ایسا ہی معاملہ کیا جاتا تو فرشتہ ہوتا نہ انسان [illegible]

سے مقصود خلق انسان ہے نہ خلق فرشتہ کہ فرشتے خود بجد و شمار خلق ہین [illegible] اگر بحالت [illegible]

یا ابتدا سے پیغمبران وغیرہ لوگ یکبارگی مستاصل کر دیئے جائین تو یہ [illegible]

اور دکھانا زور قدرتی کا گویا مجبور کرنا ہے انسان کو اوپر خواہی نخواہی اختیار کرنے [illegible]

کارہا سے نیک کے اور یہ خلاف ہوتا ہے اصول خلقت انسانی کے کیونکہ ظاہر ہوا کہ انسان مختار

پیدا کیا گیا ہے اپنے افعال مین کہ بخوشی خاطر جیسا چاہے ویسا کرے اگر مجبور کرنا خدا کو منظور ہوتا

تو مجبور کیون نہ پیدا کرتا چنانچہ اسی سبب سے پروردگار زور قدرتی نہین دکھاتا بلکہ اختیار پہ

چھوڑ کر اندر اُسی اصول کے بحکمت و مصلحت کارفرما ہوتا ہی مگر اُسقدر جو پیغمبرون کے برحق سمجھنے

کے لئے ضرور ہو نہ اس سے زیادہ اور بھی اسی سبب سے جن لوگون پر بسبب بد دعای پیغمبران

عذاب نازل فرمایا اُنکو پھر مہلت نہین دی کہ بعد دیکھنے اُس عذاب کے دنیا مین قائم رہکر

مجبوراً دین کو اختیار کرین بلکہ اُنکو یکبارگی نیست و نابود کر دیا اور بھی اسی سبب سے پیغمبرون کو

بغیر ضرورت شدید حکم جہاد دیا نہین جاتا اور جب دیا جاتا ہے تو گاہی شکست وگاہی فتح

دونون واقع ہوتی ہے تاکہ زور قدرتی ثابت نہو سکے جسکے خوف سے لوگ بالکلیہ مجبور ہو جاکر

اختیار دین پر اور یہ امر محض خلاف اصول و مقصود ہو جائے چنانچہ اسی وجہ سے پیغمبرون اور

ہادیون کو ایذا سہنی اور مصیبت اوٹھانی ضرور ہوتی ہے کہ بغیر اسکے اختتام ہونا حجت پروردگار

ممکن نہین کیونکہ بنا بر اختتام حجت پروردگار بشارت و انذار یعنی خوشخبری دینا اور نذرت دلانا
خلائق کا انکو ضرور ہے اور انسان حسب اصول خلقت اپنی اطاعت کرنے یا ایذا پہونچانے
دونون پر مختار مگر بصورت ایذا رسانی بغیر حصول قوت ظاہری نزد قدرتی یا مجازی کے ایذا
یا تبادلہ اس ایذا کا باعث مجبور کرنے انکو فعل اختیاری انکے سے خلاف اصول خلقت
انسانی و خلاف عدل ہے لہذا باوجود قدرت رد و بدل صبر برایذای مذکورہ ورنہ لازم ہے
اور ظاہر ہے کہ صبر اصلی وہی ہے کہ باوجود قدرت رد و بدل کی کیا جائے نہ کہ وہ جبریا البتہ مجبور
کے کیا جاے لیکن بعوض اس ایذا و مصیبت کے جو باوجود قدرت رد و بدل سہی جاتی ہے
اور بعوض اس صبر و شکیبائی کے جو صرف نظر قائم رکھنے اصول مقررہ پروردگار کے کیجاتی ہے
صلہ تام اور مدارج عالی انکو عنایت فرمائے جاتے ہین — واللہ اعلم بالصواب

بحث دوم مسئلہ قضا و قدر مین

واضح ہو کہ معنی قضا و قدر کے بہت ہین خصوص لفظ قضا بمعنی متعدد کلام شریف مین آیا ہے
مثل علم و حکم و قول و ختم و فراغ وغیرہ مگر مشہور قضا بمعنے تقدیر ہے اور تقدیر ان کل احوال
بندگان سے مراد ہے جو خدا کو معلوم ہین یا حسب علم اسکے لوح محفوظ اور لوح محو و اثبات پر
لکھ رکھے گئے ہین اسصورت مین تقدیر علم پروردگار متصور ہے خصوص نسبت افعال بندگان
کے کہ افعال تکلیفی اسمین داخل ہین اور یہی اعتقاد ہے مذہب امامیہ اثنا عشریہ کا نسبت
تقدیر کے حسب اقوال معصومین علیہم السلام مگر اہل سنت خلاف اسکے کل تقدیرات کے
تعینی ہونے کا اعتقاد رکھتے ہین پس اگرچہ نسبت امور علاوہ افعال تکلیفی مثل رزق و اولاد
و موت و دیگر حادثات و واقعات اتفاقی جسمین افعال تکلیفی شامل نہون ممکن ہے کہ تقدیر
تعینی ہو لیکن اسصورت مین ضرور ہے کہ تعین بقاعدہ عدل و انصاف کیا گیا ہو کیونکہ

اگر بقاعدۂ عدل و انصاف تصور نکیا جائے تو بقاعدۂ ظلم و جور تصور ہوتا ہے اور ظلم و جور خدا سے
نا ممکن مگر چونکہ ضرور ہے کہ وہ عالم مطلق علم اس تعین کا بھی قبل سے رکھتا ہو لہذا نسبت امور
مذکور بھی [illegible] علم تقدیر اول متصور ہے اور تعین و تحریر تقدیر ثانی اور یہی مراد ہے علمای امامیہ
کے کل تقدیر علمی سے لیکن تقدیرات سب امور کے بھی تعینی ہونے مین بہت کلام ہے کیونکہ ایک
قسم کی خلقت کی نسبت بلا وجہ تعین مختلف جو صریحاً و بداہتاً ظاہر ہے اور بعضون کا [illegible]
و صالح و [illegible] بدکار و لغو و فرمانبردار یعنی کسی قسم کے استحقاق کے [illegible]
خلاف عدل تصور ہوتا ہے اور خلاف عدل قبیح ہے خدا سے نا ممکن الوقوع ہے اگر [illegible]
کو مثل تعین صریحی کے تصور کیا جائے تو اگرچہ ایسی تعین مین کوئی ظلم ثابت نہین ہوتا مگر [illegible]
بسبب نہین رہنے تعینِ بالاختیار کے داخلِ تعین تصور نہین ہو سکتا اس [illegible]
پروردگار نے باوجود قدرت تعین کے کل تقدیرات کو غیر تعینی [illegible]
کہ اس تقدیر غیر تعینی مین حسب مناسبت و استحقاق یا بمرضی خاص اس وقت [illegible] تغیر
تبدیل فرمایا ہو یا فرمائے جسکا کچھ حال ہم بعد ازین شامل تقدیر [illegible]
انشاء اللہ تعالی مگر تقدیر افعال تکلیفی انسان کہ یہان پر اصل غرض [illegible] تعینی
نہین ہو سکتی کیونکہ تقدیر تعینی مین مجبوری انسان کی ثابت ہوتی ہے اور یہ خود ہی [illegible] صادر
افعال معینہ کے اور مجبوری انسان کی خلاف ہوتی ہے اس اصول و اختیار کے جو [illegible] مسئلہ
جبر و اختیار مین بدلائل قطعیہ ثابت ہو چکا اور وہی قباحت درپیش ہوتی ہے لہذا ضرور ہے
کہ نسبت افعالِ مذکور الصدر تقدیر علمی ہو اور ظاہر ہے کہ ہرگاہ پروردگار نے انسان کو فعال
بالاختیار پیدا کیا ہے تو ضرور ہے کہ اُسنے باختیار خود کچھ نہ کچھ افعال صادر ہون اور جو افعال
اُسنے باختیار خود صادر ہونے والے ہون ضرور ہے کہ علم پروردگار اُن تخمینات [illegible]

پس اوتعالے نے حسب علم محیط اپنی دریافت فرماکر درج فرمائی اور چونکہ علم خدا خلاف اور غلط نہین ہو سکتا
اسلیے جو کچھ اُسنے اپنی علم سے دریافت کرکے لکھدیا ہے وہی ہوگا نہ خلاف اُسکے صورت مین تقدیر سے مراد
وہی مخفیات و مقدرات ہین جو بندگان فعال بالاختیار سے باختیار خود صادر ہونے والی ہون جنکو
علم پروردگار محیط متصور ہے تحریر کیے جائین پس ظاہر ہے کہ انسان بوجہ اس تقدیر کے اپنے
افعال مین مجبور تصور نہین ہو سکتا بلکہ افعال اختیاری اُسکے مندرج کیے گئے ہین لیکن یہ عدم
تعین تقدیر بضرورت خلق خلقت مختار باختیار و مرضی و مشیت پروردگار متصور ہے اور اسیکو
قضاء معلق کہتے ہین ورنہ اگر خدا تعین فرمانا چاہتا تو قادر و مختار تھا اور اُس حالت مین مطابق
تعین واقع ہوتا نہ خلاف تعین اور اب بھی قادر و مختار ہے کہ جس تقدیر غیر تعینی کو چاہے منسوخ
کرکے تقدیر تعینی قرار دے یا تقدیر غیر تعینی خواہ تقدیر تعینی مین حسب خواہش و
ضرورت یا حسب مشیت ایزدی تغیر کر دے گو بوجہ عدم ضرورت یا ہونے خلاف مقصود یا بوجہ دیگر قبائح کے
ایسا فعل وقوع مین نہ لاوے مگر قادر و مختار رہونے مین اُسکے کسی طرح کا شک نہین ہے بلکہ
نسبت تقدیر مندرجہ لوح محو و اثبات بدعا و الحاح بندگان یا بوجہی من الوجوہ تغیر و تبدیل ہونے
کی خبر ہے پس اسیطرح تقدیرات دیگر واقعات انسانی یا واقعات دیگر محدثات ارضی بھی تعینی
نہین ہو سکتے کیونکہ ہرگاہ اس ارض پر خلقت ہای مختار مثل جن و انس وغیرہ خلق کیے گئے ہین
اور دخل اُنکے اختیار کا جملہ اشیاء ارضی مین تا حد اختیار و قدرت عطا شدہ ممکن و ظاہر ہے
تو اس صورت مین جس شی کی تقدیر تعینی تصور ہو اُسکے نسبت بے اختیاری مختارون کی لازم آتی ہے
جو خلاف اصول خلقت و خلاف مقصود و خلاف عدل متصور ہے لہذا ضرور ہے کہ تقدیر واقعات
جملہ محدثات ارضی غیر تعینی ہو اور ظاہر ہے کہ جو چیز خلق کیجاتی ہے اگر تقدیر اُسکی خالق و صانع تعین
نکر سکتا ہو یا خالق و صانع قادر تعین نکر دے تو ساتھ ہی اُسکے ایک شدنی اُسکی بھی خلق ہو جاتی ہے

جیسے مصنوعات انسانی کے طرف نگاہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ باوجود عدم تعیین تقدیرات شدنی
انکی شامل خلق ہوجاتی ہے مگر یہ شدنی بسبب آنکہ تعیین کردہ قادر نہیں محتوم نہیں ہوسکتی بلکہ تابع
اسباب متصور ہے پس اگر اسباب اسکے متغیر ہوجائیں یا کوئی عالم قادر متغیر کرے تو متغیر ہوجاتی ہے
کیونکہ ظاہر ہے کہ اس دنیا میں بالخلقت مختار بالفعل خالق ہے یا مختار غیر عاقل مجبور پس شدنی
مختاران متعلق بفعل اختیاری انکے ہے یا متعلق بفعل اختیاری دیگر مختاران یا متعلق بحادثات
وتاثیرات عالم اور شدنی مجبوران متعلق بفعل اختیاری مختاران ہے یا متعلق بحادثات وتاثیرات
عالم تو اگر ایسے اسباب جس سے مختاران باختیار خود فعل اختیاری سے اپنے پھر جا سکیں یا
حادثات رک جا سکیں موجود ہوجائیں یا موجود کردیئے جائیں تو البتہ شدنی باوجود تقدیر [illegible] ہوجاتی ہے
مثلاً انسان میں بحالت جو حالت کہ شدنی ہو وہ بحالت حاصل کرنے علم کے بفعل اختیاری متغیر اور
متغیر ہوجاسکتی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر گاہ دنیا ازروی اصول خلقت اپنے فانی اور [illegible]
حوادث ومقام راحت ورنج وعالم اسباب ہے تو حادثات وواقعات متعلق راحت ورنج وغیرہ
اسکے محدثات کے لیے لازم ہیں اور تغیر اسکی حادثات وواقعات ومآلہا محدثات کا بتغیر اسباب
ضرور ہے چنانچہ اسی تغیر اسباب کو تدبیر کہتے ہیں مگر بنا بر تغیر واقعات وحادثات کے تدبیر کا مناسب
ومعقول ہونا ضرور ہے جو بغیر رہنے علم سبب واقعی اور بدر رکھنے قدرت تغیر سبب کے ناممکن ہے اور مشہور
مین ظاہر ہے کہ انسان اپنے افعال اختیاری پر تا حد قدرت اپنی مختار متصور ہے اور افعال پر دیگر
یا حادثات وتاثیرات پر عالم کے بسبب نہیں رکھنے اسکی علم کے قبل سے اور نہیں جانتے اسکی تدبیر
مناسب دفع کی مجبور ہے لیکن جو تقدیر نوشتہ پروردگار ہے وہ ہر طرح محتوم متصور ہے کیونکہ پروردگار
نے بدریافت جملہ اسباب پیش آمدنی جو فی الحقیقت باختیار خود یا باختیار دیگران یا بحادثات عالم
واقع شدنی ہے درج فرمایا ہے مگر جن واقعات کی نسبت اسنے دریافت فرمایا ہے کہ دعا یا الحاح

بندگان واقع ہوگا یا برحمت خاص تغیر فرمانا اُسکا مناسب جانا ہے اُنکو لوح محو و اثبات پر
درج فرمایا ہے اور جن واقعات و حادثات کی نسبت اُسنے دریافت فرمایا ہے کہ دعا رد و الحاح
بندگان واقع نہوگا یا تغیر فرمانا اُنکا مناسب نہین جانا ہے اُنکو لوح محفوظ پر درج فرمایا ہے
اسصورت مین ظاہر ہے کہ ایسی تقدیر و تحریر کی سبب کسی امر مین کوئی الزام اوپر خدا کے عائد
نہین ہوسکتا اور نہ کسی فعل اختیاری کے نسبت اختیار مین مختاران کے فرق تصور ہوسکتا ہے
باقی رہی تشریح واقعات مندرجۂ بالا کی مثلاً رزق و روزی پس ظاہر ہے کہ جملہ اشیا ضروری
موجودۂ عالم یعنے جو جسکا محتاج ہے خلق کردہ پروردگار ہے اور بھی اُسکی تحصیل کے ادوات یا آلات
موجودہ فرمودہ پروردگار اور بھی دست و پا و قوت تلاش و تحصیل عطا ساختہ پروردگار مگر ممکن ہے
کہ تعداد تحصیل تعین فرمودہ پروردگار نہو پس انسان کو اختیار ہے کہ تلاش کرے یا نہ یا جس وسیلہ
یا جسقدر تلاش کرے اگر وسائل اُسکے بہتر ہین اور تدبیر اُسکی مناسب و معقول کیگئی ہے اور اختیار
دیگر مختاران یا حادثات و تاثیرات عالم اُسکی تحصیل قرار واقعی مین موافق رہے اور حائل نہین
ہوئی تو زیادہ تحصیل ہوسکتی ہے ورنہ کم لیکن پروردگار نے جسکو جن جن وسائل سے جسقدر
روزی بلحاظ جملہ اوقات و حالات پیش آمدنی بعلم صادق اپنے دریافت فرماکر درج فرمادیا ہے
اُسکو اُسیقدر اور اُسیطرح حاصل ہوگی نہ بیش و کم یا بطور دیگر مگر اُسکو اختیار ہے کہ بدعا و
یا الحاح یا برحمت خاص بیش و کم فرمائے اور مثلاً اولاد پس ظاہر ہے کہ سبب اولاد یعنی توالد
و تناسل مقرر کردہ پروردگار ہے اور قوت و خواہش جماع و استعداد رحم بنسبت قرار نطفہ بصورت
پہونچنے نطفہ کے عطا فرمودہ پروردگار مگر ممکن ہے کہ تعداد اولاد تعین فرمودہ پروردگار نہو پس
انسان کو اختیار ہے کہ توالد و تناسل عمل لاوے یا نہ اور بصورت عمل مین لانے کے اگر نطفہ رحم میں
پہونچتا ہے اور ... تاثیرات عالم یا عوارضات جو بسبب بے احتیاطی اختیاری یا بحادثات عالم

عارض ہو سکتے ہیں مانع نہوں تو زیادہ اولاد ہو سکتی ہے ورنہ کم لیکن پروردگار نے بلحاظ جمیع
اسباب مذکور شدہ جسکو جسقدر اولاد بعلم صادق اپنے دریافت فرماکر لکھدی ہے اُسیقدر ہوگی
نہ بیش نہ کم مگر اسکو اختیار ہے کہ بوجہے من الوجوہ یا بمرضی خاص بیش وکم فرمائے اور مثلاً مدت
پس ظاہر ہے کہ ہر گاہ انسان عالم فانی میں بھیجا گیا ہے تو آخر فنا اُسکے لیے لازم ہے اور اسیطرح
مقرر کردہ پروردگار مگر ممکن ہے کہ مدت فنا تعین فرمودہ پروردگار نہو بلکہ اُسنے ہر شخص کو
عمر طبعی تک پہنچنے کی عطا فرمائی ہو پس اگر اختیار دیگر مختاران عاقل یا غیر عاقل یا حادثہ
یا حوادث سماوی ہونیکے حقوق طبعی اختیاری یا حادثات عالم سے عارض ہو سکتی ہیں درمیان میں
باعث فنا نہوں تو ہر شخص عمر طبعی تک پہنچ سکتا ہے اور اگر امور مذکور باعث فنا ہوویں
اور اُسکی تدبیر دفع مناسب و معقول نہو سکے یا ایسے اسباب فنا ایسے لاحق ہوجاویں جو تدبیر
پذیر نہوں تو درمیان میں بھی موت آسکتی ہے لیکن پروردگار نے بلحاظ جملہ اسباب جو
پیش آوینگے جسکی جسقدر مدت عمر بعلم صادق اپنے دریافت فرماکر درج فرمادی ہے اُسیقدر
ہوگی نہ بیش اور نہ کم مگر اُسکو اختیار ہے کہ بوجہے من الوجوہ یا بمرضی خاص بیش وکم فرمادے
علی ہذا دیگر واقعات لیکن چونکہ اصول خلقت عالم و جملہ اشیای عالم باختیار و مرضی و مشیت
پروردگار ہے جسکو قضاے الٰہی کہتے ہیں اور بھی کل واقعات کا اُسکو علم حاصل اور اُسکے تغیر
تبدل پر وہ قادر لہذا جملہ امور کو طرف قضا و قدر الٰہی کے نسبت دینا جائز متصور ہے اور
ممکن ہے کہ کوئی تقدیر تعینی ہو یا غیر تعینی بغیر حکم اُسکے اجراے نباتی ہو چنانچہ روایت ہے کہ جب
جناب امیر علیہ السلام نے جنگ صفین سے مراجعت فرمائی تو ایک پیرمرد نے پوچھا کہ جانا
ہملوگون کا طرف شام کے بقضا و قدر الٰہی تھا یا نہ آپ نے فرمایا کہ قسم اُس خدا کی جسنے دانہ کو
شگافتہ اور بندون کو پیدا فرمایا ہے کہ کوئی قدم نہیں اُٹھایا ہمنے اور کسی جگہ نہیں گئے ہم مگر

بقضا وقدر الٰہی پس اُس پیر مرد نے کہا کہ پس تعب و مشقت ہماری عبث ہوئی اور کوئی مزد ہمارے لیئے نہین ہوسکتا آپ نے فرمایا کہ وائے تجھپر گمان کیا تو نے قضا کو کہ لازم ہے اور قدر کو کہ محتوم ہے اگر ایسا ہوتا تو کل ثواب وعقاب افعال بندگان باطل اور وعدۂ ثواب وعقاب لغو ہوتا بلکہ قضا وقدر سے مراد حکم پروردگار ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی قولہ تعالےٰ وقضیٰ ربّک الا تعبدوا الا ایاہ پس وہ مرد خوشحال اٹھا اس صورت مین انسان کو اوپر تکلیفات اس عالم کے جو باختیار خود لاحق ہون اور اوپر مذمومات کے جو باعتبار خود صادر ہون انفعال اور جو باختیار دیگر مختاران عاقل کے لاحق ہون مخاصمہ وانتقام یا عفو اور جو باختیار مختاران غیر عاقل کے جنپر کوئی گناہ نہین یا بحادثات وتاثیرات عالم کے جنکا اصول خلقت مقرر کردہ پروردگار ہے اور جنمین ہم بندگان بتقصیر حد اعلیٰ اپنے لائے گئے ہین لاحق ہون صبر لازم ہے اور اوپر نعمات وحسنات اس عالم کے جو خلق کردہ پروردگار ہے اور جسکے تحصیل کے وسائل نوع بنوع مقرر کردہ پروردگار اور قوت وعقل تحصیل عطا کردہ پروردگار شکر واجب - اب باقی رہی تقدیر اجرام سماوی وہ بیشک تعینی ہے اور کسیطرح غیر تعینی متصور نہین ہوتی کیونکہ انکے اوضاع ہمیشہ ایک روش پر قائم ہین اور نہ انمین اختیار مختاران کو دخل اور نہ حادثات عالم سے خلل - واللہ اعلم بالصواب

بحث سوم اثبات وجود پیغمبری مین اور جو کچھ اُس سے متعلق ہے

واضح ہو کہ ہرگاہ ثابت ہوا کہ پروردگار عالم موصوف بجمیع صفات کمال ہے تو ضرور ہے کہ مصلح ہو یعنی اصلاح کنندۂ خلائق بحسب صلاح خلائق مگر ظاہر ہے کہ اصلاح انسان جسمین صلاح انکی متصور ہے منحصر ہے اوپر تہذیب اخلاق یعنی اختیار دین کے اور دین موقوف اوپر شرع کے ہے جیسا کلام دوم مین مقدمہ کے ظاہر ہوا لہذا ضرور متصور ہوا کہ پروردگار عالم کوئی شرع

اسی کا نام مجبوری رکھا جائے تو ہم کہہ سکتے ہین کہ کیا خدا قادر و مختار رہنے پر مجبور ہے جو کسی
حالت مین مجبوری اختیار کر نہین سکتا یعنی برین تقدیر لزوم قدرت و مختاری بھی واسطے
خدا کے ضروری نہین ہوتا اور ظاہر ہے کہ یہ لطف پروردگار پر بوجہ عائد کرنے تکلیف واجبی پر
بندون کے تقاضا سے عدل ذاتی با اختیار و مرضی و خواہش اُسکے واجب سمجھا گیا ہے
ورنہ مختار تھا کہ اگر چاہتا واجب نکرتا بعدم تعیین تکلیف و عقاب یا اختیار ظلم جو شاید
اہل سنت کے نزدیک خدا پر قبیح نہین اور اب بھی مختار ہے کہ جب چاہے تغییر وجوب فرمائے
بعدم تعیین تکلیف و عقاب یا اختیار ظلم مگر با اختیار اپنے ہرگز خلاف مصلحت و ظلم و فعل قبیح کا
مرتکب نہین ہوگا۔ پس شیعون کا اعتقاد یہی ہے کہ ہرگاہ تعیین تکلیف عام ثابت ہے اور
اسکی ذات عادل ہے تو باوجود قدرت خلاف عملی ہرگز خلاف لطف یعنی خلاف عدل عمل مین نلاویگا اس سے
ظاہر ہے کہ ایسا وجوب باعث مجبوری خدا و ناجائز متصور ہو نہین سکتا بلکہ انتہا درجہ کی بھلائی
ثابت کرتا ہے اور انتہا سے عدل ایک بڑی تعریف کی بات ہے پس اگر وجوب لطف بہ نسبت خدا کی
گوارا نکیا جاے تو حسب دلیل مندرجہ بالا قبح ظلم ضرور گوارا کرنا ہوگا۔ جو قبیح و ناجائز ہے
اسکی ذات جمیع الصفات پر عقلاً و نقلاً اب اہل سنت ان دو باتون مین جسکو چاہین گوارا
فرمائین۔ پس ہرگاہ ضرورت تعلیم ثابت ہوئی تو اب جاننا چاہیے کہ تعلیم دو طریق سے باہر نہین
بیواسطہ یا بالواسطہ۔ اگرچہ تعلیم بیواسطہ کی رد مین بہت دلائل نظری ایسے قائم ہین جنکے
رو سے تعلیم بیواسطہ اکثر اصول ضروریہ لازمہ کی خلاف عقل تصور ہوئی ہے اور یہی ظاہر ہے کہ تعلیم بیواسطہ دو صورت سے باہر نہین
یا بطور تعلیم خاص انبیا کے مثل الہام وغیرہ کیجائے یا بطور تعلیم عام خلائق کے بصورت اول ہر شخص کو نبی
ہونا ضروری ہوتا ہے مگر بسبب مختلف ہونے خلقت یہ لیاقت ہر شخص کو حاصل نہین اور بصورت ثانی محال اسواسطے
کہ بصورت ثانی بغیر اجسام و عرض نہین اور ذات مقدس خلاق عالم برتر و بالاتر جسمیت و شباہت

اجسام سے ہی اور عامہ خلق کی تعلیم بجز تعلیم جسمی ظاہر ہے کہ کوئی شق مطلب نہیں اور خدای تعالے
کا ادراک بحس ممکن متصور نہیں چنانچہ انہیں سب وجہون و دیگر وجوہات لب یا کے سبب تعلیم بیواسطہ
غیر ممکن و قبیح تصور ہوکر مبعوث ہونا پیغمبرون کا لازم و ضرور سمجھا گیا ہے لیکن ہم عام فہم طور پر یہی
کہتے ہین کہ ان دونون صورتون کی حالت و انجام و مفاد ایک ہی ہے پس وہ مختار ہے کہ ان دونون
صورتون مین سے جس شکل کو چاہے اختیار کرے کسیکو ہمین استحقاق تکرار و کلام نہین اگر ان
دو شکلون مین سے کسی شکل سے تعلیم کرنا ظاہر و ثابت نہو تو البتہ بطور فہم عام سمجھ سکتے ہین کہ ہم بیکار
پیدا کئے گئے ہین بوجہ ضرور و لازم ہونے تعلیم کے اور اگر ان دو شکلون مین سے کسی شکل سے بھی
تعلیم کرنا ظاہر ہو تو بیشک و بلا عذر سمجھنا چاہیے کہ ہم بیکار و عبث نہین پیدا کئے گئے ہین مگر چونکہ
بمرور ایام یعنی بتجربہ ظاہر ہوتا گیا ہے کہ پروردگار عالم نے طریقہ تعلیم کے شق دوم کو اختیار کیا ہے
یعنی بواسطہ پیغمبران جیسا باتفاق و اجماع جملہ اہل ملت کی ظاہر و ثابت ہی اور عقلاً بھی یہی مناسب
و ضرور جیسا کہ اوپر ظاہر ہو چکا لہذا ان دو امرون کو یعنی عبث پیدا کرنے اور بیواسطہ تعلیم فرمانے
کو ضرور و سمجھنا ضرور ہے مگر یہ سمجھنا کہ بیکار پیدا نہین کیا جیسا خود فرماتا ہے افحسبتم انما
خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون یعنی آیا گمان کرتے ہو کہ ہمنے
تمکو عبث پیدا کیا ہے اور وہ کہ بروز قیامت طرف ہمارے رجوع نکروگے اور فرماتا ہے کہ وما
خلقنا الجن والانس الا لیعبدون اور بھی یہ سمجھنا کہ تعلیم ضروری بندگان بواسطہ پیغمبران
اختیار فرمائی ہے مگر چونکہ تعلیم مذکور ہر زمانے کے لوگون کو بطریق قابل یقین و اختتام حجت ضرور
لہذا ضرور ہی کہ پیغمبران و ہادیان مجوزہ و مقررۂ خدا ہر زمانہ مین قائم و موجود رہین تاکہ حجت خدا
ہر زمانہ کے لوگون پر ختم تصور ہو اور کوئی عذر کسیکو باقی نہ رہی جب ثبوت مفصل اسکا مبحث خلافت
مین ظاہر کیا جائیگا انشاء اللہ تعالے چنانچہ اسیوجہ سی علماے مذہب امامیہ اثنا عشریہ نے ہر زمانہ مین

حجت خدا کا قائم رہنا ضرور جانتا ہے اور قائم رہنے کے قائل ہیں اور کوئی زمانہ خالی از حجت نہ
سمجھتے جیسا کوئی زمانہ پیغمبر یا نبی یا امام سے خالی نہیں رہا چنانچہ ظاہر ہے کہ اس آٹھ ہزار
برس کے زمانہ میں از پیدایش حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر
مبعوث ہوئے جنمیں اکثروں کی عمر ہزار برس و قریب ہزار برس و بیشتر از ہزار برس [illegible]
باقی رہا تو ہم اس زمانہ غیبت کا وہ اپنے مقام پر رفع کیا جائیگا انشاء اللہ [illegible]
وجوہ انکار وجوب لطف ضرور نہیں جانتے پس اس صورت میں بھی وہی قباحت جو عدم
لطف میں لاحق ہوتی ہے لازم آتی ہے یعنی جملہ تکلیف شرعی تکلیف مالا یطاق و ظلم قرار
ہوتے ہیں لہذا واسطے اس انکار کے بھی وہی جواب کافی و وافی ہے پس اس صورت میں یہ
ظاہر ہے کہ اگر کوئی منادی ایسی ندا کرے کہ ہمکو پروردگار عالم نے پیغمبر کر کے بھیجا ہے واسطے
تعلیم بندگان کے تو بصورت عدم یقین اختتام رسالت اسکی طرف توجہ کرنا ضرور اور چاہئے
کہ اسکی بات سنتا اور اسکی باتوں کا اور غور کرتا کہ وہ اپنے کلام میں سچا ہے یا جھوٹا جنہوں نے ایسا
نہیں کیا وہ البتہ گنہگار ہیں پس اگر ظاہر ہو کہ وہ اپنے کلام میں سچا یعنی پیغمبر حق ہے تو
اسکی اطاعت اختیار کرنا بجمیع وجوہ اور بجملہ امور از جہت واجبات [illegible] ایسا نہیں کیا [illegible] نافرمان کا [illegible]

بحث چہارم بیچ ثبوت اس بات کے کہ پیغمبروں کے لیے کوئی نشان پیغمبری کا واضح و مستحکم ہونا ضرور ہے

جب یہ معلوم ہوا کہ پروردگار عالم نے بنا بر تعلیم احکام واجبی اپنے پیغمبروں کو واسطہ گردانا ہے
اور ظاہر ہے کہ ماموریت پیغمبران جو صرف انکے بیان سے ظاہر ہوتی ہے ایک امر غیبیہ سے ہے
جسکی دریافت یقینی کی قدرت انسان کو حاصل نہیں اور اختیار تعلیم کہ تعمیل تکلیف اسپر
موقوف ہے بغیر معرفت یقینی پیغمبر غیر گوارا بلکہ ناجائز و ناروا کیونکہ اسصورت میں رجوع کرنا

[illegible] ممکن تصور ہوتا ہے لہذا ضرور ہے کہ پروردگار عالم جسکو مامور بہ پیغمبری
کرے اسکو کوئی نشان امور ایسا عطا فرمائے کہ جسکے روسے معرفت یقینی اسکی بخاطر عام
انسان بآسانی ہو اور کسیکو مجال انکار کی باقی نرہے اور جو انکار کرے [illegible]
[illegible] اسکا ظاہر [illegible]
[illegible] ہوگی جو [illegible] خدا اسے [illegible]

[illegible] پیغمبروں سے لئے اور جو کچھ [illegible] سے
[illegible]
[illegible] پیغمبروں [illegible]

[illegible] پیغمبروں کے [illegible] صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ اونکا رکھ
[illegible] اور اتباع اسکا انپر ضروری ہے ممکن ہے لیکن
[illegible] ایسی [illegible] نہین [illegible] نشانی کفایت کرے [illegible]
[illegible] پہچاننے کے لیے کافی نہین ہوسکتے ہیں
کیونکہ اول واسطے صفات کے ظاہر و باطن یکسان اور حضور و غیبت برابر ہونا ضرور ہے
اور ظاہر ہے کہ انسان کو امور باطن و امور غیب کے دریافت یقینی کی قوت حاصل نہین
اسلیے نسبت صفات کے یقین کامل حاصل کر نہین سکتا ہے۔ دوسرے بنا بر صفات خصوص
بنا بر تمیز افضلیت صفات فہم صحیح و عقل سلیم کا ہونا ضرور ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی عقل
کل انسان کو میسر نہین سوم قاعدہ ہے کہ جبتک انسان اپنے کو دوسرے سے کسی امر مین
عاجز نہین سمجھتا ہے افضلیت دوسرے کی دل سے قبول نہین کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ
انسان کو اپنی صفات اور اپنے اعمال زیادہ تر بہتر اور عزیز معلوم ہوتے ہین دوسرے

اس صورت مین پہچانت صفات پیغمبر کے فہم وتمیز کے لیے بیشک مخل ہو سکتی ہے اور
ایسے کلمہ وکلام پیش آسکتے ہین جنکا فیصلہ ہونا اور تصفیہ پانا کبھی ممکن نہین جو امر بنا بر تمیز
صفات عرصہ دراز درکار ہے تا کل صفات دریافت مین آجائین اور یہ امر باعث ہوتا ہی اوسکے
تعطیل رسالت کے اور تعطیل رسالت صریح قبیح ہے اس صورت مین پیغمبرون کے لیے بنا بر ثبوت پیغمبری
کسی ایسے نشان کا ہونا ضرور ہے جو عام فہم بدیہی وصاف وصریح وواضح وفیصل ومستحکم اور جلد
پہچان لینے کے واسطے کافی ہو جیسا کہ بحث چہارم مبحث دوم مین ثابت ہوا جسکے ذریعہ سے
پیغمبرون کو جلد پیغمبر برحق جانکر اُنمین کل صفات کا موجود ہونا خود بخود بلغیر دیکھے اور تمیز کیے
قبول ومنظور ہو جائے پس وہ نشان معجزہ ہی جو پیغمبرون کو بجانب اللہ بہ ثبوت پیغمبری
وماموری اُنکے عطا فرمایا گیا ہے اس سے بدیہی اور واضح اور فیصل ومستحکم تر جیسا الیقین کے لیے
کافی ہو کوئی دوسرا نشان نہین ہو سکتا چنانچہ اللہ تعالے خود فرماتا ہے کہ کیا ہمنے نہین بھیجے پیغمبران
ساتھ حجت کے علما متفق ہین کہ حجت سے مراد معجزہ ہے اگرچہ شرح معجزہ کے بعد ازین بحث
خاص مین کیجاویگی۔ انشاء اللہ تعالے لیکن یہان معجزہ کی تعریف اسیقدر لکھی جاتی ہے کہ معجزہ
ظاہر کرنا اُس امر عجیب کا اور صادر کرنا اُس فعل غریب کا ہی جو قوت انسانی سے باہر ہو
اور مخصوص ہو ساتھ قدرت پروردگار کے یعنی کل اہل دنیا متفق ہون کہ وہ فعل بجز قدرت
پروردگار کے کسی کے اختیار مین نہین نہ بذریعہ قدرت وقوت خاص نہ بذریعہ علوم وفنون
متعارف مثل طلسم وسحر وشعبدہ وغیرہ اور از ابتداے قیام دنیا تا حال ویسا فعل کسی سے
دیکھا نگیا ہو مگر پیغمبران ومقربان درگاہ الٰہی سے مثل حیات موتی وغیرہ کے پس اس
تعریف ہی سے خود روشن ومبرہن ہے کہ معجزہ ایک دلیل مستحکم اور برہان قاطع ہے واسطے ثبوت
پیغمبری کے اور بدیہی اور موافق ہے ساتھ فہم ہر شخص کے چہ خاص وچہ عام اور کسیکو اسمین

مجالِ انکار و حجت کی نہین کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہی اور یقین کر سکتا ہے کہ جو امر صرف پروردگار کے اختیار مین ہے وہ سوا پیغمبر یعنی فرستادہ خدا و مقرب درگاہ حدیث کے کسی دوسرے کو حاصل ہو نہین سکتا جیسا بحث اعجاز مین ظاہر ہوتا ہی انشاء اللہ تعالے پس معجزہ ایک آیت محکم اور واضح اور یہی ہے آیات الٰہی سے اور ایک نص قاطع و صریح و عام فہم ہے نصوص خدا سے بذریعہ جسکے فوراً یقین پیغمبری ہر ایک پیغمبر مین کل صفات کا موجود رہنا خود بخود یقین ہو جاتا ہے کیونکہ ہر گاہ فعل معجزہ تقرب ثابت کرتا ہے صاحب اعجاز کا خدا سے تو چونکہ تقرب خدا بغیر موجود گی جملہ صفات ممکن نہین لہذا ضرور ہے کہ صاحب اعجاز بجمیع صفات ماسور ہو چنانچہ کتاب معارج النبوت مین بآغاز باب معجزات لکہا ہے اسیجزات آنحضرت کہ دلائل و آیات صحت و ثبوت اصدق رسالت او بند صلعم اسصورت مین جو شخص باوجود معائنہ خواہ اقبال و یقین ایسے معجزہ کی انکار کرے پیغمبری سے پیغمبرون کے اور اختیار نکرے اطاعت انکی وہ بیشک گنہگار و کافر ہے مگر یہان یہ شبہہ نہ گذرے کہ ہنود وغیرہ بھی اپنے دیوتاؤن سے افعال اعجازی یعنی احیاے موتی وغیرہ کا صادر ہونا ظاہر کرتے ہین اس سے اتفاق اہل دنیا اس بات پر ثابت نہین ہوتا کہ افعال مذکور غیر از اختیار خدا و رسول نہین واضح ہو کہ یہ توہم صریح غلط و بیجا ہے کیونکہ خود ہنود جن لوگون کے ساتھ افعال مذکورہ کے نسبت کرتے ہین انکو یا خدا یا مقرب درگاہ خدا کہتے و سمجھتے ہین غیر مقرب اور کسی کے پاس ایسا ثبوت نہین کہ ہنود خواہی نخواہی سچ کہتے ہین یا یہ کہ وہ دیوتا مقرب درگاہ خدا نہ تھے ضلالت ہنود دنیا بر رد تقرب انکی کافی نہین کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مقرب خدا ہون اور ہدایت راست کی ہو مگر ہنود بعد مرور ایام خود ضلالت مین پڑ گئے ہون اسصورت مین اتفاق اہل دنیا باطل نہین ہوتا بلکہ زیادہ تر ثابت ہوتا ہے کہ ان افعال کی نسبت غیر از خدا یا مقربان درگاہ الٰہی دوسرے کے ساتھ نہین دیجاتی اور اہل دنیا ان افعال کا

صادر ہونا خبر از خدا یا مقربان خدا دوسرے سے ممکن نہین سمجھتے باقی دیگر شکوک کا ت معجزہ بحث اخبار
مین صاف کیجائیگی انشاء اللہ تعالی باقی رہا یہ اعتراض کہ ہر گاہ معرفت و تصدیق رسالت پیغمبران
منحصر ہے اوپر معجزات انکی تو پیغمبرون کو اپنی معرفت اور اپنی رسالت کی تصدیق اور احکام خدا
کی دریافت یقینی کیونکر حاصل ہے اگر بالواسطہ فرض کیجاے تو اسکے لیے کوئی دوسرا پیغمبر [illegible]
اعجاز دکھایا ہے مگر اس صورت مین دور یا تسلسل لازم آویگا جو قطعاً ممتنع [illegible]
تصور کیا جاسے تو تصدیق و دریافت [illegible]
[illegible] اخبارات دینی ظاہر ہے کہ پیغمبرون کو احکام الہی اور اخبار انکی رسالت کی جانب پروردگار
بواسطہ فرشتگان [illegible] وحی الہی [illegible] ظاہر ہے کہ فرشتگان معرفت الہی اور دریافت یقینی
[illegible] احکام الہی [illegible] گئے ہین اور یہی تمام قدرت [illegible] پروردگار
معرفت [illegible] انکے پیش نظر ہین جنکے سبب سے انکو کوئی ضرورت و احتیاج
[illegible] پیغمبر [illegible] تسلسل یا محال [illegible] باقی رہی صورت یقین پیغمبران اوپر
ان اخبارات و احکامات الہی کے جو بواسطہ فرشتگان وحی انکے پاس پہونچتے ہین اور صورت
تصدیق یقینی اپنی رسالت کی جو بذریعہ ان اخبارات و احکامات کے انکو دریافت ہین آتی ہے سو
واسطے اس [illegible] دریافت یقینی کے انکو خود اپنے معجزات کافی تر متصور ہین کیونکہ ظاہر ہے کہ
وہ لوگ اپنی قدرت ذاتی و علمی [illegible] زیادہ تر آگاہ ہوسکتے ہین نسبت دیگر خلائق کے لہذا انکو
معجزات انکے واسطے دریافت یقینی احکام الہی و تصدیق رسالت اپنے زیادہ تر کافی ہین نسبت
دیگر خلائق کے اور بھی ممکن ہے کہ پیغمبران واسطے اس تصدیق و دریافت یقینی کے کوئی معجزہ خاص
اپنے ہاتھ پر طلب فرماتے ہون یا پروردگار وقت بعثت فرمانے انکے کوئی آیت خاص واسطے اطمینان
تصدیق و دریافت یقینی کے ظاہر فرمادیتا ہو جسطرح آنحضرت صلعم کو قبل وقت مبعوث ہونے کے

اشجار واحجار وغیرہ بلقب رسالت سلام کرتے تھے اس صورت مین بخوبی ظاہر وثابت ہی کہ پیغمبرون کے لئے تصدیق اپنے رسالت ودریافت یقینی احکام آلہی کے ناممکن متصور نہین - وباللہ التوفیق

بحث دوم صفات ضروریہ پیغمبران مین +

پیغمبر کے لئے ضرور ہی کہ افضل الناس ہو جمیع صفات حمیدہ مین اور پاک ہو جمیع مذموات ناپسندیدہ سے اور یہ امر واسطے پیغمبری کے ایسا لازم وملزوم ہی کہ جبتک یقین صفات نہین ہوتا پیغمبری قبول نہین کیجاتی اور جب یقین پیغمبری ہوجاتا ہے تو کل صفات خود بخود قبول ہوجاتے ہین اور کوئی شک یا شبہہ اسمین باقی نہین رہتا اور کیون نہو کہ اول کوئی عقل قبول نہین کرسکتے کہ جسکو خدا انتخاب وبرگزیدہ کرے واسطے نیابت اپنے اور سرداری عالم کے اُس سے دوسرے افضل ہون اور جب کوئی اُس سے افضل نہوا تو پس وہ افضل ہو دوسرے سے دوسرے ظاہر ہی کہ پیغمبر مامور ہوتا ہے واسطے سرداری عالم کے ازجانب خدا تو اس صورت مین اگر دوسرے اُس سے افضل ہون تو ترجیح بلا مرجح یعنی تفضیل مفضول لازم آتی ہے کہ وہ ناجائز اور قبیح ہے صریح پس ارتکاب ناجائز وقبیح کا خدا سے ممکن نہین اسلئے ضرور ہے کہ پیغمبر افضل ہو جمیع اہل دنیا سے تیسرے موصوف ہونا پیغمبر کا کل صفات حمیدہ مین خود واسطے انجام خدمت پیغمبری کے ضرور اور درکار ہے یعنی بغیر اجتماع صفات حمیدہ انجام خدمت پیغمبری دشوار ومحال ہے جیسا عنقریب ظاہر ہوتا ہے انشاء اللہ تعالے تو اس صورت مین خدا سے ممکن نہین کہ جسکو کسی خدمت کے لئے انتخاب کرے وہ لیاقت انجام کی نرکھتا ہو یا اسباب انجام کا اُسکو عطا نفرمائے اسلئے ضرور ہے کہ پیغمبر موصوف بجمیع صفات حمیدہ ہو اب چند صفات جو پیغمبری کے لیے ضرورتر ہین تفصیلاً واجمالاً لکھی جاتی ہین **اول** پیغمبر کے لئے ضرور ہی کہ صادق کامل ہو ہر کلام مین کیونکہ پیغمبر ظاہر کرنے والا ہے احوال واحکام غیب کا تو جبتک صادق کامل نہوا گر

لگنے پر اعتماد و اعتبار ہو نہین سکتا اور جب اعتبار نہین ہوا تو رسالت اُسکی بیکار ہوئی
دوسم پیغمبر کو ضرور ہے کہ معصوم ہو کل مذمومات سے کیونکہ پیغمبر منع کرنیوالا ہے اور روکنے والا
مومات سے تو جبتک خود مذمومات سے پاک نہو دوسرے پر منع اوسکا اثر پذیر ہو نہین سکتا اور
اثر پذیر نہین ہوا تو کوئی فائدہ نہین ہوا اُسکی رسالت سے سوم پیغمبر کو ضرور ہے کہ دانا
عالم تر ہو جمیع خلائق سے کیونکہ پیغمبر الزام دینے والا ہے خلاف دین کے چلنے والون کو تو اگر
وہ عالم تر نہوگا تو عاجز رہجائیگا کلام مین اُن لوگون سے جو اُس سے افضل ہین علم
مین اور جب عاجز رہ گیا تو ترک نہین ہو سکتی وہ راہ اور جب ترک نہین ہوئی وہ راہ
فائدہ نہوا اوسکی رسالت سے چہارم پیغمبر کو ضرور ہے کہ عادل تر ہو جملہ خلائق سے کیونکہ
ہوتا ہے واسطے خلافت دنیا کی منجانب خدا تو اگر عادل تر نہو تو کچھ خصوصیت نہین ہوئی خلافت
مین اور شاہت بادشاہان دنیا سے تو خلافت اُسکی قلبًا قبول نہین ہوسکتی بمقابلہ اُنکے جو اُس سے
عدل زیادہ ہون اور جب خلافت اُسکی قلبًا قبول نہوئی تو کچھ فائدہ نہوا اُسکی رسالت سے
پنجم پیغمبر کو ضرور ہے کہ جامع ہو کل اخلاق پسندیدہ کا کیونکہ کلام دوم مین مقدمہ کے ظاہر ہوا
ہے کہ دین تہذیب اخلاق کو کہتے ہین اور پیغمبر تعلیم کرنیوالا ہے امور دین یعنی اخلاق نیک کا
تو جبتک خود اخلاق پسندیدہ نرکھتا ہو دوسرے کو تعلیم کر نہین سکتا اور جب تعلیم کر نہ سکا
تو پیغمبری اُسکی بیفائدہ ہوئی ششم پیغمبر کو ضرور ہے کہ پاک ہو جمیع عیوب ظاہری و باطنی
سے کیونکہ پیغمبر مرجع ہے کل خاص و عام خلائق کا اور عیوب باعث ہین نفرت خلائق کی
اور جب نفرت ہوئی خلائق کو تو انجام کار رسالت کا اُس سے دشوار و محال ہے +

بحث سوم حقیقت اعجاز مین

ہو کہ جو عجائبات پیغمبرون خواہ غیرون اغیرون سے صادر ہوتی ہین اُنکو اعجاز کہتے ہین

مگر چونکہ اکثر عجائبات مثل سحر و طلسم و شعبدہ وغیرہ کے علوم و فنون کے ذریعہ سے بھی صادر
ہو سکتے ہین اسواسطے تعریف معجزہ مین یہ قید لگائی گئی ہے کہ جو عجائبات ساتھ دعوی پیغمبری
خواہ نبوت وغیرہ کے صادر ہون اعجاز ہین والا فلا اور وجہین اس قید کی تین ہین اول
یہ کہ پیغمبر کو صادق کامل ہونا ضرور ہے اور تصدیق بے دعوی مین بصورت صدق تصدیق کذب
مصدق لازم آتا ہے اور بصورت صدق مصدق کذب تصدیق چنانچہ نقل ہے کہ ہارون رشید
نے بہلول دانا سے واسطے قبول کرنے خدمت قضا کے استدعا کی انھون نے فرمایا کہ مین
لیاقت اس خدمت کی نہین رکھتا خلیفہ نے کہا کہ آپ بخوبی اس خدمت کی لیاقت رکھتے ہین
فرمایا کہ اگر مین نے سچ کہا تو ظاہر ہے کہ لیاقت نہین رکھتا ہون اور اگر جھوٹ کہا تو پس جھوٹا لائق
خدمت قضا کے نہین مگر خلیفہ نے نہ مانا آخر صبح کو انھون نے بطور دیوانون کے اپنے کو ظاہر کیا
جب خلیفہ کو خبر ہوئی کہا کہ بہلول دیوانہ نہین ہے بلکہ دانا ہے اسی روز سے بہلول دانا مشہور
دوم ظاہر ہے کہ پروردگار عالم ہر شخص و ہر علم و ہر فن پر قادر ہے پس ہرگاہ اسنے صادر ہونے
عجائبات کو ثبوت و نشان رسالت و نبوت وغیرہ کا قرار دیا ہے تو جو شخص ساتھ دعواے
دروغ پیغمبری وغیرہ بذریعہ سحر وغیرہ عجائبات کا اظہار چاہیگا تو ہرگز خدا اسکو پورا ہونے
نہ دیگا اور ضرور ہے کہ اسکو جھوٹا کردے اور اکثر ایسا دیکھا بھی گیا ہے چنانچہ نقل ہے کہ مانی
جو ایک نقاش تھا ملک چین مین اسنے بغیر پرکار کے ہاتھ سے دائرہ کھینچنے کی ایسی مشق بہم
پہونچائی تھی کہ جو دائرہ کھینچتا تھا وہ از روے قاعدہ علم ہندسہ درست اور ٹھیک اترتا تھا
اور کبھی خطا نہین ہوتی تھی اسپر اسنے دعواے پیغمبری کرکے واسطے دینے امتحان کے ایک
مجلس آراستہ کی اس مجلس مین جو دائرہ کھینچا وہ نادرست برآیا۔ آخر پشیمان ہوا اسیطرح
مسیلمہ کذاب نے آنحضرت صلعم کے وقت مین دعواے پیغمبری کیا تھا بہت نقلین عجائب غلو

کی کتب اہل اسلام مین مندرج ہین آخر کذاب مشہور ہوا اگر ساحر اور شعبدہ باز وغیرہ دعوائے پیغمبری کرکے اپنا کام انجام کر سکتے تو سب دعوائے پیغمبری کر لیا کرتے۔ سوم ہرگاہ بذریعۂ اعجاز تقرب خدا ثابت ہوتا ہے اور اثبات تقرب سی صدق تو ظاہر ہے کہ دعوی یعنی کلام صادق سے بڑھکر کوئی دلیل یقینی نہین اسلئے پہلے اُسکو ظاہر کرنا چاہیے کہ وہ پیغمبر ہے یا نبی یا امام اور بعد ازان دوسرون کو حسب قول اُسکے تصدیق کرنا لازم ہے نہ خلاف قول اُسکے چنانچہ اسی دعوی کے سبب جناب امیر علیہ السلام اکثر منبرون پر فرمایا کرتے تھی سلونی عمّا دون العرش یعنے سوال کرو مجھسے ماورائے عرش کے کہ تحقیق علم اس سینہ مین میرے علوم بسیار ہین۔ جیسے ناقصان ایمان بتصور غرور معترض ہوا کرتے تھے اور ہوتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ جسکے لئے دعوی کرنا ضرور ہے اُسکو عجز کسیطرح جائز نہین اب جاننا چاہیے کہ اگرچہ اعجاز و سحر وغیرہ مین فرق بیّن ہے چنانچہ علمانے اکثر تشریح اسکی کی ہے لیکن عام ناواقف اُنکے تفریق کو سمجھ نہین سکتے۔ اسلئے چند دلائل جو بنابر رفع ان اشتباہ کے کافی ہین درج کیے جاتے ہین اول ظاہر ہے کہ انسان کو کوئی چیز بغیر سیکھے نہین آتی تو سحر وغیرہ علمون کے لئے اُستاد کا ہونا ضرور ہے اور جب سلسلہ بسلسلہ اُستاد ہونگے تو وہ چیز عام اور مشہور ہوجائیگی دنیا مین اور اکثر لوگ اُسکے جاننے والے نکلینگے مخصوص بہ پیغمبر نہ رہین گے اور جو چیز اُسوقت مخصوص بہ پیغمبر نہین وہ اعجاز نہین دوم سحر و طلسم وغیرہ دکھلانے کے لیے اُنکے لوازمات مقررہ معینہ کا ہونا ضرور ہے کہ بغیر اسکے چل نہین سکتے اور معجزہ کے لئے صرف دعا بدرگاہ باریتعالے کافی ہے سوم سحر وغیرہ علمون کی ایک حد ہے پس وہ اپنے حد کے اندر انجام ہوسکتے ہین اسلیے ہمیشہ یا رہنا ساحر وغیرہ کا ممکن نہین اور قدرت پروردگار کی کوئی حد و انتہا نہین اسلیے پیغمبر جھوٹھا نہین ہوسکتا اور جو کسیوقت بھی جھوٹھا ہوجاے وہ پیغمبر نہین چہارم سحر بڑے

کاموں مین چلتا ہی اور شعبدہ وکھیل اور تماشا ہی اوسکو قیام نہین اور [illegible] وان سب [illegible]
نتیجہ یہ ہم پیغمبر وغیرہ کو موصوف بجمیع صفات حمیدہ اور [illegible] وغیرہ [illegible] صفات سے بری [illegible]
اور ساحر وغیرہ مین اجتماع کل صفات کا ممکن نہین اور [illegible] صفات سے [illegible]
ہین پس بدلالت میرے ظہور معجزات باجتماع صفات و [illegible] کامل ہے اور [illegible] معجزہ اور [illegible]
دعوے دعوی کنندہ کی اگرچہ دلائل مندرجہ بالا بغیر افتراق [illegible] معجزہ از سحر وغیرہ [illegible]
لیکن معجزہ اصلی جو واسطے ثبوت یقینی پیغمبری کے کافی ہے اور جسکے ذریعہ سے ہرکس [illegible]
حجت ختم سمجھی جا سکتی ہے وہی ہے کہ تعریف جسکی بحث اول مین اس بحث کے کیا گیا یعنی [illegible]
اوس امر عجیب کا جو باتفاق اہل دنیا سواے قدرت پروردگار کے دوسرے [illegible] قدرت [illegible]
نہ جاتا ہوا اور غیر مشتبہ ہو سحر وغیرہ علمون سے جیسے حضرت نوح کے ایک چھوٹی سی کشتی [illegible]
ویسی طوفان عظیم مین قائم و ثابت رہجانا اور حضرت ابراہیم کا ویسے انبار آتش [illegible]
نکلنا اور بذریعہ افواج پشہ اوس افواج کثیر نمرود کا برباد کر دینا اور حضرت موسیٰ کا شق [illegible]
کر کے سلامت عبور کر جانا اور ایک عصا سے صدہا عجائبات دکھلانا [illegible] حضرت عیسیٰ کا
احیاے موتی کرنا اور آنحضرت صلعم کا سایہ نہونا اور شق قمر و رجعت آفتاب فرمانا اور [illegible]
جانوروں سے نسبت رسالت اپنی گواہی دلوانا اور مثل اوسکے ایسا معجزہ کو [illegible]
ثبوت پیغمبری کے دلیل کافی و حجت وافی ہے کل خلائق پر [illegible] عام [illegible]
ساتھ ایسے معجزات کی صحیح و صادق ہین [illegible]

بحث چہارم عقیدت و سلوک لازمی اہل دین نسبت بہ پیغمبران

واضح ہو کہ امورات دین مین ادراک جن امور کا محض عقل سے ضرور ہے اور تمیز جن [illegible]
صرف عقل سے متعلق ہے وہ معرفت وجود خدا ہے اور بعد از ان پہچاننا اوسکے پیغمبرون کا

کہ وہ خود بدیہی و سہل و آسان تر ہے جملہ مفہومات سے جیسا ظاہر ہو چکا اور بعد اقبال یقین
وجود خدا و تصدیق بالیقین پیغمبر پھر کوئی ضرورت ضروری عقل سے باقی نہین رہتی بلکہ بحالت
موجودگی پیغمبر یا جانشین موصوف بصفات پیغمبر عقل محض بیکار و محکوم و فرمانبردار اونکی
ہے عقلاً و نقلاً کیونکہ بعد ازین جو امور قابل دریافت و آگہی ہین جو متعلقہ اصول و
جو از فروع کل بوجوہ وغیر وجوہ جیسی ضرورت ہو خود پیغمبر سے بوجہ احسن دریافت اور معلوم
ہو سکتے ہین غور عقلی درکار نہین بلکہ بمقابلہ قول پیغمبر نظریات عقل کا اعتبار نہین کیونکہ پیغمبر
وجوہ عقل سے افضل و معتمد زیادہ ہی کیونکہ بحث دوم مبحث ہذا مین ثابت ہو چکا ہے کہ
اول پیغمبر کو افضل الناس ہونا ضرور ہے علم و دانش مین اس صورت مین کوئی کیسا ہی عاقل
و عالم ہوگا عقل و علم اوسکا علم و دانش پیغمبر تک ہرگز نہین پہونچے گا اور علاوہ اسکے خود حکیم
مطلق و علیم برحق ہر وقت معین و امدادگار پیغمبرون کا رہتا ہے لہذا جو حقائق امور پیغمبر سے
دریافت و معلوم ہو سکینگے عقل سے ہرگز ممکن نہین دوم پیغمبر صادق کامل ہوتا ہے اور
عقل اہل دنیا بسبب لاحق رہنے علل و شامل ہوجانے قیاسات کے صادق نہین
کیونکہ صادق وہی تصور کیا جا سکتا ہے جس سے نقیض و متضاد اقوال ظاہر و صادر
ہون۔ پس ظاہر ہے کہ پیغمبران از سلف تا خلف اپنے اقوال اصولی مین متفق ہین مختلف
کبھی نہین تا بنقیض و متضاد چہ رسد اور یہی معلوم ہے کہ جملہ اہل دنیا مین عاقل تر حکما یعنی
فلاسفہ مشہور ہین حالانکہ ہزارون اقوال و مسائل عقلیہ حکمیہ نقیض و متضاد ہین مثلاً ایک حکیم
کہتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ زمین کو گردش ہے پس ان دو اقوال ضدین
مین ضرور ہے کہ کوئی ایک ہی راست ہو اور دوسرا ناراست یہ کسیطرح ممکن نہین کہ دونون
راست ہون حالانکہ دونون حکیم اپنے اپنے مدعا پر دلائل عقلی قائم کرتے ہین اور دونون بیراہ

اقوال کو راست سمجھتے ہین ظرفہ یہ کہ کل ریاضی اور فلسفہ حکماے متقدمین کا اس زمانہ تک
پہونچتے پہونچتے بدل گیا اور وہ بھی اپنے فہم و دانش پر مغرور تھے اور یہ بھی مغرور ہین اس صورت
مین صاف ظاہر ہے کہ عقل اہل دنیا سلیم و صادق و قابل اعتبار نہین مگر امورات بدیہیہ
یقینی مین سوم پیغمبر معصوم مطلق ہوتا ہے اور عقل بسبب شامل ہوجانے اغراض
نفسانیت کے اور غیر سلیم ہونے اپنے باتون کی معصوم نہین جیسا کہ ظاہر و ہویدا ہے کہ
[illegible] اپنے معتقدات [illegible] پر سبھی جنگ و جدل یعنی ہٹ دھرمی سے باز نہین رہتے اور
[illegible] و تصورات قیاسیہ پیدا کرکے اوسپر ناز کرتے ہین اور یہ اسنت اپنے اونکو دلائل قطعیہ
پڑھکر جانتے ہین غرض اس حال مین پیغمبر بنسبت عقل کے افضل تر اور معتمد زیادہ ہے
چنانچہ اللہ تعالے بھی فرماتا ہے کہ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم یعنی نبی
افضل ہے مومنون کو نفسون سے اونکے پس لفظ نفس مین نفس ناطقہ یعنی عقل داخل
متصور ہے اس صورت مین قول پیغمبر بنسبت نظریات عقلی زیادہ تر یقین کے قابل ہے اور
نظریات عقلی بمقابلہ قول پیغمبر بیشک خلاف و باطل بلکہ نظریات عقلی بغیر ثبوت از قول
پیغمبر غیر قابل یقین کامل لہذا اہل دین کو یہی لازم ہے کہ جو کچھ پیغمبر کہے اوسکو بصدق دل
اور بالیقین راست اور حق سمجھین اور نظر عقلی اوسپر نکرین کہ بسبب افضلیت پیغمبر از عقل نظر عقلی
عبث اور غیر ضرور ہے بلکہ شایان عقل و ایمان یہی ہے کہ پیغمبر کو عقل کل بلکہ بالا زعقل کل
جانین اور اوسکی قول پر بغیر نظر عقلی نظریات عقلی سے بڑھکر یقین و اعتماد کرین اور جو نظریات
عقلی اوسکے قول و فعل سے ثابت ہوا اوسپر حتما اعتبار و یقین لفرمائین اور یہی معنی یقین کے
ہین۔ اس صورت مین ضرور ہے کہ بعد تصدیق یقینی پیغمبر کے تفصیل جملہ صفات ثبوتیہ و سلبیہ
اللہ تعالے کی اور جملہ احکام فرائض و واجبات و جملہ امور قابل الاختیار والترک کی کلام خدا

جو بذریعہ پیغمبرون کے پہونچتا ہے اور بیان واخبار صادق پیغمبران سے دریافت کرین نہ کہ از عقل کیونکہ اکثر امور خود عقلی نہین اور جو عقلی ہین اونمین اکثر قطعی نہین اور جو قطعی ہین اونمین اکثر بدیہی و سریع الفہم نہین اور جو بدیہی و سریع الفہم ہین اونیز بسبب دریافت ہونے از زبان معجز بیان پیغمبر کے نظر عقلی کی کوئی ضرورت نہین مثلاً اگر پیغمبر فرمائے کہ خدا احد و صمد لم یلد ولم یولد دانا قادر مختار عادل عالم حی قائم قدیم حکیم مدرک فاعل بالارادہ رحیم حلیم سمیع بصیر خبیر علیم صابر صادق شاکر غفور و لاشریک ہے اور جسم و صورت و لون وغیرہ کم و کیف نہین رکھتا ہے یا اوسکا شل و ضد نہین یا اوسکو مکان و جہت نہین یا وہ محسوس بحواس ظاہری و خیال نہین اور اُسکو کوئی دیکھ نہین سکتا یا وہ قابل حلول اجسام اور محل حوادث نہین یا اگر پیغمبر فرمائی کہ خدانے افضل کیا ہے پیغمبرون کو جمیع مخلوقات پر اور اُنکی اطاعت واجب کیا ہی اطاعت اُنگی بندون پر یا اگر پیغمبر فرمائے کہ خدانے نماز و روزہ زکوٰۃ حج جہاد فرض کیا ہے بندون پر اور واسطے حاصل کرنے تہذیب اخلاق کے حکم دیا ہی یا اگر پیغمبر فرمائے کہ خدانے پیغمبرون کے لیے جانشین قرار دیے ہین اور اونکی اطاعت واجب کی ہے یا اگر پیغمبر فرمائے کہ خدانے مومنون کے لیئے بہشت اور کافرون کے لیئے دوزخ خلق کی ہے اور ایک روز قیامت کا قائم کرکے سبکو اوٹھائیگا اور اعمال نیک و بد کا حساب کریگا بعد ثواب و عقاب دیگا یا اگر پیغمبر فرمائے کہ خدانے دونون جہان اور زمین و آسمان کو اور جو اوسکے اندر ہے خلق کیا ہے ایک لفظ کن سے علیٰ ہذا تو بصدق دل یقین کرکے کہنا چاہیے کہ اٰمنا وصدقنا اور کچھ نظر عقلی او سپر کرنا نہین چاہیے بلکہ جو اقوال خلاف عقائد یا متشابہ یا محتمل المعنی پائے جائین اونکے معنی مین سکوت لازم ہے مگر غیبت پیغمبران مین اونکے اقوال کی تصحیح حسب قاعدہ تصحیح نقل یعنی بتواتر جاننا وغیرہ کرنا ضرور ہے اگرچہ

اقوال صادق پیغمبران پر باین یقین کہ ہرگز خلاف عقل نہونگے گو ہماری عقلون سے
وجوہ عقلی قائم ہون یا نہ غور کرنا اس طرح پر کہ بصورت قائم ہونے اور نہ قائم ہونے وجوہ
عقلی کے یقین برابر رہے ہوس کے لیے کچھ مضائقہ معلوم نہین ہوتا مگر یقین کامل کے خلاف
ہے اگر بنظر الزام مخالفین ہو لیکن پیغمبران کے اقوال کو ضرور اور ناگاہ بطور نظر یعنے بنظر عقلی
دیکھنا یا غیبت مین خلاف قاعدہ تصحیح نقل صرف باستناد اقوال عقلی جانچنا البتہ خلاف ایمان کے
ہے بلکہ نفاق ثابت کرتا ہے کیونکہ بطور نظر یعنے بنظر عقلی دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوس قول کے
راست وحق ہونے مین کچھ شک ہے اور جب قول کے راست و درست ہونے مین شک ہوا تو پیغمبر کے
صادق کامل ہونے مین شک ہے اور جب پیغمبر کے صادق کامل ہونے مین شک ہوا تو پیغمبر کے
برحق ہونے مین شک ہے اور جب پیغمبر کے پیغمبر برحق ہونے مین شک ہوا تو ظاہر ہے کہ ایمان نہین
نفاق نہین تو کیا ہے اسی صورت مین درصورتیکہ ایمان قائم نہوئے تو پھر اس کے زائل ہونے مین کیا شبہ
ہو کر بیشک ایمان مین فتور پڑ جاویگا پس جن لوگون نے راے اپنی بمقابلہ راے پیغمبر کے دخل دیا
یا اقوال و افعال پر پیغمبر کے کسی طرح کا شک لائے یا اعتراض کیا جیسے مثل معترضان و شک
کنندگان صلح حدیبیہ وغیرہ کے وہ اسمین داخل البتہ ہونگے۔ اب جاننا چاہیے کہ بعض مغروران
عقل ایسا کہتے اور سمجھتے ہین کہ ہم خود عقل سے خدا کو پہچانتے ہین اور تہذیب اخلاق کو جانتے ہین
ہمکو پیغمبر کی احتیاج نہین ہے جیسا کہ حکماے یونان کا قول ہے پس ایسے لوگون کو کہنا ان کا سمجھنا
محض نادانی و خلاف عقل ہے بلکہ وہ لوگ غرور عقل کے سبب دیوانے اور مجنون ہوگئے ہین
کیونکہ اگرچہ تسلیم کیا جاے کہ وہ لوگ اپنی عقل کے زور سے خدا کو پہچانتے ہین اور تہذیب اخلاق
کو بخوبی جانتے اور اوسپر عمل کرسکتے ہین لیکن طریق عبادت کو جو حاصل معرفت خدا اور ثمرہ
تہذیب اخلاق کا ہے کیونکر سمجھ سکتے ہین کہ عبادت فرائض سے ہے عقلی نہین کیونکہ عبادت

بندگی کو کہتے ہین اور بندگی بجالانا احکام تکلیفی کا ہے بلا افراط و تفریط عقلاً و نقلاً جیسا العبد انشاء
بحث مالعبد مین مفصل ظاہر کیا جاے گا انشاء اللہ تعالی اور احکام تکلیفی اور اوسکے انداز و مقدار
و قیود کا دریافت کرنا عقل سے محال اسصورت مین عبادت کی فرض و تعین کرنے کا اوسیکو اختیار
ہے کہ جسکی عبادت ہو یعنے معبود کو نہ عابد کو اور کبھی وقتاً فوقتاً حسب مصلحت وقت و زمان اندر و سعت
انسان اوسکے سہل و شدید کرنے کا وہی مختار ہے نہ کسیکو اوسکی شدید کیے ہوئے کو سہل کرنے کی
مجال اور نہ کسیکو اوسکی سہل کیے ہوئے کو شدید کرنے کا مقدور ورنہ خلاف داب خدائی متصور ہے
اس صورت مین تہذیب اخلاق کو بھی خلاف بندگی اختیار کرنا فائدہ مند ہو نہین سکتا لہذا کیا
عاقل اور کیا جاہل سبکو پیغمبر کی ضرورت ہے کوئی دنیا مین اس ضرورت سے خالی نہین مگر
مشرک و کافر لیکن اس بحث کی کسی مقام سے یعنی جہان کہا گیا ہے کہ اکثر امور دینی عقلی نہین
اور دریافت اونکی مخصوص بہ بیان پیغمبر کے گئی ہے اوس سے یہ تصور نہو کہ اوسے از امور دین
خلاف عقل ہے یعنی امور واجب الاختیار کوئی حسن عقلی یا امور واجب الترک کوئی قبح عقلی
نہین رکھتے یا یہ کہ خدا اور رسول سے امر لقبیح امکان ہے جیسا اہل سنت کہتے ہین کہ امور دین
محض شرعی ہین حسن عقلی نہین رکھتے بلکہ اوس کلام سے مراد ہماری یہ ہے کہ عقل انسانی کل
مفہومات کی فہم پر محیط نہین اور نہ بسبب مختلف رہنے عقلون کے اور لاحق رہتے عوارض و اغراض
کے کل امور قابل الفہم کے فہم اصلی واقعی واحد پر محیط ہی کیونکہ ظاہر ہے کہ جملہ امور از روی حسن
و قبح اور چند قسم کے ہو سکتے ہین بعض کا حسن و قبح صریحی و بدیہی ظاہر ہے اور بعض محتمل بحسن و قبح
اور بعض مشترک اور بعض حسن یا قبح خفیف رکھتے ہین اور بعض کثیر اور بعض ظاہراً کوئی حسن خفیف
رکھتے ہین اور باطناً قبح عظیم اور بعض ظاہراً کوئی قبح خفیف رکھتے ہین اور باطناً حسن عظیم اور بعض
ظاہراً نہ حسن رکھتے ہین نہ قبح اور باطناً حسن رکھتے ہین یا قبح اور بعض نہ ظاہراً حسن و قبح رکھتے ہین

نہ باطناً اور بعض کے حسنات مفید تر ہین اور بعض کے چندان مفید نہین اور بعض کے قبحات
مضر تر ہین اور بعض کے چندان مضر نہین اور بعض مفید خاص ہین اور مضر غیر ہین اور بعض
مفید غیر ہین اور مضر خاص اور بعض مفید دنیا اور مضر آخرت ہین اور بعض مضر دنیا اور مفید
آخرت اور بعض کا ترک و اختیار انسان سے سہل و ممکن ہے اور بعض کا دشوار و مشکل ہے
اور بعض ایک زمانہ اور ایک ایام اور ایک وقت مین بوجوہات خاص حسن رکھتے ہین یا قبیح
یا مفید ہین یا مضر یا قابل الاختیار ہین یا قابل الترک اور دوسرے زمانہ اور ایام اور وقت
مین بے حسن یا بے قبح یا غیر مفید یا غیر مضر یا غیر قابل الاختیار یا غیر قابل الترک علیٰ ہذا اور نیز
کل اقسام مین بعض کا حُسن و قبح مفید و مضر حقوق پروردگار ہے اور بعض کا مفید و مضر حقوق
عام خلائق اور بعض کا مفید و مضر ذات خاص اور نیز ان کل امور کے لیے مدارج ہین یعنے
کسی خاص درجہ تک حسن رکھتے ہین۔ اور بعد متجاوز ہوجانے اوس درجہ سے داخل قبحات ہوجاتے
ہین اسصورت مین علاوہ اون امور کے جنکا حُسن و قبح صریحی و بدیہی ظاہر ہے باقی کل امور
کے حسن و قبح کی ترجیح بتحقیق و تفریق و تعیین و تحدد ضرور ہے۔ جو عقل انسانی سے بطور اصل
و واقع۔ اور قابل اعتماد و یقین دشوار و محال ہے اور اسیطرح صفات الٰہی اگرچہ عقلی ہوں مگر
چونکہ جملہ تفصیل اونکی بدیہی نہین اسلیے دریافت کرنا اونکی جملہ تفصیل کا عقل انسانی سے بطور
اصل و واقع و لائق یقین و اعتماد غیر امکان ہے لہذا کوئی ایک عقل کل درکار و مطلوب ہے
تاکہ امور محتمل و مشترک الحسن والقبح کو اصلاً مرجح اور مخفی الحسن والقبح کو اصلاً متحقق و مفید و مضر کو
اصلاً متفرق و مفید و مضر دوامی و زمانی و دنیاوی و اخروی کو اصلاً معین اور ممکن الاختیار
والترک و غیر ممکن الاختیار والترک کو بلحاظ تکلیف مناسب اصلاً محدود کر کے لوگون کو اقترافات
قبیحہ سے امن مین رکھے مگر ظاہر ہے کہ اس عقل کل ہونے کی لیاقت و قابلیت و استحقاق بجز

اُس علام الغیوب و واقفِ جملہ صلاح و عیوب یعنی پروردگار کی دوسرے کو حاصل نہین یا اُسکو
حاصل ہوسکتی ہے جسکو وہ تعلیم فرماکر عقلِ کل بنا کہ وہ پیغمبر ہے لہذا تمام صفاتِ الٰہی و جمیع امور
قابل الاختیار والترک کو بذریعہ اقوالِ یقینی خدا و رسول بدیہی و یقینی ترک کرکے اختیار و ترک کرنا
لازم ہے اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ نفع دینے موقوف ہی اوپر خوشنودی پروردگار کے اور خوشنودی
پروردگار کی منحصر ہے اوپر تعمیلِ حکم و واجباتِ الٰہی کے مطابق حکم و وجوب جسمین وہ سہل و دشوار
کرنے کا اور قابلِ عفو و غیر قابلِ عفو قرار دینے کا مختار و مجاز ہے اور خلاف اسکے باعثِ سخط و غضب
اور بصورت نہ رہنے کسی حکم کے نہ خوشنودی متصور نہ غضب اسلیے امورِ دین کو نقلی ہون یا عقلی
بدیہی ہون یا نظری بدریافت اقوال و حصول حکم خدا و رسول کے واجب الاختیار والترک
کرکے حسبِ قواعد مقررہ دین اختیار اور ترک کرنا واجب ہی اور خلاف اسکے ناروا ہی و ناجائز
و باعثِ خسرانِ دنیا و آخرت ہے لہذا ہم فیصلہ اس بحث کا اسطرح کرتے ہین کہ امور دینی
بسبب دانا و عالم و حکیم مطلق ہونے پروردگار کے حقیقتاً یعنی از روی وضع کے حسنِ عقلی سے
معمور ہین مگر واسطے اہل دین کے (کہ جملہ صفات ذاتی پروردگار کا یقین کر چکے اور پیغمبر کو عقلِ
کل و اصدق الناس جان چکے ہین جو لازمہ ایمان ہے اور اعتماد و یقین رکھتے ہین کہ خدا
و رسول سے امر بخلاف عقل و قبیح غیر امکان ہے) شرعی ہین لیئے اہل دین کو اومین کوئی چون
و چرا جائز نہین اور نہ غیر و نبیون کو اس بحث کی رو سے راہ دین کا دریافت کرنا شاست کیونکہ
یہ راستہ راہ حق کے تلاش کا نہین ہے لبس بیراہہ جانے سے ضرور ہی کہ خارستان بلا مین
مبتلا ہو جائین لیکن قولِ اہل سنت اس مقدمہ مین خالی از اضطراب و اختلال نہین کیونکہ
ظاہر ہے کہ اگر خدا سے امر بخلافِ عقل و قبیح و ظلم وغیرہ حسب اعتقاد اہل سنت ممکن تصور ہو
تو ضرور ہے کہ اون امور کے نسبت وہ معاذ اللہ نادان و ظالم تصور کیا جاوے جو اوسکی ذات

ستودہ صفات پر قبیح و قبیح اور مذموم در مذموم اور خلاف اقوال خدا اور رسول ہے اور یہ کہ وہ دانا و حکیم و موصوف بجمیع صفات و عادل کبھی تصور کیا جاے اور یہی امر بخلاف عقل و قبیح و ظلم ممکن التصور ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ صریحی و بدیہی قبول نقیضین و متضاد و خبطگی ہے تو جب یہ دونون شق نقیضین باطل ہوئین تو بخوبی ثابت ہوا کہ اوتعالے دانا و حکیم و موصوف بجملہ صفات و عادل مطلق ہے اور امر بخلاف عقل و قبیح و ظلم ہر آئینہ اُس سے غیر امکان ہے اور یہی ہے مختار مذہب امامیہ کا جیسا کہ اوتعالے خود فرماتا ہے کہ واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیہا آباءنا واللہ امرنا بہا قل ان اللہ لا یأمر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون یعنی جب کوئی قبیح عمل مین لاتے ہین تو کہتے ہین کہ اسی حال پر پایا ہے ہمنے ابا و اجداد کو اپنے اور خدا نے ہمکو حکم کیا ہی پس کہہ اے محمد صلعم کہ خدای تعالے امر نہین فرماتا ہی واسطے قبائح و مذموم کے آیا نسبت دیتے ہو ساتھ خداے عز و جل کے اوس امر کو کہ نہین جانتے ہو اور بھی فرماتا ہے کہ قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا و ما بطن یعنی کہہ اے محمد صلعم کہ سواے اسکے نہین ہی کہ حرام کیا ہی پروردگار نے ہمارے امور قبیحہ کو جو کچھ ظاہر ہے قبیح اوسکا اور جو کچھ پوشیدہ ہی علی ہذا

بحث پنجم بہ ثبوت رسالت خاص آنحضرت صلعم

چونکہ بمرور ایام یعنی تجربہ قائم و جاری ہونا سلسلۂ رسالت کا ظاہر و معلوم و مشہور ہی الیسی کہ اُن لوگون سے جنسے اس مقام کی بحث متعلق ہے اس سے انکار یا اسمین تکرار نہین اور نہ ہو سکتی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر سلسلۂ جاری شدہ کا تا باختتام جاری رہنا ضرور و لابد ہے اور کسی دین و ملت مین خبر اختتام رسالت تا اُس دین ملت کے ثابت نہین اور نہ کوئی قائل و دعوی دار ہے لہذا بعد از پیغمبران سابق بھی رسول کا مبعوث ہونا عجب نہین بلکہ ضرور متصور ہے اسصورت مین بعد پیغمبران سلف بھی اگر کسی کا دعوی پیغمبری کرنا ظاہر ہو تو حسب دلیل مندرجہ بحث سوم

بحث دوم اہل دنیا کو اُسکی طرف توجہ کرنا لیئے معلوم کرنا اُسکی کلام کو اور دریافت کرنا اُسکی
حال کو ضرور وواجب ہی اور بصورت ثبوت صدق دعوی اطاعت اُسکی لازم ہے چنانچہ
مطابق اسی اصول کے اہل اسلام برطبق دعوی رسالت آنحضرت صلعم آپ کے کلام کی طرف توجہ
کرکے اور معائنہ معجزات وصفات ضروری وکافی صادق جان کے ایمان لائے اور مطیع ہوئے
اور جو لوگ متوجہ نہین ہوے یا بصورت توجہ خلاف بدیہہ ایمان نہین لائے وہ بیشک کافر مطلق
متصور ہین کیونکہ کل اہل دین وملت متفق ہین کہ پیغمبرون کی شناخت اعجاز وصفات سے ہوتی
ہے اور کل پیغمبر اعجاز وصفات سے پہچانے گئے تو اسصورت مین یہان بھی بصورت توجہ اس
اطمینان کا راستہ بند نہ تھا بلکہ ایک بہت بڑا معجزہ کافی ترجیکا معائنہ بغیر طلب ممکن تھا یعنی
سایہ نہونا جسم مبارک کا ہمیشہ اور ہر وقت آپکے شامل موجود تھا۔ اور اب دعوی کرنا آپکا نسبت
رسالت اپنی وجود دین اسلام سے اور صادق برآنا اور صادق رہنا اپنے دعوی مین اجراے
دین وقیام دین وترقی دین وخوبی دین وکثرت شیوع دین سے ظاہر وثابت ہی اور بھی
ظاہر ہے کہ جن ملتون سے اس مقام کی بحث متعلق ہے اسوقت دو قائم ہین موسائی وعیسائی
یعنی یہود ونصارا تو چونکہ بحث سوم بحث دوم مین عقلاً ثابت ہوچکا کہ بنظر تبلیغ وتعلیم احکام
آلہی کے اور بنا بر رفع اختلاف وتردد واضطراب اہل دین کے ہرزمانہ مین کسی حجت خدا
لیئے ہادیان بجانب خدا کا قائم وموجود رہنا ضرور ولازم ہی ورنہ ہر تکلیف تکلیف زاید وناروا
متصور ہوگی۔ جیسا تجربتاً بھی دیکھا جاتا ہے کہ پروردگار عالم نے ازابتداے پیدایش حضرت
آدم علی نبینا وعلیہ السلام کوئی زمانہ انبیا سے خالی نہین چھوڑا اور پانچ سات سو برس
کے اندر کوئی رسول یعنی پیغمبر اولے العزم یعنی صاحب دین وکتاب برابر مبعوث فرماتا رہا۔ تو
اسصورت مین بعد زمانہ حضرت عیسی علیہ السلام کے خلاف عقل وتجربہ مذکور کے اس اٹھارہ سو

برس کے زمانہ تک کسی نبی یا رسول کا مبعوث نہونا خلاف مصلحت بندگان و ترک لازم اور
قبیح متصور ہے جس سے خدا بری و پاک ہے اس دعوت مین دعوای رسالت آنحضرت صلعم کا
واسطے عیسائیون کے بخوبی ثابت ہے اور واسطے یہودیون کے ثابت نہین ہے اگر اصطلاح بعد دعوای
رسالت آنحضرت صلعم کے اس تیرہ سو برس کے زمانہ تک کسی نبی یا رسول کا دعوی نبوت یا
رسالت کرکے صادق نہ آنا بخوبی مبنی ہے اور اثبات اختتام رسالت آنحضرت صلعم کے نور ہر
شخص کو ہر زمانہ مین آپ کے اتباع و احوال کیفیت ایسا توجہ کرنا اور انکی اقتدا و ہدایت کرے
تو رسول صادق و پیغمبر برحق جاننا واجب و لازم ہے لیکن معجزات آنحضرت صلعم کے کہ
دلیل فیصل و برہان مستحکم ہین واسطے ثبوت پیغمبری کے ایسی واضح ہو کہ چونکہ آنحضرت صلعم
اشرف رسل و خاتم الانبیاء ہین اسواسطے پروردگار عالم نے بنابر ثبوت رسالت آپکی ابتداء
پیدائش حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام تا زمان بعثت آپکے معجزات باہرہ و متواترہ
اعجازیہ واضحہ متکاثرہ مقرر فرمائی۔ تا کوئی دقیقہ اختتام حجت کا باقی نہ رہجاوے چنانچہ کل
معجزات مذکورہ کہ ہزارہا ہوے ہونگے تفصیل و بروایت صحیح بقید نام و احوال راویان کتب
مبسوطہ اہل اسلام مین درج ہین جسکو شوق ہو ملاحظہ فرمائے یہ رسالہ گنجایش انکی تفصیل
کی نہین رکھتا ہے مگر بطور اجمال مشتے نمونہ از خروارے دکھلایا جاتا ہے اول نور آنحضرت صلعم کا
پیشانی مین حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کے جلوہ گر فرمایا۔ اور اسی نور کو پیشانیوں
مین آپکے آبا و اجداد کے منتقل کرتا رہا تا کہ کل خاص و عام خلایق واقف و آگاہ رہین کہ
رسل خاتم الانبیا مبعوث ہونے والا ہے اور یہ قصہ بطور ذکر و تذکرہ تا زمان بعثت برابر ورد
زبان خاص و عام رہے تا کہ ہنگام بعثت امر جدید تصور ہو کر اقبال رسالت مین آپ کے تعطل و
توقف واقع نہووے و علم کل کتب سماویہ کو آپکی احوال و صفات و نشان و وقت پیدائش و بعثت سے

معلوم کر دیا اور زبان سے ہر ایک پیغمبر کے ظاہر کروایا تاکہ کل اہل دین و ملت آپکی رسالت سے خبردار
ہو رہیں کہ وقتِ بعثت کوئی شک و شبہ آپکی رسالت میں پیش نہ لاویں چنانچہ نشانات کتب
سابقہ کے مدارج النبوت وغیرہ کتبِ اسلام میں درج ہیں سوم بزمانۂ قرب پیدائش و وقت
پیدائش آیات کثیرہ ظاہر فرمائے تاکہ چشم غافل شدہ گان کو انگشت ہوشیاری ہو جاوے مثل
شکستِ کنگرۂ قصر نوشیروان و اخبارِ بطنی کاہن از حال بعثت آنحضرت صلعم وغیرہم چہارم
بعد تولد و قبل بعثت آیات متواترہ دکھلائی مثل سایہ ابر و سرسبز ہو جانے اکثر اشجار کے از قدوم
آنحضرت صلعم وغیرہ اور صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ بیش از طاقت انسانی عطا فرمائی تاکہ
لوگ واقف و آگاہ ہو رہیں کہ کوئی برگزیدہ خدا و پسندیدہ خالق جل و علی ہے پنجم بعد بعثت
[illegible] باہرہ و [illegible] واضحہ و افرہ متکاثرہ مرحمت کئے جو کتب مبسوطہ میں بتفصیل تمام درج ہیں
مثل شق القمر اور رجعت آفتاب اور گواہی سوسمار و دیگر جانوران بر رسالت آنحضرت صلعم اور
[illegible] اور اطاعت اشجار و احجار وغیرہم ششم مہر نبوت آپکی پشت مبارک پر عطا فرمائی
جسکا نقش یہ تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور سایہ آپکے جسم مبارک کا بقدرت
[illegible] معدوم فرمایا ہے ہفتم افضل ترین معجزات قرآن آپ پر نازل فرمایا جو کہ قائم
[illegible] معجزات کا ہے اور جسمین دعوی کیا گیا ہے فصاحت کا دعوای سخت یعنی کہا گیا ہے
[illegible] اسکو کلام خدا نہ سمجھے وہ اسکی ایک چھوٹی صورت کے برابر بھی کوئی صورت مقابلہ
[illegible] ممکن نہیں ہے کہ سوائے خدا اور رسول کے کوئی ایسا بڑا دعوی کرکے عہدہ برا [illegible]
[illegible] اپنے دعوے میں اور اہل ہر وقت و زمان کے مقابلہ اوس دعوی سے گردن
[illegible] کئے [illegible] اس صورت میں ظاہر ہے کہ پروردگار نے کار ضروری اپنا بطور ضرور ہر وجہ
[illegible] واسطے اختتام حجت کے کافی ہوا انجام و انصرام فرمایا اگر اہل دنیا حسب [illegible]

اپنے خیال و توجہ نیک کے فکر وکار ہاے دنیا میں خارت غول رہیں تو یہ انکا قصور ہے شدنا...

خدا کی - وباللہ التوفیق

مبحث چہارم تشخیصات ضروری مین جو بعداز پیغمبر بنا پر تقصر... راہ حق وصواب درکار ہین اور اوسمین سات بحثین ہین

بحث اول تشخیص ایمان ونفاق مین

پوشیدہ نہ رہے کہ ایمان اقرار کرنا اصول دین اور اونکی متعلقات کا ہے زبان سے اور تصدیق کرنا قلب سے اور نفاق اقرار کرنا امور مذکور کا ہے زبان سے اور تصدیق... قلب سے اور اسلام اقرار کرنا امور مذکور کا ہے زبان سے اور تصدیق کرنا یا نکرنا... چنانچہ مولوی عبدالعزیز دہلوی اپنے تفسیر مین بتفسیر الذین یومنون بالغیب... کہ اقرار محض را بے تصدیق مذمت فرمودہ اند درہمین سورہ درآیہ ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاخر وما ہم بمؤمنین یعنے از مردم... کسانیکہ ہستند میگویند کہ ایمان آوردیم بخدا وبروز آخرت ونیستند ایشان از اہل ایمان... پس معلوم شد کہ اقرار محض حکایت ایمان است اگر حکایت بحکی عنہ مطابق افتاد فہوالمراد... خداعی وزوری بیش نیست یعنی نفاق است وبحکی عنہ نیست مگر تصدیق امور آخرہ او... اقرار باللسان نکریگا تصدیق بالقلب کرتا ہو یا نہ کافر ہے جیسے اکثر یہودان حقیت... آنحضرت صلعم کو بخوبی جانتے تھی مگر بحبہ اسلام قبول نہین کیا چنانچہ اکثر احادیث اس امر پر دال ہین یعنے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ یہود مجکو اوسطرح پہچانتے ہین کہ جیسے اپنے لڑکے... لڑکون کو مگر ایمان نہین لاتے تو ان لوگون کو تصدیق قلب حاصل تھی مگر بسبب نہین کرنے اقرار لسانی کے کافرون مین داخل ہین پس دین آنحضرت صلعم کو دین اسلام اس وجہ سے

یعنی اگر کوئی شخص جہاد میں فرار ہو جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس شخص کا ایمان درست [illegible]
اگر ایمان درست ہوتا تو باوجود جاننے نفع عظیم شہادت و گناہ عظیم فرار کے جان کو عزیز [illegible]
یہ بھی ضرور نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے لوگوں کو بھاگتے دیکھ کر بے اختیار [illegible]
اضطراب میں بھاگ جائے دوم بوسیلہ علت ہای ایمان و نفاق وجود و عدم [illegible]
آفات و یقین و نفاق پر قیاس غالب قائم کیا جا سکتا ہے کیونکہ کوئی [illegible]
ہوتا اور ہر علت کے لیے معلول درکار اور ہر معلول کے واسطے علت [illegible]
علت موجود ہوگی اسکا معلول بھی ضرور موجود ہوگا اور جسکی علت موجود نہوگی اسکا معلول بھی موجود نہوگا اور
غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علت ایمان کی یقین [illegible] یعنی خوف عقاب خواہش ثواب عقبیٰ ہے کیونکہ [illegible]
[illegible] بے ایمانی سے جو کچھ نقصان متصور ہے صرف واسطے عقبیٰ کے اس صورت میں بصورت عدم
یقین معاد و نہونے خوف و خواہش عقبیٰ کے قبول ایمان و اختیار قیود دین جو بالطبع [illegible]
طبع انسانی ہے لاسود و غیر گوارا۔ اسلیے ضرور ہے کہ علت ایمان کی یقین معاد ہو [illegible]
خدا فرماتا ہے کہ جب [illegible] کا ذکر کیا جاے جس حال میں کہ وہ واحد ہے نفرت کرتے ہیں [illegible]
دل انکے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور علت نفاق خوف جان یا طمع مال دنیا ہے
کیونکہ دین سے جو کچھ نفع متصور ہے ساتھ ایمان کے نہ ساتھ بے ایمانی اور نفاق کے اس
صورت میں کوئی شخص دین آبائی عزیز اپنا چھوڑ کر بہ نفاق دوسرا دین قبول نہیں کر سکتا
مگر بعلت کہ وہ غیر از خوف جان و طمع مال دنیا نہیں اسلیے سواے خوف جان و طمع مال
دنیا کے کوئی اور علت عام و قابل قیام نفاق کے لیے نہیں ہے جیسا صواعق محرقہ میں [illegible]
جناب امیر علیہ السلام مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ علی یعسوب المؤمنین و
المالُ یعسوبُ المنافقین یعنی علی بادشاہ مومنان ہے اور مال بادشاہ منافقان مگر چونکہ

اعتقادِ معاد ہر دین وملت مین شائع ہی اور ہر شخص کو حاصل اس سبب سے علت ایمان عموماً ہمیشہ
قائم وموجود ہی تیس جب علتِ نفاق بھی اوسکے شامل موجود ہو جاے تو قیاس غالب یہ ہوتا ہی
کہ ضرور اوسوقت مومنین اور منافقین دونون ہون برابر خواہ کم وبیش مگر بوجہ اسکی کہ ایمان کے
ساتھ اکثر قیود دین شامل ہین اور قید بالطبع مخالفِ طبع ہے انسان کے اور یہ جبلت اکثر
غالب رہتی ہے علت ایمان پر اور بطوع ورغبت اختیار کرنے وقائم رہنے نہین دیتی ہے ایمان
کی قیود ضروری پر چنانچہ یہی وجہ ہے جو خدا فرماتا ہے کہ وقلیل من عبادی الشکور
اس صورت مین قیاس غالب یہ ہی کہ کثرت بطرف منافقین کے ہو نہ بطرف مومنین کے اور جب
علتِ نفاق ساتھ علت ایمان کے موجود نہو تو قیاس غالب یہ ہے کہ اوسوقت منافقین نہون
واگر ہون بھی من الوجوہ ہون تو قلیل وشاذ۔ اور جب یہ دونون علتین دورطرف ہوجائین تو
اوسوقت جو لوگ علتِ نفاق سے روگردان ہو کر علتِ ایمان کیطرف رجوع لائین اونکی مومن
ہونے کا قیاسِ غالب درجہ یقین تک پہونچتا ہے کیونکہ وہ لوگ خوفِ جان کو قبول کرکے
اور طمع سے دست بردار ہو کر اوس طرف رجوع لائے ہین کہ جسطرف نہ خوف ہی نہ مال تو بیشک
اونھون نے خوف وخواہش عقبی کو اولی سمجھا ہے تو ضرور ہے کہ ایمان اونکا درست وخالی
از نفاق ہو اور یہی ممکن ہے کہ وقت موجود رہنے علتِ نفاق کے مومنین سست اعتقاد جمع ہوجائین
نہ منافقین کیونکہ سست اعتقاد اونکو کہتے ہین کہ جو ایمان گمانی یا قیاسی رکھتے ہون اور ظاہر ہے
کہ ایمان گمانی ہر ایک دین کے ۔ کوئی اپنا دین قدیم نہین چھوڑ سکتا مگر بعلت تیس علت ہای
نفاق یعنے خوف یا طمع ساتھ ایمان گمانی کے جمع ہو کر مومنین سست اعتقاد گردلا سکتے ہین
لیکن یہ ایمان درصورتِ فوت علت یا بوجہے من الوجوہ منجر بہ نفاق ہو جا سکتا ہی کما لا یخفی
تیس ظاہر ہے کہ بعہد آنحضرت صلعم دونون علتین نفاق کی موجود تھین اسلیے ضرور ہی کہ اوسوقت

کے اہل دین مین مومنین و منافقین بسبب شکست اعتقادی پیدا ہوئے چنانچہ معلوم ہے
ا جبتک آنحضرت صلعم کو قوت نہین ہوئی اسوقت تک باوجود معائنہ معجزات باہرات
بجز معدودے چند کوئی ایمان نہین لایا اور بعد حاصل ہونے قوت کے فوج فوج جم غفیر ایمان
قبول کرتے گئے پس اگر وہ لوگ بخلوص نیت و اعتقاد اپنے کے ایمان لاتے تو پیشتر ایمان لانے
کو کوئی امر مانع تھا اسی سبب سے شکست اعتقادی اون لوگون کی روشن ہے یہان یہ
توہم نہو کہ قبل زمانہ جہاد کے کوئی علت نفاق کے موجود نہ تھی بلکہ اوسوقت بھی علت طمع
موجود تھی کیونکہ از عہد سید الشہدا تا عہد بعثت آنحضرت صلعم برابر واقف کاران بیان کرتے
آئے کہ عنقریب پیغمبر آخر الزمان باین نشانات مبعوث ہوگا اور از غرب تا شرق اوسکی اور
اوسکے پیروان کے قبضہ مین آویگا اور یہ خبر اوس اطراف مین مشہور و مشتہر تھی اسصورت مین
وہ زمانہ بھی خالی از علت سمجھا نہین جاتا ہی جیسا اہل تشیع ثابت کرتے ہین کہ وجوہ یعنی علت ایمان
خلیفہ اول و دوم اقوال بطلی کاہن ہین جو مبنی اوپر خبر خلافت اونکے تھی اور علاوہ اسکی اعتقاد
انسانی غیر تبدیل نہین ہے ممکن ہے کہ بعد موجودگی علت طرف علت کے رجوع کرے چنانچہ اکثر
آیات قرآنی بھی وجود منافقین پر دال ہین بلکہ خاص سورہ والمنافقون و دیگر آیات کثیرہ
بمذمت و فضائح منافقین نازل ہوئے ہین پس اگر وجود منافقین بکثرت نہوتا تو اسقدر آیات کثیرہ کا
بفضائح و مذمت منافقین نازل ہونا عبث و بیفائدہ متصور ہوتا ہی چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ ومن
الناس من یقول امنا باللہ و بالیوم الاخر وما ہم بمؤمنین یخادعون
اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون یعنی از جملہ مردمان وہ لوگ ہین کہ
کہتے ہین کہ ایمان لائے ہم خدا اور روز آخرت پر اور نہین ہین وہ ایماندار دل سے فریب دیتے ہین
خدا کو اور اُن لوگون کو جو ایمان لائے ہین اور درحقیقت فریب نہین دیتے ہین مگر اپنے

[illegible] ہے تشخیص نہیں اسلئے آخرہ مولوی عبدالعزیز دہلوی تفسیر مین اس آیت کے
[illegible] این گروہ را در شرع منافق نامند و نفاق بر چند وجہ است اعلی و اکمل آنست
[illegible] ایمان نمانند و در باطن منکر صادق باشند دوم ظاہراً و باطناً مذبذب و متردد باشند
[illegible] بسبب کثرت گناہان و تشدد اثر خطا و افراط حب دنیا و اجتماع اخلاق بد ایمان
[illegible] شود و ضعیف گردد بحدیکہ ایثار منفعت دنیا بر منفعت آخرت نتوانند کرد منفعت
دنیا بر منفعت آخرت ترجیح نتوانند داد پس در حقیقت این مردم ایمان ندارند اسلئے آخرہ
آنحضرت صورت مین اوس وقت کے ایمان و مومن کی تشخیص زیادہ تر محال و مشکل ہے یقیناً کیا
قیاساً بھی غیر امکان اور اوس وقت کے ایمان و مومن کی تشخیص کے لیے زیادہ تر گواہی خدا
و رسول کی درکار ہے خصوص واسطے خلیفہ کے کہ صلاح عامہ خلائق اوس سے متعلق ہے
ایمان اوسکا حقاً و یقیناً ثابت رہنا ضرور ہے

بحث دوم تشخیص اعمال صالحہ مین

واضح ہو کہ اعمال صالحہ نیک کامون کو کہتے ہین یعنے تعمیل کرنا اُن کامونکا کہ جنکے امر یا موجب شرع
اچھے قرار دیے گئے ہون اور ترک کرنا اُن کامونکا جنکے لیے نہی ہو یا موجب شرع بد قرار دیے گئے ہون مثلاً اختیار
کرنا نماز روزہ زکوۃ حج جہاد و ہجرت و بیعت و عبادت و عدل و سخاوت و شجاعت و محبت مومنان و صبر
و شکر و قناعت و توکل و تواضع وغیرہ کا اور ایمان اگرچہ امور عقائد سے ہے مگر ایمان قبول کرنا
ایک عمل ہے اعمال صالحہ سے اور مثلاً ترک کرنا کفر و نفاق و شرک و ظلم و کذب و بخل و
فرار جہاد و عداوت مومنان و غیبت و ریاکاری و شراب خواری و سود خواری وغیرہ کا
چنانچہ مولوی عبدالعزیز دہلوی تفسیر عملوا الصّلحت کی لکھتے ہین کہ اعمالہاے شائستہ و
عملہاے شائستہ آنست کہ فرمودہ است این کتاب یعنی قرآن یا یکے از فروع ثلثہ این

منافق کو اور ریا سوس و منافق دونون کر سکتے ہین کما لا یخفی۔ پس مثلاً اگر کوئی شخص بخضوع
وخشوع نماز پڑھے تو یہ خضوع وخشوع درستی نیت پر قیاس کرنے کے لیے موثر ہی لیکن اگر سطح
روبروے معتقدین کے پڑھے تو بسبب موجود رہنے علت ریا کے موثر نہین مگر یہ کہ تنہائی مین پڑھے
اور کوئی دوسرا امر مبطل اعمال کی علت پائی نجاسے تو البتہ بطور قیاس غالب کہہ سکتے ہین کہ
یہ شخص بصدق دل نماز پڑھتا ہے اور اگر کوئی شخص روبروے معتقدین بخضوع وخشوع پڑھے
اور تنہائی مین بغیر خضوع وخشوع تو کہہ سکتے ہین کہ اس شخص کے نماز بصدق نیت معلوم نہین
ہوتی ہے کیونکہ بسبب ریا پائی جاتی ہے علی ہذا مگر عجب ایک ایسا امر مبطل اعمال ہے کہ علامت جسکی
بعد درستی انجام عمل ہے کہ غیر از خدا کوئی اوسپر واقف ہو نہین سکتا۔ اس سبب سے بغیر گواہی
خدا اور رسول اعمال صالح کی تشخیص کرنا زیادہ تر محال ہے یقیناً کیا قیاساً بھی ممکن نہین خصوص
اوس وقت مین کہ جب علت نفاق بھی موجود ہو اس صورت مین ظاہر ہے کہ مجرد اعمال ظاہرے
کسی شخص کے واسطے ثبوت صلاح وتقوی اوسکے دلیل گردانا صریح بیجا تصور ہے خصوص
واسطے خلیفہ کے کہ صلاح عامۂ خلائق اوس سے متعلق ہے صلاح وتقوی اوسکا حقیقتاً و
یقیناً ثابت رہنا ضرور ولازم ہے ❊❊

بحث سوم تشخیص افعال مذمومہ مین

یعنی وہ کہ افعال مذموم کارہاے بد کو کہتے ہین یعنے اختیار کرنا اون کامون کا جنکے لیے نہی ہو
بسبب شرع نیک قرار دیے گئے ہون اور ترک کرنا اون کامون کا جنکے لیے امر ہو یا موجب
نیک قرار دیے گئے ہون اور جتنے کام علاوہ اسکے ہین وہ کارہاے عبث ہین اور کارہاے
نیک کوئی جیسے نیت وغیرہ امور باطنی وقلبی کے لگائی نہین گئی ہے مگر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے
پس اگر کارہاے بد سہواً یا نادانی یا ناواقفیت یا بے اختیاری یا مجبوری سے صادر ہون

تو امید ہی کہ مغفور ہون و بس اس صورت مین ظاہر ہے کہ بعد تردید مستثنیات بالا افعال
مذموم کو کارہائے بد اور اونکے فاعلون کو بدکار کہہ اور سمجھ سکتے ہین حقاً و یقیناً اور اصول کا
عقلاً یہ ہے کہ خدا مصلح ہی اور دین اصلاح خلائق اور ہر شخص سے خلاف صلاح خاص و خلاف
صلاح عام دونون متصور مگر صلاح خاص منحصر ہے اوپر صلاحیت باطن کے اور صلاح عام
منحصر ہے اوپر صلاحیت ظاہر کے اسلئے اصلاح باطن اور اصلاح ظاہر دونون ضروری مگر
اصلاح ظاہر کہ موثر بصلاح عام ہی ضرورتر لیکن ظاہر ہے کہ حصول صلاحیت ظاہر بغیر
حصول صلاحیت باطن کے محال و دشوار ہے مگر بعلت یعنی بخوف یا طمع لہذا واسطے
حصول دنیا و صلاح اہل دنیا کے صلاحیت ظاہری بے علت ہو خواہ بعلت کافی ہی اور
یہی کافی کی گئی اور اسکا نام اسلام رکھا گیا ہی اور چونکہ خدا مصلح خاص و عام دونون ہے
اس وجہ سے واسطے خوشنودی خدا اور حصول عقبی کے صلاحیت ظاہر مع صلاحیت باطن کے ضرور
ہی اور یہی ضرور کیگئی اور اسکا نام ایمان رکھا گیا ہے نہ صرف صلاحیت ظاہری بعلت
کہ یہ نفاق ہے اور نہ صرف صلاحیت باطنی کہ یہ داخل کفر ہے یعنی صرف صلاحیت باطن
کا ہونا ایسا ہے کہ صلاحیت ظاہر و باطن کچھ نہونا کیونکہ صلاحیت باطنی بغیر صلاحیت
ظاہری کے کامل نہین ہوسکتی اور بھی اسمین صلاح عام جو اعظم مقصود اصلاح کا ہے
حاصل نہین ہے جیسا تشخیص ایمان و نفاق کے بحث مین معلوم ہوا اور ظاہر ہے کہ ما
اختیار صلاحیت کا حصول عقبی ہے اور اوسکے لیئے عقائد مین معلوم ہوا کہ صلاحیت
ظاہر اور باطن دونون ضرور کیگئی ہے ویسے ہی اعمال صالح کے لیئے بھی جو واسطے عقبی کے
مفید ہین قید درستی نیت کی ضرور ہے اور یہی ضرور کیگئی ہے باین سبب شناخت اعمال
صالح کی بھی بغیر گواہی خدا و رسول کے محال ہوگئی اور چونکہ عقائد مین صلاحیت ظاہر

ہونے سے صرف صلاحیتِ باطن اگر ہو بھی تو بیکار ہے نہ واسطے عقبیٰ کے مفید ہے نہ واسطے دنیا کے
جیسا اوپر ظاہر ہوا ویسے ہی افعالِ بد کے لئے بھی قیدِ نیت وغیرہ امورِ باطنی و قلبی کی ضرور نہیں نہ ضرور
کیونکہ اُسکی توجہ سے شناختِ افعالِ مذموم کی ممکن ہے و احتیاج گواہیِ خدا و رسولؐ کی نہیں ہے پس
اس بیان سے بخوبی ثابت ہے کہ مجرد اعمالِ صالح بغیر تصدیقِ خدا و رسول قابلِ ثبوت صلاح
مطلق نہیں اور مجرد افعالِ بد واسطے ثبوت و یقین بدکاری کے کافی ہین اگر مستثنیاتِ بالا مین
داخل نہون اس صورت مین ظاہر ہے کہ نسبت مطاعن ظاہری کے گفتگو جائز متصور ہو اور جس شخص
کے کچھ بھی مطاعن ثابت ہون اُسکے اعمالِ صالح کے یقین کرنے مین زیادہ تر فتور پڑ سکتا ہے
اور کوئی بھی صالح باعث [illegible] یقین بنا بر تردید اُن مطاعن کے کافی ہو نہین سکتا خصوص
نسبت خلیفہ کے کہ صلاح [illegible] خلائق اُس سے متعلق ہے کسی مطاعن کا ثابت رہنا زیادہ تر مذموم
اور زیادہ تر بنا بر تردید صلاح و تقوی اُسکے موثر کیونکہ اُسکے نسبت مستثنیاتِ بالا مین داخل رہنے کا
[illegible] گمان ہو نہین سکتا کیونکہ اکثر مستثنیاتِ مذکور واسطے اُسکے خود مذموم و قبیح متصور ہین ؛

بحث چہارم تشخیص افعالِ متشابہ اعمال مین

افعالِ متشابہ اون اعمال سے مراد ہین جو خلافِ بندگی واقع ہون اور بندگی بجا لانا احکام
تکلیفی شرعی کا ہے چہ از اوامر و چہ از نواہی بصورت و بحالت ماموری بلا افراط و تفریط یعنی
بحکم و بلا تفاوت حکم و بلا خلافِ قیود معینۂ حکم کیونکہ ظاہر ہے کہ خدا کسی عبادت کا محتاج نہین
اُن سے غرضِ اصلی تعمیل حکم ہے اور تعمیل حکم بغیر ہونے مطابق حکم تعمیل حکم تصور ہو نہین سکتی
چنانچہ مولوی عبد العزیز دہلوی تفسیر **یقیمون الصلوٰۃ** کے لکھتے ہین کہ معنی اقامت الصلوٰۃ
آنست کہ نماز را از ہر خلل و کجی محافظت نمایند خواہ آن خلل و کجی در کارِ دل باشد خواہ در کار
زبان باشد یا کارِ جوارح و اعضا و خواہ این محافظت در فرائض باشد یا در شروط یا در سنن یا در مستحبات

الے آخرہ علی ہذا۔ پس اعمال صالح وہی اعمال ہو سکتے ہین جو مطابق بندگی کے ہون اور
جو اعمال خلاف بندگے واقع ہون بغیر موجودگی مستثنیات مندرجہ بحث افعال وہ اعمال
نہین ہو سکتے بلکہ افعال بد یا افعال عبث ہین جو تشابہ رکھتے ہین ساتھ اعمال کے اور ظاہر
ہے کہ افعال بد خطا ہین اور افعال عبث غیر مفید مثلاً نماز دو رکعتی کو چار رکعت یا چار رکعتی کو
دو رکعت پڑھنا یا پیش از وقت پڑھنا یا بعد از وقت بہ نیت ادا پڑھنا یا بحالت قرضداری
حج کو جانا یا علاوہ نماز و روزہ ہاے فرض و سنت نماز پڑھنا یا روزہ رکھنا یا خلاف وقت روزہ
کھولنا یا بغیر امارت حقہ سزاے شرعی دینا یا باوجود فاقہ کے روزہ طعام حرام سے بخیال حرام
فاقہ نہ توڑنا علی ہذا۔ اگر کوئی گروہ کفار کسی مسلمان یا مسلمانون کو گھیر کر کسی امر خلاف شرع کے
تکلیف دوے یا کوئی مسلمان یا مسلمانان حکومت کفار زیان کار مین پہونچ جائین اور نہین
تحمل کرنے مین اُس امر کے وہان یا ظاہر کرنے مین ایمان کے بیان خوف جان متصور ہو
تو بشرط نہین موجود رہنے شرائط جہاد کے موجب حکم آیہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ
یعنی کہ نہ ڈالو اپنی جانون کو ہلاکت مین ارتکاب اُس امر کا اور اخفار ایمان کا حق متصور ہے
پس اگر وہ مسلمان یا مسلمانان اُس امر کی تعمیل یا اخفار ایمان اختیار نکرکے جنگ کرین
تو گو خوش اعتقادی ثابت ہوتی ہے مگر حقیقتاً یہ جنگ داخل جہاد و عمل نہین ہو سکتی کیونکہ
خلاف حکم و بندگی کیگئی اور مثلاً شرط جہاد یہ ہے کہ چالیس آدمی سے کم نہون کہ آنحضرت
صلعم نے کسی سریہ مین بھی چالیس آدمی سے کم روانہ نہین کئے تو اگر کوئی شخص چالیس
آدمی سے کم مین جہاد کرے تو گو فتح پائے لیکن وہ جہاد داخل جہاد و عمل ہو نہین سکتا اور
عقبی کے لیے کوئی نفع دے نہین سکتا ہے کیونکہ خلاف قید معینہ کے کیا گیا اور مثلاً اگر
کوئی شخص بطور ناحق خلیفہ خواہ امام بنکر جہاد کرے یا اور اعمال [illegible] خلافت و امامت

عمل مین لائے تو گو اُس جہاد سے ظاہراً دین کو ترقی ہو لیکن وہ جہاد و اعمال داخل اعمال ہو نہین سکتے اور اُس خلیفہ ناحق کی ذات کے لیے کوئی فائدہ نہین دے سکتے ہین کیونکہ بغیر ماموری واقع ہوئی مگر اون مجاہدین کو نقصان پہونچ نہین سکتا ہے جنہون نے حسبۃً اثنای بحث افعال نامداقفیت یا نادانی یا مجبوری وغیرہ وجوہاتِ قابل عفو کے وجہ سے جہاد کیا ہو نہ اون لوگ کے ایمان کو نقصان پہونچ سکتا ہے جو ابعہد خلافتِ ناحق ایمان لائے ہون

چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہین ؎

ابی حکم شرع آب خوردن خطاست — وگر خون افتوی بریزی رواست

پس افعال متشابہ اعمالِ حسنا نیز فاعل کے حق مین کوئی دلیل نیکوکاری ہو نہین سکتی بلکہ داخلِ خطا و عصیان ہین اور تشخیص افعال متشابہ اعمال بذریعہ اُس سبب کے کہ جس سبب سے وہ اشکال سبتدل با فعال بد ہو جاتے ہین ممکن ہے کما لایخفی اس صورت مین علاوہ قیود مندرجہ بحث اعمال ظاہر ہے کہ جبتک استحقاقِ خلافت فیصل اور خلافت جسکی حق ند ثابت کر لیجاے اُسوقت تک کوئی افعال اُسکے جو لبعہد خلافت ظہور مین آئے ہون اور ظاہراً نیک و بہتر پائے جاتے ہون یا اونسے ترقی دین متصور ہوتی ہو یہ ثبوت نیکوکاری و استحقاقِ خلافت اوسکی پیش نہین ہو سکتی ہین کیونکہ وہ افعال لبصورت حق ہونی خلافت کے البتہ نیک ہو سکتے ہین اور لبصورت ناحق ہونے خلافت کے بد و عبث لیس افعال بدیا عبث نا براثباتِ استحقاقِ خلافت کے غیر کافی یعنے ہرگاہ واسطے نیک ہونے اون افعال کے حق ہونا خلافت کا شرط ٹھہرتا ہے تو لبغیر اثبات شرط یعنی حق خلافت اثبات مشروط یعنی نیکی افعال محال اور چونکہ نیک ہونا اُن افعال کا واسطے حق ہونی خلافت کے شرط قرار پاتا ہی تو ہرگاہ شرط یعنی نیکی افعال غیر ثابت رہے تو وجود مشروط یعنی استحقاق خلافت بیشک غیر ثابت

بحث پنجم تشخیص صالحین و متقین و فاسقین و منافقین میں

واضح ہو کہ صالح و متقی مومن نیکوکار کو کہتے ہیں چنانچہ مولوی عبد العزیز دہلوی تفسیر
هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ کے لکھتے ہیں کہ متقی نام کسیست کہ خود را نگاہ دارد از انچہ او را
ضرر میکند در آخرت خواہ آن اعتقاد بد باشد یا خلق بد یا عمل بد اور بھی لکھتے ہیں
و ترمذی و دیگر محدثان معتبر از عطیہ سعدی کہ صحابی است روایت کردہ اند کہ آنحضرت فرمودند
میفرمودند کہ بندہ باین درجہ نمیرسد کہ از متقیان شمار کردہ شود تا آنکہ نگذارد چیزی
را کہ ہیچ خطرہ شرعی دران نیست بسبب ترس از وقوع حرام اور یہ بھی لکھتے ہیں
جمل عمر نیست کہ متقیان کسانی باشند کہ از انواع شرک و بت پرستی خود را نگاہ داشتہ
و عبادت خود خالص برای خدا کردند اسلئے آخرہ اور فاسق مومن غیر نیکوکار و غیر پرہیزگار
کہتے ہیں چنانچہ مولوی عبد العزیز دہلوی بہ تفسیر الذین یؤمنون بالغیب کے لکھتے ہیں
کہ ایمان را ہم مقرون عمل صالح فرمودہ اند در آیہ الذین امنوا وعملوا الصالحات
و ہم مقرون بمعاصے و در آیہ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا
و در آیہ والذین امنوا ولم یھاجروا پس معلوم شد کہ نہ عملہائے نیک را در
ایمان دخل است و نہ عملہائے بد برہم زنندہ ایمان اند اسلئے آخرہ۔ اور منافق اوسکو
کہتے ہیں جو ایمان درست نرکھتا ہو۔ گو بظاہر نیکوکار و پرہیزگار ہو پس واسطے تشخیص کرنے
صالح کے ضرور ہے کہ ایمان و نیکوکاری و پرہیزگاری اسکی ثابت کیجاوے مگر ثابت ہو چکا کہ
تشخیص کرنا ایمان و اعمال کا جیسا کہ یقین کے لیے کافی ہو قدرت انسانی سے باہر ہے
لہذا تشخیص صالح انسان سے دشوار و محال ہے الا بگواہی خدا و رسول اور بنا بر تشخیص فاسق
ضرور ہے کہ غیر نیکوکاری و غیر پرہیزگاری اسکی ثابت کیجاوے اور یہ موقوف ہے اوپر تشخیص

افعال بد کے اور تشخیص افعال بد ممکن ہے جیسا کہ ظاہر ہوا لہذا تشخیص فاسق امکان اور
چونکہ فاسق صالح نہیں ہو سکتا مگر مومن یا منافق دونوں ہو سکتا ہے لہذا اگر وہ افعال
یا اقوال فسق احاطہ ایمان سے باہر اور حد خطا و عصیان زائد نہوں تو مومن کا گمان
ہو سکتا ہے اور اگر وہ افعال یا اقوال فسق احاطۂ ایمان سے باہر اور حد خطا و عصیان سے
زائد ہوں تو بیشک منافق تصور کیا جا سکتا ہے خصوص اگر وہ افعال یا اقوال زمانہ
غیر فسق و فجور میں صادر ہوں علی الخصوص اگر وہ افعال یا اقوال از روے نص و حدیث
نشانِ نفاق قرار دیے گئے ہوں - پس اس صورت میں جن لوگوں نے صلح حدیبیہ میں نسبت
رسالت آنحضرت صلعم کے اظہار شک کیا یا وقتِ رحلت آنحضرت صلعم کے منع قرطاس و
قلم کیا اور نسبت دی ہذیان کے ساتھ آنحضرت صلعم کی - یا شامل جناب امیر یا حضرت
فاطمہ و دیگر اہل بیت علیہم السلام کے عداوت کی یا انکو ایذا پہونچائی وہ لوگ بیشک
منافقوں میں تصور ہو سکتے ہیں - حقاً و یقیناً جیسا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ محبت
اہل بیت نہیں ہوگی مگر مومن کو اور عداوت اہلبیت نہیں ہوگی مگر منافق کو

بحث ششم تشخیص صحابی و غیر صحابی میں و بذیل آن تشخیص محب و غیر محب

واضح ہو کہ لفظِ اصحاب از روی لغت جمع الجمع ہے صاحب کی اور صاحب بمعنی دوست
و ہمراہی دونوں آیا ہے پس اگر اصحابِ رسول سے مراد دوستان و احباب رسول ہوں
تو اس صورت میں وہی لوگ داخلِ لفظ اصحاب ہو سکتے ہیں جو حقیقتاً محب ہوں اور
ظاہر ہے کہ محبت ایک شی امور قلبیہ سے ہے کسواسطے کہ محبت ظاہر ساتھ عداوت یا غیر محبت
باطن کے جمع ہو سکتی ہے یعنی ممکن ہے کہ با وجود عداوت خواہ غیر محبت باطن کے ظاہر
میں افعال و اقوال موافق و آداب محبت صادر کیا کریں بطور نفاق مگر جو محبت قابل صفت

ہی وہ محبت قلبی ہے نہ ظاہری اور محبت قلبی و اصلی سے بجز خدا و رسولؐ کوئی واقف ہو نہین سکتا اس سبب سے تشخیص محبت ومحبان یعنے تشخیص اصحاب بغیر گواہے خدا و رسول انسان سے محال اسصورت مین کل مصاحبان آنحضرت صلعم کو اصحاب رسول کہنا مجازاً و اخلاقاً تصور ہوتا ہی نہ حقا و یقیناً بلکہ بوجہ آنکہ محبت باطن ساتھہ عداوت یا غیر محبت ظاہر کے جمع ہو نہین سکتی ہے یعنی ممکن نہین ہے کہ بصورت محبت قلبی افعال و اقوال باعث عداوت یا غیر محبت کی صادر ہو سکین لہذا ان لوگون کی نسبت جنسے افعال و اقوال خلاف محبت پائے جائین قیاس بلکہ یقین غیر محب اور بھی غیر اصحاب ہونے کا کیا جا سکتا ہے حسب اندازہ و درجہ قول و فعل اور اگر اصحاب رسولؐ سے مراد مصاحبان آنحضرت صلعم ہون تو ظاہر ہے کہ اسصورت مین لفظ اصحاب کوئی صفت قرار نہین پاتا کیونکہ مصاحبت مومن و منافق دونون ہو سکتے ہین اور نیز ممکن ہے کہ لفظ اصحاب بمعنی احباب و مصاحبان دونون مستعمل ہوا ہو تو اسصورت مین حسب موقع کلام معنی تصور کیے جائینگے نہ ہر مقام پر کل مصاحبان داخل احباب تصور ہونگے مگر چونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جسنے اذیت دی فاطمہؑ کو اوسنے اذیت دی مجکو اور فرمایا ہے کہ جسنے بغض رکھا علی سے اوسنے بغض رکھا مجھسے اور جسنے اذیت پہونچائی علی کو اُسنے اذیت پہونچائی مجکو اسلیئے وہ لوگ جنھون نے اذیت پہونچائی حضرت فاطمہؑ کو بغصب فدک وغیرہ و تردید دعوی معصومہ و گواہی معصومین اور رد کیا دعوی و گواہی و کلام کو جناب امیر علیہ السلام کے اور مخاصمہ کیا اونسے باوصف ثابت رہنے عصمت و صداقت اونکی وہ ہرگز داخل اصحاب حقیقی تصور نہین ہو سکتے کما لا یخفے

بحث ہفتم بہ تفریق گواہی خدا و رسول موثر تشخیص صالحین وغیرہ

واضح ہو کہ بحث ما ہی ماقبل مین جو تشخیص صالحین وغیرہ کے اوپر گواہی خدا و رسول کے
موقوف اور منحصر کی گئی ہے اوس سے گواہی خاص وصریح مراد ہے نہ گواہی بطور عام واجمال کسواسطے
کہ گواہی عام واجمال یعنے بخطاب عام ونشان اجمالی واسطے ثابت کرنے صلاحیت یا صفات کسی
خاص شخص یا خاص شخصون کے کافی ہونہین سکتی ہے گو وہ شخص یا اشخاص اوس خطاب عام
ونشانِ اجمالی مین ظاہراً شریک پائی جاتے ہون الّا اوس حال مین کہ اول بقول خدا
یا بہ بیان رسول ثابت کیا جائے کہ وہ شخص یا اشخاص خاصۃً اوس خطاب یا نشانِ عام
مین داخل ہین یا اونکی نسبت بھی خاصۃً وہ خطاب ونشان آئے ہین کیونکہ خطاب عام
ونشانِ اجمالی یا متعلق بہ عقیدتِ قلبی ہونگے یا متعلق بہ اعمال ظاہری یا متعلق بہ عقیدت
واعمال دونون کے اور ظاہر و ثابت ہوچکا کہ تشخیصِ ایمان خواہ اعمال انسان سے
محال ہے تا این سبب سوائے اوس شخص کے جسکا ایمان واعمال بگواہیِ خاص خدا و رسول
درست ثابت ہو کسی دوسرے کو از اہل اسلام اوس خطاب ونشانِ عام واجمالی مین
داخل کرنا یا داخل سمجھنا محض بیجا وخلاف مقصود مثلاً اول خطاب متعلق عقیدت مثل
یاایھا الذین امنوا کے یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے ہو پس ظاہر ہے کہ حسب معنی
ایمان خطاب آمنوا سے وہ کل لوگ مراد نہین ہوسکتے ہین جو ظاہراً اسلام مین درآئے
ہون خواہ با یمان خواہ بہ نفاق بلکہ معنی اصلی اسکے یہی ہونگے کہ وہ لوگ جو اقرار کرتے ہین
اصول دین کا زبان سے اور تصدیق کرتے ہین قلب سے یعنی ایمان درست رکھتے ہین
اور ثابت ہوچکا کہ تشخیص ایمان فہم انسانی سے باہر ہے اسصورت مین سوائے اون
لوگون کے جنکا ایمان بگواہیِ خاص خدا و رسولؐ ثابت ہو کسی دوسرے کو از اہل اسلام
اس خطاب مین داخل کرنا یا داخل سمجھنا صریح خلاف وخالی از کذب نہین گو خدا کی نزدیک

اور لوگ بھی داخل ہون اور پوشیدہ نرہے کہ ایمان اگرچہ متعلق بہ عقیدت ہی مگر ایمان قبول
کرنا یا ایمان پر قائم وثابت رہنا ایک عمل ہے اعمال صالحہ سے کما لا یخفی۔ تو اس صورت مین
خطاب ایمان کے معنی یہ ہونگے کہ وہ لوگ جو اقرار کرتے ہین یا جنھون نے اقرار کیا ہی زبان سے
اور تصدیق کرتے ہین یا تصدیق کیا ہے قلب سے بہ درستی نیت کیونکہ شرط انما الاعمال
بالنیات ہر عمل کے ساتھ مشروط ہوگی۔ پس اس حالت مین وہ لوگ خطاب [illegible]
ہو نہین سکتے ہین جنکے ایمان لانے یا قائم وثابت رہنے کی علت غیر علت ایمان ہو۔ اگرچہ
اون لوگون کو تصدیق قلب حاصل ہو جیسے کہ اکثر یہودان حقیت انحضرت صلعم سے
بخوبی خبردار تھے لیکن بعداوت دین قبول نہین کرتے تھے پس اگر وہ لوگ بعد قائم ہونے
ملک ومال کے بطمع مال ایمان قبول کرلیتے۔ تو گو تصدیق قلب اونکو حاصل ہوتی مگر ایمان
لانا اونکا بہ نیت درست نہوتا دوم خطاب ونشانات متعلق اعمال مثلاً وہ لوگ جو
عمل صالح کرتے ہین یا نماز پڑھتے ہین یا روزہ رکھتے یا زکوٰۃ دیتے ہین یا حج کرتے ہین
یا جہاد کرتے ہین یا جہاد کیا ہے فلان جہاد یا فلان غزوہ مین یا ہجرت کی ہے یا بیعت
کی ہے فلان بیعت یا فلان مقام پر وغیرہم پس ظاہر ہے کہ بفحوای حدیث شریف
انما الاعمال بالنیات وقیود دیگر متعلق اعمال خطاب ونشانات مذکورہ بالا سے
یہ مراد ہو نہین سکتی ہے کہ جو لوگ بظاہر اعمال مذکورہ کو انجام دیتے ہین اور تعمیل کرتے
ہین یا جنھون نے بظاہر انجام دیا ہے و تعمیل کیا ہی بلکہ مراد اصلی یہ ہے کہ جو لوگ اعمال
مذکور کو بہ نیت خالص و درست حسب قیود بندگی بغیر شمول امور مبطل اعمال تعمیل کرتے ہین
یا جنھون نے بطور مذکور تعمیل کیا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ سب اعمال بغیر درستی نیت و بخلاف
قیود بندگی بشمول امور مبطل [illegible]

اعمال نہین ہوسکتے گو ظاہراً انسان کے آگے داخل عمل ہین اسصورت مین سوائے اوس
شخص کے جسکے اعمال صالح بہ گواہی خاص خدا و رسول ثابت ہون یا جنکا داخل رہنا
ان خطابات مین خاصتاً بھی ظاہر کیا گیا ہو کسی دوسرے کو از عاملان ظاہری ان خطابات
ونشانات عام و اجمالے مین یقیناً داخل و شامل کرنا یا یقیناً داخل و شامل سمجھنا صحیح
خلاف و خالی از دروغ بندی نہین گو خدا کے نزدیک اور لوگ بھی داخل و شامل ہون
سوم خطابہاے متعلق عقیدت و اعمال ہر دو مثلاً صالحین و متقین و صادقین وغیرہ
پس ہرگاہ ثابت ہوچکا کہ تصدیق قابل یقین صالح و متقی کے انسان سے محال ہے
تو تصدیق صادق کی کہ قریب بدرجہ معصومیت کے ہے زیادہ تر محال۔ اسصورت مین ظاہر
ہے کہ بجز اوس شخص کے کہ جسکا ایمان اور اعمال صالح بگواہی خاص خدا و رسول ثابت ہو
یا سوائے اوسکے جسکے حق مین یہ خطاب خاصتاً بھی آگئے ہون کسی دوسرے کو اہل اسلام سے
یا صاحبان اعمال ظاہری سے ان خطابات مین داخل کرنا یا داخل سمجھنا صاف غلط ہے
گو خدا کے نزدیک اور لوگ بھی داخل ہون پس اسصورت مین کل اہل اسلام کو جو ظاہراً
قسمے از اقسام خطابات و نشانات مذکورہ بالا مین داخل و شامل پائے جاتے ہین
منسوب کرنا طرف خطابات و نشانات مذکورہ کے مجازاً و اخلاقاً ہے وہ ہوسکتا ہے نہ
حقیقتاً و یقیناً مگر مجاز و اخلاق اوسیوقت تک جائز و مناسب ہوگا کہ جبتک اونکی صفات
پر اعتقاد کرنے اور ایمان لانے کی ضرورت نہو یا جبتک کوئی ہرج و نقصان و فتور
و فساد امور دینیہ ضروریہ اصلیہ مین لاحق و ظاہر نہو و در صورت ضرورت ایمان و
اعتقاد بصفات آنہا یا لحوق و ظہور ہرج و نقصان و فتور و فساد با مور مذکور حقیقت
و یقین کیطرف رجوع کرنا واجب و لازم ہے نہ قائم رہنا اوپر مجاز و اخلاق کے کہ دین

وایمان ساتھ یقین کے ہے نہ ساتھ غیر یقین کے اور اسصورت مین اخلاق داخل درجہ
افراط ہوکر از قبیل رذائل ہو جائیگا نہ فضیلت باقی رہیگا جیسے دین اسلام مین باوجود
کافر کی عظمت و بزرگی کرنا اخلاقِ دین مین داخل ہے مگر بخلاف امورِ دینیہ ضروریہ یہ
اخلاق جائز نہوگا۔ اسصورت مین بنا بر تفریق و معرفتِ خلیفہ و امام کہ کے اصلاحِ عامۂ
خلائق اوس سے متعلق ہے و قیامِ ایمان درست و راہ اصلی دین اوسپر موقوف و منحصر
رجوع کرنا بطرف حقیقت و یقین کے ضرور بلکہ ضرور تر متصور ہے۔ و باللہ التوفیق

مبحث پنجم بہ ثبوتِ خلافت و امامت اور جو کچھ اوس سے متعلق ہے اور اوسمین دس بحثین ہین

بحث اول بہ ثبوتِ خلافت عام و صفات ضروری خلیفہ و امام

واضح ہو کہ خلیفہ جانشین و نائب پیغمبر اولے العزم کو کہتے ہین اسلیے ضرور ہے کہ
پہلے ظاہر کیا جاے کہ پیغمبر اولی العزم کی کیا صفت ہے اور جانشین سے کیا مراد ہے
با فرق بینہم ظاہر ہو کر معنے خلیفہ کے بخوبی سمجھ مین آجائین۔ پوشیدہ نہ رہے کہ پیغمبر
اولی العزم اوسکو کہتے ہین جو صاحب ملت و دین ہو یعنی کوئی ملت و شرع منجانب خدا
لائے اوس زمانہ تک کے واسطے کہ جس زمانہ تک اوس ملت کا جاری و قائم رہنا
خدا کے نزدیک مناسب ہو اور جانشین یعنے خلیفہ اوس نبی خواہ امام کو کہتے ہین
کہ جو پیغمبر اولے العزم کی لائی ہوئی ملت کو بعد از پیغمبر جاری و شائع و مستحکم کرے
اور اوسکا نگہبان رہے باقی دیگر پیغمبران غیر اولی العزم بھی بمنزلہ نائبان پیغمبر
اولی العزم کے ہین لیکن فرق اتنا ہے کہ پیغمبران کو بذریعہ فرشتگان و صحائف وغیرہ
ہدایت منجانب خدا ہوتی ہے اور نبی و امام کو ہدایت بذریعہ فرشتگان و صحائف نہین

ہوتی۔ مگر بذریعۂ خواب والہام وغیرہ کے پس ہر پیغمبر اولے العزم اوس زمانہ تک کیواسطے
مبعوث ہوتا ہے کہ جس زمانہ تک اوسکی ملت جاری وقائم رہے اور کوئی دوسرا پیغمبر
اولی العزم ملت جدید لیکر آئے نہ صرف اپنی زندگی تک کے واسطے۔ اس صورت مین پیغمبر
اولی العزم کے لئے جانشینون کا ہونا ضرور ہے اور بھی ضرور ہے کہ وہ جانشین موصوف
ہون کل صفات مین اپنے پیغمبر کے (یعنے صاحب اعجاز و افضل الناس ہون بعد
پیغمبر علم و عدل و صدق و عصمت و جمیع صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ مین) اور
بھی ضرورتر ہے کہ وہ جانشین مامور ہون از جانب قادر برحق و دانائی مطلق کے اگر
کہا جائے کہ پیغمبرون کے لئے جانشینون کی احتیاج نہین ہے یا ایسے جانشین ضرور
نہین ہین جنکی تعریف اوپر لکھی گئی تو وجوہات ذیل نقیض اس مدعاء کے پڑے ہین
جنکی روسے خود دین کا بطور حق وصواب وحسب مقصود خدا جاری وقائم رہنا یا حجت
خدا کا اختتام پانا جو حاصل ہے بعثت پیغمبران کا دشوار وغیر ممکن متصور ہو کر وجود
جانشینان موصوف بصفات مذکور کا لازم آجاتا ہے پس وجہ اول صریح ظاہر ہے
کہ درصورت نہونے ایسے جانشین کے بعد پیغمبر کوئی صورت اون لوگون کے اختیار دین
یا اون لوگون پر اختتام حجت کی باقی نہین رہتی ہے جو لوگ حیات مین پیغمبر کے
دین اختیار نکر چکے ہون یا جنپر حجت ختم نہو چکی ہو۔ یا جو امین قیام ملت اوسکے
ملت ہاے غیر مین پیدا ہون یا ہوش سنبھالین۔ کسواسطے کہ اختیار دین مع قوت ہے
اوپر معرفت پیغمبر کے اور مبحث رسالت مین ثابت ہو چکا کہ معرفت پیغمبر کے لئے سوا ے
ظہور معجزات یا اجتماع صفات کوئی دوسرا ثبوت قابل یقین وکافی نہین ہے مگر بعد فوت
پیغمبر نہ معجزات اوسکے قائم رہ سکتے ہین نہ صفات اسلیئے کوئی صورت جدید لوگون کی اختیار

دین کی باقی نہین رہتی نہ کوئی صورت اونپر اختتام حجت کی کیونکہ **اول** اگر کہا جاے کہ دلائل عقلی
سے پیغمبری پیغمبر کی ثابت کرکے یا خوبیان دین کی ظاہر کرکے لوگون کو رجوع بدین کر سکتے ہین
تو یہ کلام قابلِ پسندِ عقل نہین کیسلیئے کہ پہلے غور کرنے سے صاف ظاہر ہو سکتا ہی کہ دلائل
عقلی صرف وجودِ پیغمبری پر قائم ہو سکتے ہین نہ بنا بر ثبوت پیغمبری پیغمبر خاص یعنے کسی خاص
پیغمبر کی پیغمبری ثابت کرنے کے لیئے ہرگز دلیلِ عقلی قائم ہو نہین سکتی ہے سوائے ظہور
معجزات و اجتماع صفات کے **دوسرے** اگر دلائلِ عقلی نسبت اظہار و اثبات خوبی
دین قائم بھی ہون تو فہم و تمیز اون نظریاتِ عقلی کی چند عقلا و تمیز دارون سے ممکن ہے
نہ عام خلائق سے حالانکہ پیغمبر عام خلائق پر مبعوث ہوتا ہی **تیسرے** ظاہر ہے کہ نظریاتِ
عقلی زیادہ تر متعلق بہ قیاس و کلام ہین اور قیاس کی حد و انتہا و اعتبار نہین اور کلام
غیر فیصل و ناتمام ہے جیسا مقدمہ مین ظاہر ہو چکا اور یہی عقل زمانہ ایسی سلیم و صادق
نہین کہ ہر قیاس جبکا راست و حق ہوا اور اگر کوئی قیاس راست و حق بھی ہو تو بسبب
حتمی نہونے قیاس کے اوسپر اعتماد و یقین نادرست و ناجائز اس صورت مین ممکن نہین
کہ خدا فہم و تمیزِ امور دینیہ کو جسپر خاص و عام یکسان مکلف ہین خصوص معرفت امور متعلق
اصول کو کہ دین و ایمان اوسپر موقوف ہی اوس امر سے متعلق کرے جو غیر فیصل و ناتمام
و غیر قابل اعتبار و اعتماد ہو اور اپنے حجت کو ساتھ ایسے امر کے ختم کرنا چاہے جو عین علت
ازدیادِ حجت و تکرار ہو اور ظاہر ہے کہ اگر قیاساتِ عقلی کافی ہوتی تو پیغمبرون کو معجزات
لانے کی ضرورت نہوتی۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ ہر دین والا۔ اپنے دین کی خوبی عقل سے
ثابت کرتا ہے اور کوئی بات فیصل نہین ہوتی۔ اس صورت مین وہ چند عقلا بھی احاطہ
فہم سے باہر نکل گئے **دوم** اگر کہا جاے کہ بیانِ حال صدور معجزات و اظہارِ اخلاق

وصفات پیغمبر سے جو درج کتب کئے جاتے ہین معرفت پیغمبر کے کرواسکتے ہین تو یہ بات
بھی قابل قبول نہین کیونکہ منقولات ہم دین وہم مذہب کے واسطے ہوتے ہین نہ غیر
دین وغیر مذہب کے واسطے جیسا کہ ظاہر ہے کہ کوئی غیر دین وغیر مذہب منقولات غیر دین
وغیر مذہب کو امور دینیہ مین صحیح وراست نہین سمجھتا اور نہ راست وصحیح سمجھنا او سپر
واجب متصور ہے جس سے حجت خدا ختم سمجھی جاے کیونکہ ظاہر ہے کہ دین اسلام مین یہ
قاعدہ مقرر ہے اور واجب کیا گیا ہے کہ جو امر متعلقہ فروع بگواہی عادلین یعنے دو متقیان
ظاہری ہم دین وہم مذہب کے ظاہر ہوا وسکو ثابت وراست سمجھین گو خلاف ہو گناہ اوسکا
دروغ کہنے والے پر ہے نہ راست سمجھنے والے پر اور بغیر شمول عادلین مذکور غیر دینیون و
غیر مذہبون کے ہزار تواتر پر بھی یقین کرنا واجب نہین تو اسصورت مین غیر دینیون کو
خلاف اسکے تکلیف دیجاتی کہ غیر دینیون کے منقولات اصولی کو صحیح وراست سمجھین صریح
خلاف عدل متصور ہے اور خلاف عدل خدا سے ممکن نہین لہذا اسطرح بھی اختیار دین
بہ یقین یا اختتام حجت محال سوم اگر کہا جائے کہ بزور شمشیر یا بہ بذل مال لوگون کو
دین مین درلاسکتے ہین تو یہ بات بھی لائق پذیرا نہین کیونکہ زور شمشیر و بذل مال مین
خوف وطمع پیش نظر اور خوف وطمع علتین ہین نفاق کی جیسا کہ ظاہر ہوا پس ایمان
خوف وطمع ہرگز قابل قبول واعتبار نہین کیونکہ اسمین تصدیق قلب کہ شرط لازمی ایمان
سے ہی مشتبہ رہتی ہے بلکہ زور شمشیر بے سبب یا طمع دہی لا حاصل کہ جسمین جبر وزور ثابت
ہوتا ہی بسبب رہنے خلاف اصول خلقت انسانی خلاف عدل وخلاف مقصود و بنا بر
اختتام حجت غیر کافی متصور چنانچہ پہلے اسی سبب سے پروردگار عادل و خداے دانا
وپاک نے باوجود ظلم و اشتداد کفار کسی پیغمبر پہ حکم جہاد نازل نہین فرمایا سواے دوایک

پیغمبران کے مثل حضرت موسیٰ و آنحضرت صلعم کے اور یہ حکم بھی بنظر زبردستی قبول کروانے
دین کے نتھا بلکہ محض واسطے دفع ضرر اہل دین کے مناسب و ضرور ہوا تھا یعنے حضرت
موسیٰ کے وقت مین قبطیان بنی اسرائیل پر زبردستی تشدد بے حد و شمار کرتے تھے۔ اور نہ
کسیطرح باز نہین آتے تھے اور آنحضرت صلعم کے وقت مین کفار عرب و مکہ باوجود سننے
لکُم دینکم وَلِیَ دین کے ایذا رسانی سے اہل دین کے درگذر نہین کرتے تھے تو
کل اہل دین سے اوس ایذا پر صبر کرنا محال اور صبر کروانا خلاف عدل اسلئے اون دونو
پیغمبرون پر حکم جہاد نازل ہوا نہ واسطے زبردستی قبول کروانے دین کے اور اس
حکم کے اندر ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اگر کفار عرب دین قبول کر لین گے تو دین بے ضرر
ہو یا نہ ہر صورت مین ایذا رسانی اہل دین سے باز رہ جائینگے جسکے سبب گو صلاح خاص
حاصل نہو مگر صلاح عام حاصل ہو جائیگی اور کثرت مسلمین سے دین مین ایک دبدبہ
آجائیگا جسکے سبب بادشاہان و زور آوران اطراف خیال استیصال اہل دین دل مین
نہ لا سکین گے اور اولاد اون لوگون کی اپنے والدین کو دین اسلام پر دیکھکر کل یا بعض
بے محنت و مشقت بصدق نیت دین پر قائم ہو جا سکتے ہین چنانچہ بنظر رفع ہونے اسی علت
نفاق کے آنحضرت صلعم حدیبیہ مین صلح مغلوبانہ پر راضی ہو گئے جسکی مصلحت نہین معلوم
کرنے کے سبب اکثر لوگون نے پیغمبری مین آنحضرت صلعم کے شک کیا اور اسی سبب سے
آنحضرت صلعم محض زبردستی قبول کروانے مین دین کے نہین کرکے اداے جزیہ و اخراج
پر راضی ہو جاتے تھے اور اسی سبب سی پروردگار نے جہادون مین کبھی علانیہ زور قدرت
نہین دکھایا اور بعض جہادون مین مصلحتاً فرشتہ بھی بشکل انسان نازل فرمائے تو انکو
حکم جنگ کا نہین دیا کیونکہ پیغمبران حجت ختم کرنے والے اور بخوشی راست کرنے والے

دیون کے ہین نہ لقتال و خوف و طمع بلکہ قتال بغیر ضرورت شدید حسب بیان مندرجۂ بالا نامناسب و ناروا و خلاف اصول خلقت انسانی و خلاف مقصود و خلاف عدل مقصود دوسرے اسی سبب سے دانائے قدیم و عالم علیم نے کسی پیغمبر کو ملک و مال عطا نہین فرمایا مگر بعض پیغمبران کو مثل حضرت سلیمان و آنحضرت صلعم کے اور یہ بھی عطای ملک بنظر قبول کروانے ایمان بطمع دہی کے نہ تھا بلکہ بنا بر تعلیم حکمت مدن کہ حاصل تہذیب اخلاق یعنی دین کا ہے اور دین آنحضرت صلعم مین خصوص بعد امام آخر الزمان بکار آمدنی اور کبھی بنظر رفاہ و فارغ البالی اہل دین بطاعت و عبادت و باجرائے احکام شرع اور کبھی بنظر چند مصالح دیگر مثل امتحانات مسلمین وغیرہ ضرور ہوا تھا پس ان تین صورتون کے سوا اور کوئی صورت وہم کی جسکی رو سے بعد از پیغمبر معرفت پیغمبر یا اختیار دین یا اختتام حجت خدا ممکن تصور ہو قائم ہو نہین سکتی ہے اور آگے منصف مزاجون کی یہ صورتین بھی دو کو ہین لہذا بخوبی ثابت ہے کہ بعد فوت پیغمبر کوئی صورت معرفت پیغمبر کی باقی نہین رہتی اور جب کوئی صورت معرفت پیغمبر کے باقی نہین رہتی تو کوئی صورت اختیار دین یا اختتام حجت کی باقی نہین رہتی اور جب کوئی صورت اختیار دین یا اختتام حجت کی باقی نہ رہی تو ظاہر ہے کہ بعد از فوت مبعوث رہنا پیغمبر کا جمیع خلائق پر اور قائم رہنا اوسکی ملت کا جملہ خلائق کے لیئے جیسا دین اسلام مین ظاہر و ثابت ہے بے معنی و بیفائدہ و عبث متصور اور تکلیف اختیار دین تکلیف زائد و ظلم پس چونکہ ارتکاب فعل عبث و ظلم دونون قبیح ہیں سے خدا منزہ و پاک ہے اس سبب سے ضرور ہے کہ بعد از فوت پیغمبر حجت پیغمبری یعنے معجزات و صفات اوسکے قائم رہین مگر یہ امر بغیر ذریعہ جانشین بوجہ احسن صورت پذیر نہین کیونکہ ظاہر ہے کہ اگرچہ کلام شریف ایک معجزہ ہے آنحضرت صلعم کا مگر عام خلائق کے لیئے

کافی نہین ہوسکتا اسواسطے پیغمبر کے لیئے تا قیام ملت اوسکے جانشینون کا ہونا ضرور ہے
اور بھی ضرور ہے کہ وہ نائب حجت پیغمبری یعنی معجزات پیغمبر رکھتے ہون اور صفات پیغمبری
موصوف ہون تا جو شخص بنا بر حصول معرفت پیغمبر معجزات کا خواہان ہو دیکھے اوصفات
کا جویان ہو پائے جسکی سبب صورت معرفت پیغمبر اختیار کرے یا اتمام حجت کے
جمیع خلائق کے لیئے قائم رہے کیونکہ ظاہر ہے کہ وجود معجزات و صفات پیغمبر بخوبی
دال ہوسکتے ہین اوپر وجود معجزات و صفات پیغمبر کے اور چونکہ حاصل ہونا معجزات
اور ایسے صفات کا بغیر امر پروردگار ممکن نہین - لہذا ضرور ہے کہ وہ جانشین مامور
یا مر اللہ ہون - پس اس دلیل سے ظاہر ہے کہ واسطے خلیفہ پیغمبر کے وجود اعجاز و اجتماع
جملہ صفات شرط لازم ہے اور واسطے وجود اعجاز عام و اجتماع صفات تام کے
امر پروردگار شرط لازم ہے تو چونکہ شرط و شرط لازم و ملزوم ہین لہذا ضرور ہے
کہ صاحب اعجاز و صاحب نفس صفات خلیفہ مامور بامر اللہ ہو آپ غیر کی طرف بھی
نگاہ کرنے سے بخوبی ظاہر و آشکارا ہو جائیگا کہ بغیر رہنے صاحب معجزات و صفات پیغمبر کے
اختیار کرنا یا اختیار کروانا دین کا برجوع قلب یعنی بالیقین یا باتمام حجت کیسا دشوار
و مشکل ہو رہا ہے مگر بزور و طمع کہ وہ مردود ہے **وجہ دوم** درصورت نہونے ایسے
جانشین کے بعد فوت پیغمبر کے کوئی صورت حل ہونی اون دقائق شرع و کلام ربانی
کی پائی نہین جاتی ہے جو حیات پیغمبر مین بوجہ نہین پیش آنے کار متعلقہ انکے حل نہو
چکے ہون - اور بھی کوئی صورت تصفیہ پانے اون مطالب و معانی کے دیکھی نہین جاتی
ہے جنمین اہل دین اختلاف کلی کرین کیونکہ ظاہر ہے کہ تشریح و تفسیر و تاویل شرع و کلام
ربانی کی متعلق ہے علم و دانش پیغمبر سے جو اوسکو منجانب خدا واسطے اس کام کے

عنایت ہوتی ہے پس بعد فوت پیغمبر درصورت نہونے ایسے جانشین کے دو حال سے خالی
نہین ہوسکتا یا وہ تشریح وتفسیر ناشدہ معطل چھوڑی جاوے مگر معطل چھوڑنے کی
حالت مین تنزیل عبث ہوئی جاتی ہے اور کار عبث خدا سے غیر ممکن الوقوع یا یہ کہ وہ
تفسیر ناشدہ چھوڑی جائے عقل ورائے پر اہل دین کے تو اس حالت مین پہلی ظاہر ہے
کہ عقل ورائے اہل دین مثل عقل ورائے پیغمبر متصور نہین ہوسکتی جس سے حل ہونا
[illegible] یا اکثر [illegible] شرع وکلام ربانی کا مطابق اصل وحق وقابل اعتبار ویقین
ممکن متصور ہو اور نیز بوجہ نہین حاصل رہنے علم پیغمبر کے ضرور ہے کہ تجویزات
اہل دین متعلق بہ قیاسات ہون اور ظاہر ہوچکا کہ قیاسات کی حد وانتہا نہین
ہے جب ایک ہی بات قائم ہو تو اس حالت مین ضرور ہے کہ اختلافات کثیرہ پڑجائیں مذاہب متعددہ
پیدا ہوجائین جیسا تجربہ بطرف بھی نگاہ کرنے سے صحیح ظاہر ہے کوئی اس سے انکار نہین کرسکتا اور
ظاہر ہے کہ راہ راست وحق ایک سے زیادہ ہو نہین سکتی اور راہ خدا بجز راہ راست وحق دوسری متصور
نہین جیسا آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ تہتر فرقہ ہوے دین اسلام مین سے ایک
ناجی ہوگا باقی کل ناری ہونگے اس صورت مین اختلاف وخلاف حق دونون مذموم
اور بصورت نہین قائم رہنے صورت رفع اختلافات کے تکلیف اختیار امور حق تکلیف
زائد وظلم ہیں پس باوجود قدرت وامکان رضا بمذموم یا اختیار ظلم دونون قبیح خدا سے
غیر ممکن الوقوع - لہذا ضرور ہے کہ اوتعالے بعد از پیغمبر بھی کوئی صورت رفع اختلافات
مذکور کے قائم رکھے مگر یہ امر بغیر قائم رہنے ایک ایسے جانشین پیغمبر کے جو افضل الناس
ہو علم وعمل مین اور جسکو ہر شخص افضل سمجھ سکے اور افضل سمجھے اپنے سے علم وعمل
مین اور لازم جانے اطاعت اوسکی ہر کلام مین بخلوص قلب صورت پذیر نہین ہوسکتا

لہذا پیغمبرون کے لیے جانشینون کا ہونا ضرور ہے اور یہی ضرور ہے کہ وہ افضل الناس ہوں علم و عدل مین اور یہی بسبب ضرورت اطاعت ولی ضرور ہے کہ وہ واجب المحبت بھی ہون۔ مگر چونکہ یقین و اعتمادِ فضیلتِ علم و عدل و وجوب محبت بغیر نص ممکن نہین جیسا کہ مبحث تشخصات مین ثابت ہوچکا۔ لہذا ضرور ہے کہ وہ منصوص بہ نص علم و عدل و محبت ہون اور چونکہ نص کلامی ممکن الاختلاف والاخفار اور خالی از کلام ناتمام نہین اور بصورت اختلاف دور از فہم عام اسلیے پھر ضرور ہے کہ جانشینِ پیغمبر باوجود منصوص رہنے نص کلامی۔ صاحبِ نصِ فیصل و عام یعنے صاحب اعجاز ہون اور چونکہ حصولِ علم و عدل تام باوجود نص و اعجاز عام بغیر امر پروردگار غیر امکان لہذا ضرور تر ہے کہ وہ مامور بامر اللہ ہون پس اس دلیل سے ظاہر ہے کہ واسطے خلیفہ پیغمبر کے وجودِ علم و عدل و وجوب محبت شرط لازم ہے اور واسطے یقین علم و عدل اور وجوب محبت کے وجود نص شرط لازم ہے اور واسطے حصول علم و عدلِ تام و وجود نص عام کے امر پروردگار شرط لازم ہے تو چونکہ ظاہر ہوا کہ شرط و مشروط لازم و ملزوم ہین لہذا ضرور ہے کہ صاحبِ نص علم و عدل و محبت خلیفہ مامور بامر اللہ ہو اب تجربہ کیطرف بھی نظر غور کرنے سے بخوبی ظاہر و آشکارا ہو جائیگا کہ اطاعت ولی ایک عالم و عادل منصوص واجب المحبت کی نکرنا باعث کیسی اختلافات کا ہوتا ہے بلکہ باعث گمراہی و ضلالت کا جو ترک پروردگار قبیح و محال ہے

وجہ سوم یہ دو وجوہات جو ظاہر کیے گئے اوس حالت کی ہین کہ جس حالت مین کل اہل دین صالح و متقی ہون اور صالح و متقی سمجھے جا سکین اور بلا اختلاف سمجھے جائین مگر ظاہر ہے کہ حسب معلوم تجربۂ امم سابق و تجربۂ امم موجودہ حال کل اہل دین کا ایسا نہ

اور بوجہ دشوارِ تشخیص صالحین و متقین جیسا بحثِ ما قبل مین ظاہر ہوا ایسا سمجھا جا سکتا
و سمجھا جانا ازقبیلِ محالات بلکہ بمصداق قولہ تعالے **قلیل من عبادی**
الشکور ایسے لوگ بہت کم ہوسکتے ہین کہ حسب ثبوتِ بحث تشخیصات اونکا بھی علم
خداہی کو ہوتا ہے ایسا سمجھا جا سکتا و سمجھا جانا دشوار تا بکل اہل دین چہ رسید پس
اس حالت مین بصورت نہین ہونے ایسے جانشین کے بعدِ فوتِ پیغمبر کوئی صورت
تحفظِ تقرار واقعی شرع الٰہی و راہ حق کے واسطے مومنان اصلی و طالبان خاص کی
باقی نہین رہتی اور نہ کوئی صورت اعتمادِ کلی اہل ایمان و یقین کے نسبت اخبارات
دینی و اجبی و سنتی کی جس سے جو لوگ حیاتِ پیغمبر مین خود واقف و آگاہ نہوئے ہون
اور نہ کوئی صورت اختتامِ حجت خدا کی باقی رہتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ محافظت کلی
شرع الٰہی کی اور پہونچانا اخبارات دینیہ واجبیہ کا ازجانبِ خدا المعبود صحیح و قابل اعتماد
و یقین متعلق ہوتا ہے صدق و عصمتِ پیغمبر سے جسکے سبب وہ منجانب پروردگار دانا
و دانشمند واسطے اس کام کے انتخاب کیا جاتا ہے اور بعد فوتِ پیغمبر تحفظ شرع اور یقین
اخبارات لامعلوم پیغمبر کے وہی صورت ہے جو صورت تحفظ شرع و یقین احکامات
لامعلوم خدا کے عہدِ پیغمبر مین متصور ہو یعنے جسطرح بنا بر دریافت احکام لامعلوم
خدا کے کوئی واقف کار معتمد درکار ہے اوسیطرح بنا بر دریافت اخبار لامعلوم پیغمبر
کوئی واقف کار معتمد مطلوب اس صورت مین اگر بعد فوتِ پیغمبر کوئی ایسا جانشین
تجویز کیا جائے تو بوجہ نہین ہونے صالح و متقی کل اہل دین کے دست و زبان
نااہلان و منافقان سے کہ کثرت الطرف اونکی ضرور ہے شرع الٰہی کا اپنی حالت
اصلی پر قائم رہنا ناممکن اور بسبب دشوارِ تشخیص صالحین و متقین کے اعتبار و اعتماد

ہونا بیان و اختیار پر ایک دوسرے کے باتفاق و لائق تسکین قلب غیر امکان۔ لہذا اختیار امور اصلی دین کثرت رای پر بھی جائز متصور نہین بلکہ اختیار احکام فرعی بھی علاوہ قاعدہ شرعی لینے بغیر گواہی عادلین ظاہری کہ تعین اونکا بھی خالی از اشکال نہین ناجائز متصور علی الخصوص اوسوقت مین کہ منافقین بھی اہل دین مین شامل و داخل ہون اور بسبب موجودگی علت نفاق اور بوجہ صدور و ظہور افعال نفاق حسب نشانات ظاہر کردہ خدا ورسول صلعم شامل و داخل رہنا اونکا ممکن و متیقن ہو زیادہ تر تباہی و خرابی دین کی اور انہدام راہ حق کا متصور ہے اور زیادہ تر بلکہ بالکل تردد و اضطراب مومنین خاص و طالبان خالص کا دریافت کرنے مین اخبارات صحیحہ اور معلوم کرنے مین راہ حق کے پیش نظر ہے لیعنی اسصورت مین ضرور ہی کہ تاویلات کلام الٰہی حسب اغراض قلبی و روایت احادیث پیغمبر مطابق مطالب دلی ہو ہو کر راہ حق و صواب مخفی و معدوم ہو جائے جسکے سبب مومنان خاص و طالبان خالص کو دریافت کرنا امور صحیحہ دین کا اور اختیار کرنا راہ اصلی ایمان و یقین کا محال و مشکل ہو جاوے اور ظاہر ہے کہ مخفی و معدوم ہو جانا راہ حق و صواب کا صریح مذموم ہے اور بصورت نہین رہنے صورت دریافت احکامات صحیحہ و اخبارات اصلیہ تکلیف اختیار راہ حق و صواب تکلیف زائد و ظلم ہے پس باوجود قدرت و امکان رضا بمذموم یا اختیار ظلم دونون قبیح خدا سے غیر ممکن الوقوع لہذا ضرور ہے کہ بعد از پیغمبر کوئی حافظ و نگہبان شرع و خبر دہندہ صحیح بنظر قیام دین اصل و برقراری راہ حق۔ یا اختتام حجت کے رکھا جائے مگر یہ امر بغیر قائم رہنے ایسے جانشین پیغمبر کے جو افضل الناس ہو صدق و عصمت مین جملہ اہل دین سے اور ہر شخص افضل سمجھے انہی سے صدق و عصمت مین اور لازم جانے اطاعت اوسکی

ہر قول و فعل مین بخلوص قلب صورت پذیر نہین اسلیئے پیغمبرون کے لیئے جانشینون کا
ہونا ضرور ہے اور یہی ضرور ہے کہ وہ افضل الناس ہون صدق و عصمت مین مثل پیغمبر
اور یہی بسبب ضرورت اطاعت قلبی ضرور ہے کہ وہ واجب المحبت ہون مگر چونکہ
یقین و اعتماد فضیلت صدق و عصمت و وجوب محبت لائق تسکین قلب و اختتام
محبت بغیر نص غیر ممکن لہذا ضرور ہے کہ وہ منصوص بنص صدق و عصمت و محبت ہون
اور چونکہ نص کلامی خالی از اختلاف و کلام و موثر بفہم عام نہین لہذا یہہ ضرور ہے
کہ وہ با وصف منصوص رہنے بنص کلامی صاحب اعجاز ہون اور چونکہ حصول صدق
و عصمت تام یا وجود نص و اعجاز عام بغیر امر پروردگار غیر امکان ہے لہذا یہہ ضرور ہے
کہ وہ مامور بامر اللہ ہون چنانچہ اوتعالے فرماتا ہے کہ یاایها الذین امنوا
اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین یعنی اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہون
پرہیزگاری کرو واسطے اللہ کے اور رہو ساتھ صادقون کے پس اس دلیل سے ظاہر
ہے کہ وجود صدق و عصمت و محبت واسطے خلیفۂ پیغمبر کے شرط لازم ہے اور واسطے
یقین صدق و عصمت اور وجوب محبت کے وجود نص شرط لازم اور واسطے حصول
صدق و عصمت تام و وجود نص عام کے امر پروردگار شرط لازم تو چونکہ ظاہر ہوتا گیا
کہ شرط و مشروط لازم و ملزوم ہین لہذا ضرور ہے کہ صاحب نص صدق و عصمت محبت
خلیفہ مامور بامر اللہ ہے اب بطرف تجربہ بھی غور کرنے سے بخوبی روشن و مبرہن ہوجائیگا
کہ اطاعت ولی ایک صادق و معصوم منصوص واجب المحبت کی نکرنا کیا باعث تباہی
خرابی دین اور اشکال دریافت و تفریق اخبارات صحیحۂ شرع متین کا ہوتا ہے بلکہ
باعث تضییع ایمان و یقین کا جو ترک پروردگار قبیح و محال ہے اب خلاصہ دلائل مندرجہ

بالا کا اسطرح معلوم کرنا چاہیے کہ خدا مصلح ہے اور پیغمبر آتا ہی واسطے ہدایت و اصلاح ہر کلمہ
خلائق کے اور اوسکے متعلق دو کام ہوتے ہین ایک کار رجوع بخدا یعنے حاصل کرنا مصالح
خلائق کا خدا سے کہ وہ شرع الٰہی ہے اور دوسرا کار رجوع بخلق یعنے جاری و شائع کرنا
مصالح خلائق یعنے شرع الٰہی کا خلق مین اسلیے پیغمبرون مین دو قسم کے صفات کا ہونا
ضرور و لازم ہے۔ پہلے وہ صفات جو واسطے انجام کار رجوع بخدا کے درکار ہین یعنی قوت
برداشت تنزیل وحی وغیرہم دوسری وہ صفات جو واسطے انجام کار رجوع بخلق کے
یعنے واسطے جاری و شائع کرنے شرع الٰہی کے مطلوب و ضرور ہین جنکا ذکر بحث دوم
مبحث رسالت مین کیا گیا۔ پس ظاہر ہے کہ ان دو کامون سے ایک کام یعنے کار رجوع
بخدا پیغمبر کی ذات پر اور اوسکی حیات تک ختم و طے ہوجاتا ہے یعنی پھر احتیاج حصول
مصالح خلائق یعنے تنزیل وحی وغیرہ کی باقی نہین رہتی ہے مگر دوسرا کام یعنی کار رجوع
بخلق یعنے جاری و شائع کرنا شرع الٰہی کا حیات پیغمبر مین اختتام نہین پاتا۔ کیونکہ
جملہ خلائق اوس شرع پر قائم نہین ہوجاتی اور نہ ہر یک از قائم شدگان کل شرائع
سے واقف و آگاہ ہوجاتے ہین اور نہ سب سے بسبب جبلتاً ناگواری قیود باختیار خود
ہمیشہ قیود شرعی معلوم شدہ پر قائم رہنے کی امید ہوتی ہے اور نہ کل تشریح و تفسیر تاویل
شرائع کی حیات پیغمبر مین طے ہوجاتی ہے اور نہ کل شرع ایسی محفوظ ہوتی ہے جسمین
تبدیل و تغیر متن خواہ معنی مین ممکن نہو اور ظاہر ہے کہ حاصل کار رجوع بخدا کا انجام کار
رجوع بخلق ہے یعنی اگر کار رجوع بخلق انجام نپائے تو کار رجوع بخدا جملہ عبث و بیفائدہ
و ضائع ہوجائے اور وہ خود حیات مین پیغمبر کے انجام نہین پا سکتا اور علاوہ اسکے
کار رجوع بخلق اہم تر ہے کار رجوع بخدا سے کہ اسمین معاملہ ساتھ ایک دانا و عادل کے ہی

اور اونکین معاملہ ساتھ لاکھہ جاہلان اور ظالمان کے آور پوشیدہ نہین کہ معاملۂ جاہلان و ظالمان بشورش و مخوف تر ہے نسبت معاملۂ دانا و عادل کے چنانچہ مدارج اربعہ صوفیہ سے بھی یہ درجہ آخر ہے یعنی سیر من اللہ الی الخلق - لہذا بعد فوت پیغمبر صلعم کے اگر کوئی شخص بابہ انجام و انصرام و اختتام اس کار ضروری و لازمی و مخوف تر کی قائم نہ رکھا جاے تو ضرور ہے کہ بقیہ کار رجوع بخلق معطل و مفقود یا ناتمام و ناتمام یا خلاف حق و صواب ہو کر بلکہ حجت تک اختتام نپاکر نسبت کار رجوع بخدا بالکل ضائع و بے فائدہ و عبث ہو جاے گی آور ظاہر ہے کہ تعطیل و نقص کا لازمی یا ظہور خلاف حق و صواب یا ارتکاب فعل عبث جملہ قبیح خدا سے غیر ممکن الوقوع ہے اسلیے پیغمبرون کے لیے جانشینون کا ہونا ضرور ہے لیکن چونکہ کار رجوع بخلق ذمۂ جانشین کے اسیطرح باقی رہتا ہے کہ جسطرح ذمۂ پیغمبر کے کیا گیا تھا خصوص نسبت اون خلائق کے جو حیات پیغمبر مین دین اختیار نکر چکے ہون اسلیے جانشینون مین اون صفات پیغمبر کا قائم و موجود رہنا ضرور ہے جو واسطے انجام کار رجوع بخلق کے ضرور و لابد ہین - (نہ وہ صفات جو ضرور ہین واسطے انجام کار رجوع بخدا کے کہ وہ مخصوص ہین واسطے پیغمبر کے اور اسی سبب سے درجۂ پیغمبری اعلیٰ ہوتا ہے درجۂ امامت وغیرہ سے) اور وہ صفات جو واسطے انجام کار رجوع بخلق کے پیغمبرون مین ضرور ہین تشریحاً معہ وجوہات ضرورت بحث رسالت مین گذری مگر تفصیل اونکی یہ ہے یعنی معجزات علم و عدل صدق و عصمت اخلاق پسندیدہ پس چونکہ حسب دلائل مندرجۂ بحث دوم بحث رسالت و مندرجۂ وجوہات بالا کے ظاہر ہے کہ موجود رہنا صفات مذکور کا خلیفہ مین بنظر انجام کرنے کار رجوع بخلق کے - (جو اہم و مخوف تر و حاصل کار رجوع بخدا کا ہے) خلیفہ کے لیے آور بنظر اختیار کرنے دین اور راہ حق

وصواب کے خلائق کے لئے ضرور ہے تو بصورت نہین موجود رہنے صفاتِ مذکورکے خلیفہ مین
تکلیفِ انجام کار رجوع بخلق خلیفہ پر و تکلیف اختیارِ دین وراہ حق وصواب خلائق پر
دونون تکلیف زائد و مالا یطاق متصور جو ظلم ہے صریح وخدا سے غیر ممکن الوقوع لہذا ضرور ہے
کہ خلیفہ پیغمبر صاحبِ اعجاز و موصوف بصفاتِ مذکور ہو مگر چونکہ حصول صفات تام خصوص
حصولِ معجزات بغیر امرِ پروردگار ممکن نہین اور بھی اعتماد و یقین اونکی موجودگی کا
طالبانِ راہِ حق و یقین کو حسب اطمینانِ قلب یا اختتام حجت بغیرِ نص غیر امکان لہٰذا
ضرور تر ہے کہ جانشینانِ پیغمبر منصوص بصفاتِ مذکور و مامور بامر اللہ ہون چنانچہ
اسی جگہ سے ہی جو پروردگارِ عالم نے بمقدمۂ نصبِ جانشین نازل فرمایا **قولہ تعالےٰ**
یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت
رسالتہ واللہ یعصمک من الناس یعنی اے رسول پہونچا اوسکو جو اوتارا
طرف تیرے پروردگار نے تیرے اور اگر نہین پہونچایا تونے اوسکو تو بس نہین پہونچایا
تونے کوئی رسالت اپنی حلیۃ الاولیا و تفسیر ثعلبی مین براء بن عازب سے مروی ہے
کہ یہ آیۂ نازل ہوئی موضع خم غدیر مین کہ بعد ازان آنحضرت صلعم نے ممبر پر جاکر اور
ہاتھ جناب امیر علیہ السلام کا اوٹھا کر فرمایا کہ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ**
یعنی جسکا مولا مین ہون اوسکا مولا یہ علی ہے اور بھی اسی جگہ سے ہی کہ بعد طی مراتب
نصبِ جانشین نازل فرمایا **قولہ تعالےٰ الیوم اکملت لکم دینکم و**
اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا یعنی آج کامل
کیا مین نے دین تمھارا اور تمام کی مین نے نعمت اپنی اور راضی ہوا مین واسطے تمہارے
ساتھ دین اسلام کے مناقب ابن مردویہ مین ابو سعید خدری سے مروی ہے

کہ یہ آیۂ نازل ہوئی بروز غدیر خم کے اوسوقت کہ اوٹھایا آنحضرت صلعم نے ہاتھ جناب
امیر علیہ السلام کا کہ بعد اذان فرمایا کہ اللہ اکبر بر اکمال دین و اتمام نعمت و رضای
پروردگار برسالت من و ولایت علی اور کیون نہو کہ نصب خلیفہ بجانب اللہ ایک
ایسا ہی امر اہم ہے امورات دین سے کہ اس سے اہم و اعظم تر کوئی امر نہین کہ بغیر اسکے
خود دین کا وجود بطور اصل و حق قائم رہنا یا حجت الٰہی کا اختتام پانا جسکے لیے یہ
سارا اہتمام ہے محال متعذر ہے اسصورت مین باوجود ایسی ضرورت شدیدہ کے اور
موجود ہونے ان روایات کے آیات مذکورہ کی نسبت بموقع تاویل کرنا یا دوسری
روایات مجمل پر اعتماد کرنا صریح بیراہہ روی اور اپنے کو اختلافات و ضلالت مین ڈالنا ہے
پس دلائل مندرجہ بالا سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ وجود اعجاز و اجتماع جملہ صفات و
وجوب محبت واسطے خلیفہ پیغمبر کے شرط لازم ہے اور بنابر یقین وجود صفات و
وجوب محبت کے نص خدا و رسول شرط لازم اور بنابر وجود اعجاز و موجودگی نصوص
صفات کے امر پروردگار شرط لازم مگر چونکہ ظاہر ہوتا گیا کہ شرط و مشروط لازم و
ملزوم ہین ـ لہذا وجود مشروط وجود شرط پر دال و وجود شرط وجود مشروط پر دال
تو نص مشروط عین نص شرط و نص شرط عین نص مشروط لہذا ضرور ہے کہ صاحب
اعجاز و منصوص بنصوص صفات و محبت باوجود عدم ثبوت نصوص مخصوصہ خلافت کے
خلیفہ منصوص و مامور بامر اللہ ہو ـ اب ایک روایت مناسب مقام کتاب حیات القلوب
سے نقل کیجاتی ہے **روایت** کلینی و ابن بابویہ و دیگران بسند معتبر روایت کردہ اند
کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام از ہشام بن سالم کہ از فضلای اصحاب
آن حضرت است پرسیدند کہ چہ با عمرو بن عبید بصری کہ از علمای صوفیہ اہل سنت بود چگونہ

سوال کردی۔ هشام گفت فدای تو شوم ای فرزند رسول خدا صلعم من از شما شرم میکنم
و زبان ما در خدمت شما کار نمیکند که سخن بگوید حضرت فرمود که هرگاه شما را امر کنیم می باید که اطاعت
کنید هشام گفت که بمن خبر رسید دعوای فضیلت عمرو نشستن او در مسجد بصره و افسا کردن
بر من بسیار گران آمد پس روانه شدم و در روز جمعه داخل بصره شدم و بمسجد بصره در آمدم
حلقهٔ بزرگی دیدم که بر دور عمر بر آمده بودند و او یک جامه سیاهی از پشم بر کمر بسته و یک جامهٔ
دیگر چنین ردا کرده بود و مردم از و سوالها میکردند پس راه کشودم و در میان حلقه داخل
شدم و در آخر همه بدو زانو نشستم گفتم ای عالم من غریبم و مسئله دارم رخصت میدهی که
سوال کنم گفت بلی. گفتم آیا چشم داری گفت ای فرزند این چه سوال است گفتم سوال
من چنین است گفت ای فرزند سوال کن هر چند مسئلهٔ تو احمقانه است گفتم چشم داری
گفت بلی گفتم بآن چه چیز می بینی گفت رنگها و شخصها گفتم آیا بینی داری گفت بلے گفتم بآن چه کار
میکنی گفت بویها استشمام میکنم گفتم آیا دهان داری گفت بلی گفتم بآن چه کار میکنی گفت
مزهٔ چیزها بآن میبابیم گفتم آیا زبان داری گفت آرے گفتم بآن چه کار میکنی گفت بآن
سخن میگوییم گفتم آیا گوش داری گفت آرے گفتم بچه کار تو می آید گفت صداها بآن می شنوم
گفتم آیا دست داری گفت بلی گفتم بآن چه میکنی گفت بآن چیزها را فرا میگیرم گفتم آیا دل داری
گفت بلی گفتم بچه کار تو مے آید گفت بآن تمیز میکنم آنچه را برین اعضا و جوارح مشتبه میشود گفتم
آیا آن جوارح پس نبودند و از دل مستغنی نبودند گفت نه گفتم چرا از دل مستغنی نیند و حالانکه
همه صحیح و سالم اند گفت ای فرزند وقتیکه این اعضا شک میکنند در چیزیکه بوییده اند یا دیده اند یا چشیده اند یا شنیده اند
یا لمس کرده اند بسوی دل بر میگردانند پس بدل یقین را حرم و شک را باطل میکنند گفتم پس خدا دل را در بدن گذاشته
است برای آنکه شک جوارح را بر طرف کند گفت آرے گفتم پس لابد باید دل بیابد و ناچار است از آن و اگر دل

نباشد ادراک جواب مستقیم نیگیرد وگفت بلی پس گفتم ای ابو مروان خداوند عالمیان اعضا و جوارح ترا نگذاشته است بی امامی و پیشوائی که انچه حق است برایشان بیان کند و شک ازایشان زائل کند و جمیع خلائق را در حیرت و شک و اختلاف گذاشته است و امامی و مقتدائی از برای ایشان نصب نکرده است که در حیرت و شک خود با و رجوع کنند که ایشان را براه حق مستقیم بدارد و حیرت و شک ازایشان بردارد چون این را گفتم ساکت شد هیچ جواب نگفت پس بجانب من التفات نمود و گفت تو هشام هستی گفتم نه گفت با او همنشینی کرده گفتم نه گفت از مردم کجائی گفتم از اہل کوفه ام گفت البته تو هشامی پس برخواست و مرا دربر گرفت و در جای خود نشانید و حرف نزد تا من برخواستم چون این قصه را نقل کردم حضرت صادق علیه السلام شنیدند و فرمود که ای هشام این را از کجا آموخته بودی گفتم ای فرزند رسول خدا صلعم چنین بر زبانم جاری شده بروایت دیگر گفت که از شما اخذ کرده بودم - اجزاے آن را بایکدیگر تالیف کردم حضرت فرمود این مضمون در صحف ابراہیم و موسی نوشته شده است -

بحث دوم تمہید مین خلافت خاص آن حضرت صلعم کی

جبکہ بحث خلافت عام مین براہین صادق و دلائل واثق ثابت ہوا کہ خلفاء پیغمبر کے لیے بنا بر انجام کار اہم خلافت کے ضرور ہے کہ موصوف ہون کل صفات مین اپنے پیغمبر کے یعنی بجز ذات پیغمبر رکھتے ہون اور افضل الناس ہون بعد از پیغمبر علم و عدل و صدق و عصمت و جمیع اخلاق پسندیدہ مین ورنہ اجراے و قیام دین بطور احسن حسب مقصود خدا محال و غیر ممکن یعنی وجود اعجاز و اجتماع صفات واسطے خلیفہ کے شرط ضروری و لازمی ہے پس اس حالت مین ہرگز کوئی قلب قبول نہین کرسکتا ہے

کہ بعد آنحضرت صلعم کوئی ایسا مدعی خلافت نہ چھوٹا ہو کیونکہ ترک کار ضروری قبیح ہے
خدا سے ممکن نہین علی الخصوص بعد آپ کے ایسے خلفار کا ہونا ضرور تر ہے کسلیے کہ آپ
خاتم الانبیار ہین کوئی دوسرا پیغمبر یا نبی آپکے بعد آنے والا نہین۔ ملت آپکی تا قیام
قیامت جاری و قائم ہے دین مین آپکے بسبب موجودگی ملت نقار منافقین و مفسدین
کا شامل و داخل رہنا ظاہر ہے جیسا ظاہر ہوا اور باوجودیکہ آپ جمیع خلائق پر مبعوث
ہین دین آپکا عہد مین آپکے بجز ملک عرب کہین جاری و شائع نہین ہوا۔ پس بعد
آنحضرت صلعم اگر کسی ایسے شخص کا چھوٹنا ظاہر نہو جسکی تعریف اوپر لکھی گئی تو خود حقیقت
مین اس دین کے کلام عظیم پیدا ہوا جاتا ہے بسبب اس ترک ضروری و لازمی کے جو
باعث فوت مقصود قبیح تر ہے و خدا سے دانا و قادر سے غیر ممکن الوقوع۔ اور اگر
بعد آنحضرت صلعم کسی ایسے مدعی خلافت یعنی صاحب اعجاز منصوص بصفات واجب الحجیت
کا۔ چھوٹنا و موجود رہنا حقا و یقینا ظاہر و ثابت ہے تو ہو المقصود و مطلوب و مرغوب
یعنی پھر اوسکو حسب دلائل مندرجہ بحث ماقبل خلیفہ برحق و منصوص جاننا اور مثل
پیغمبر بجمیع امور اوسکے اطاعت و فرمانبرداری کرنا واجب و لازم اور اوس سے عدول
کرنا یا سواے اوسکے دوسرے کو خلیفہ بنانا یا خلیفہ سمجھنا صریح ضلالت و گمراہی اور بعد
علم و قوت معجزات و صفات مدعی موصوف پھر کوئی اور دلیل خواہ نص یہ ثبوت
خلافت و ماموریت اوسکے طلب کرنا محض بیراہہ روی کیونکہ علاوہ دلائل مندرجہ بحث
ماقبل ظاہر ہے کہ خود پیغمبر پہچانا گیا بذریعہ انھین معجزات و صفات کے نہ کسی اور دلیل
سے اور نہ کوئی دوسری دلیل موثر معرفت پیغمبر قائم ہو سکتی ہے اس صورت مین ہر شخص
سمجھ سکتا ہے کہ جو امر واسطے ثبوت پیغمبری اور ماموری پیغمبر کے کافی ہوگا وہی امر

واسطے ثبوتِ خلافت و ماموری خلیفہ کی زیادہ تر کافی ہو سکتا ہے اور جو امر واسطے ثبوت
خلافت و ماموری خلیفہ کے کافی نہوگا وہی امر واسطے ثبوت پیغمبری و ماموری پیغمبر کے زیادہ تر
کافی ہو نہین سکتا۔ اس صورت مین رد کرنا ایسے ثبوت کا نسبتِ خلیفہ خالی از انکار پیغمبری نہین
یعنے اگر بذریعہ معجزات وصفات کے خلیفہ پہچانا نہین جاتا تو پیغمبر زیادہ تر پہچانا جانہین سکتا ہی
اور چونکہ معرفتِ پیغمبر کے لئے کوئی اور ثبوت نہین اسلئے بصورتِ انکار خلافت انکار پیغمبری
ثابت چنانچہ کتب فریقین مین آیا ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور
محمد حنیفہ مین نسبت امامت کے بحث ہوئی تو اگرچہ دونون عالم تھے مگر کوئی دلیل کافی القصہ
نہو کر رجوع لائے طرف معجزہ کے یعنی طرف گواہی سنگ اسود کے اور بعد گواہی سنگ اسود
برحقیت امام علیہ السلام محمد حنیفہ اپنے دعوی یعنے دعوائے امامت سے دست بردار
ہوگئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ کافی تر از معجزات کوئی دلیل نہین اور اصول عقلی او
یہ ہے کہ فعلِ معجزہ بوجہ رہنے بقدرتِ پروردگار تقرب ثابت کرتا ہی صاحبِ اعجاز کا خدا سے
اور ظاہر ہے کہ مقرب خدا کاذب ہو نہین سکتا بلکہ ضرور ہے کہ جمیع صفات مین موصوف ہو
لہذا صاحب اعجاز جو دعوی کرے صادق ہے اپنے دعوی مین وہ دعوی خواہ رسالت کا
ہو خواہ نبوت کا خواہ امامت کا خواہ خلافت کا خواہ ولایت کا اور چونکہ تقرب خدا بغیر موجودگی
جملہ صفات ممکن نہین۔ لہذا صاحبِ اعجاز مین کل صفات کا موجود رہنا خود بخود یقین
ہو جاتا ہے اور یہ بات ایسی صریح و واضح و مستحکم و فیصل و عام فہم ہے کہ کوئی ذہن اسکے
فہم مین عاجز رہ نہین سکتا اور نہ انکار کر سکتا ہے مگر بعمیان چنانچہ اسی لئے پروردگار
عالم نے معجزات کو ثبوت ماموری اور نشان تقربی کا اپنے قرار دیا ہے تا ہر خاص و عام
پر بخوبی حجت ختم ہو اور یہی ظاہر ہے کہ خلافت منجانب خدا کی معرفت و شناخت کی یہی

تین صورتین ہین اول وجود معجزات دوم ظاہر و ثابت رہنا اُن صفات کا جو واسطے
انجام اس منصب کے ضرور و لازم ہین سوم موجود رہنا نص خاص خلافت کا مگر پوشیدہ
نہین کہ دو ثبوت اول مفید عام ہین اور ثبوت آخر مفید خاص فرقہ اور ثبوت مفید تمام
افضل و اعلیٰ متصور ہے ثبوت مفید خاص سے اس صورت مین خدا و رسول کو ضرور نہین
ہے کہ باوجود عطائے معجزات و اظہار صفات نسبت خلافت صاحب اعجاز و صفات کوئی
اور نص کرین اور اگر کرین تو نوراً علیٰ نور ثبوت تائیدی ہوگا نہ ثبوت اصلی و ضروری
اور بھی ظاہر ہے کہ ہر دعویٰ و ہر قول و فعل صاحب اعجاز و صفات کا خود واسطے یقین
کرنے کے کم از نص نہین پس چونکہ ثابت ہوا کہ مدعی صاحب اعجاز و صفات ضرور ہے
کہ خلیفہ مامور بامر اللہ ہو مثل پیغمبر اس صورت مین ضرور ہے کہ انکار صریحی ایسے خلیفہ کا
مثل انکار صریحی پیغمبر کی کفر ہو اور انکار تاویلی ایسے خلیفہ کا مثل انکار مخفی پیغمبر کے
نفاق چنانچہ اسی جگہ سے ہی جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ من مات ولم یعرف
امام زمانہ فقد مات میتة جاهلیة یعنے جو مرا اور نہین پہچانا اپنے
امام زمان کو پس مرا وہ اوپر موت جاہلیت کے اور بھی اسی جگہ سے ہی کہ علمای مذہب
امامیہ اثناعشریہ نے خلافت و امامت کو اصول دین مین شمار کیا ہے کما هو الحق
اب ایک روایت مناسب مقام کے کتاب حیات القلوب سے نقل کیجاتی ہے
روایت کلینی و شیخ طرسے روایت کردہ اند از یونس بن یعقوب کہ مروی از اہل
شام بخدمت حضرت صادق علیہ السلام آمدہ گفت من مروی ہستم صاحب علم کلام
و علم فقہ و علم فرائض و میراث و آمدہ ام تا با صحاب تو مناظرہ و مباحثہ کنم حضرت فرمودند
کہ کلام تو از کلام رسول خدا است یا از پیش خود میگوئی گفت بعضے از کلام آن حضرت است

وبعضے از پیش خود میگویم حضرت فرمود که پس تو شریک حضرت رسولے آیا وحی را از خدا
شنیده که ترا خبر داده است باحکام خود گفت نه فرمود که پس اطاعت تو واجب است
چنانچه اطاعت رسول خدا واجب است گفت نه یونس گفت پس حضرت بجانب من
ملتفت شد و فرمود اے یونس این مرد پیش از آنکه سخن بگوید کلام خود را باطل کرد زیرا که
کسیکه وحی الٰهی باو نمیرسد و خدا او را واجب الاطاعت نکرده باشد سخن گفتن او در امور
دین باطل خواهد بود بلکه خود را شریک خدا گردانیده خواهد بود پس هشام بن حکم که از متکلمان
آن حضرت و در نهایت فضل و علم و فطانت بوده در آن وقت تازه خطش رسیده بود
داخل مجلس شد حضرت آن عزیز العظیم نزد خود جائے برای او گشود و فرمود که تو یاری کننده
مائی بدل و زبان و دست پس بعد از آنکه جمعے از اصحاب آنحضرت با او سخن گفتند و مغلوب
نشدند حضرت بشامی فرمود که با این پسر مناظره کن یعنی با هشام پس شامی گفت با هشام
با من گفتگو کن در باب امامت این مرد هشام از این سخن بے ادبانه او در غضب شده گفت
ای مردک آیا خدا بمردم مهربان تر است یا مردم نسبت بخود گفت بلکه خدا مهربان تر است
هشام گفت بمهربانی خود چه کرده است نسبت بمردم شامی گفت از برای ایشان حجتی و رهنمائے
اقامت کرده است که پراگنده نشوند و اختلاف در میان ایشان بهم نرسد و امور ایشان
منتظم گردد و خبر دهد ایشان را بفرائض پروردگار ایشان هشام گفت آن مرد کیست گفت
رسول خدا صلعم هشام گفت بعد از رسول خدا که بود گفت کتاب خدا و سنت رسول خدا صلعم هشام
گفت آیا کتاب و سنت بما نفعی بخشیده است امروز در آنکه اختلاف را از ما برطرف کند
گفت بلے هشام گفت پس چرا ما و تو اختلاف داریم از جهت این اختلاف تو از
شام بسوی ما آمده که مناظره کنے پس شامی ساکت شد و جواب نتوانست بگوید

پس حضرت بشامی گفت چرا سخن نمیگوئی شامی گفت اگر گویم اختلاف ندارم دروغ گفته ام
واگر گویم کتاب وسنت بعد از رجوع بآنها رفع اختلاف میکند غلط گفته ام زیراکه احتمال
وجوه بسیار دارد وهر کسے آنها را موافق مطلب خود عمل میکند واگر گویم که اختلاف داریم پس
کتاب وسنت نفعی نه بخشیده اما نیز من میتوانم همین سخن را باو گردانم حضرت فرمود که برگردان
تا جوابش بشنوی شامی گفت خدا مهربان تر است نسبت بخلق یا خود نسبت بخود مهربان
تر اند هشام گفت خدا مهربان تر است شامی گفت آیا کسے را بازداشته است که اختلاف
را از ان برطرف کند وامور ایشانرا باصلاح آورد وحق وباطل را برای ایشان تمیز دهد
هشام گفت زمان حضرت رسول صلعم را میگوئی یا امروز شامی گفت در زمان حضرت رسول
صلعم آن حضرت بود امروز را بگو کیست هشام گفت این بزرگوار که اینجا نشسته است
واز اطراف عالم بار می بندند بسوے او می آیند وما را خبر میدهد باخبار آسمانی وقرآنے
که از پدر وجد خود دارد شامی گفت این از کجا بر من معلوم تواند شد هشام گفت بپرس ازو
هر چه خواهی شامی گفت عذرم را قطع کردی اکنون بر من است که سوال کنم حضرت فرمود
که ای شامی ترا خبر دهم که سفر تو چگونه بود و در راه چه بر تو واقع شد چون حضرت همه را خبر داد
گفت راست میگوئی الحال بتو ایمان آوردم ومسلمان شدم حضرت فرمود که بلکه الحال ایمان
آوردی وپیشتر چون کلمتین میگفتے مسلمان بودے واسلام پیش از ایمان بهم میرسد
واحکام دنیا از میراث ونکاح وغیر آنها بر اسلام مترتب میشود وثواب آخرت بر ایمان
میباشد وتا اعتقاد بامامت ائمه علیهم السلام نکنند مستحق بهشت نمیشوند شامی گفت راست
گفتی من درین ساعت گواهے میدهم به یگانگی خدا ورسالت حضرت رسول صلعم وگواهی
میدهم که تو وصی اوصیائے +

بحث سوم بہ ثبوت خلافت و امامت بلافصل جناب امیر علیہ السلام

چونکہ بحث ماقبل مین ثابت ہوا کہ اگر بعد آنحضرت صلعم کوئی مدعی خلافت صاحب اعجاز
اور افضل الناس بصفات علم و عدل و صدق و عصمت و اخلاق پسندیدہ موجود ہو
تو اوسکو خلیفہ برحق و منصوص جاننا اور اطاعت و فرمانبرداری اوسکی مثل پیغمبر کرنا واجب
ہے اور اوس سے عدول کرنا یا سوائے اوسکے دوسرے کو خلیفہ بنانا یا خلیفہ سمجھنا
گمراہی و ضلالت ہے پس اس صورت مین اگر انصاف سے دیکھا جائے تو کتب فریقین سے
یعنی باتفاق و اجتماع امت ظاہر و ثابت ہے بلکہ مشہور و زبان زد خاص و عام ہے کہ
بعد آنحضرت صلعم کے جناب امیر علیہ السلام کل صفات مذکورین بوجہ احسن موصوف
و معروف تھے کہ کسی کو جائے کلام نہین جیسا بحث مابعد مین تفصیلاً ثابت کیا جائیگا
انشاء اللہ تعالیٰ اور سوائے جناب امیر علیہ السلام کے اوسوقت کوئی اور مدعی خلافت
ایسا نہ تھا کہ جسمین کل صفات مذکورہ کا اجتماع و موجود رہنا اسطرح ثابت ہو سکے جسکے
رو سے افضل الناس ہونا اوسکا بعد آنحضرت صلعم کل صفات مذکورہ مین قابل
یقین یعنے بالاتفاق و الاجتماع امت ظاہر ہو۔ اس صورت مین علاوہ دلائل مندرجہ
بحث ہا سے ماقبل ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم افضل جمیع رسل اور اشرف جمیع انبیاء
ہین تو مناسب بلکہ ضرور ہے کہ خلفاء و جانشین آنحضرت صلعم کے بھی افضل و اشرف
ہوان خلفاء دیگر پیغمبران سے نہ کمتر کیونکہ کسر شان جانشین سے کسر شان پیغمبر متصور
ہے جیسے کسر شان پیغمبر سے کسر شان خدا اور معلوم ہے کہ خلفاء دیگر پیغمبران سے
صاحب معجزات و موصوف بہمہ صفات تھے کسی وقت مین کافر رہنا اونکا ثابت نہین ہے
چنانچہ فتوحات القدس مین رسالہ سے کہ کوئی از اصحاب جناب امیر تھا۔ منقول ہے

کہ ایک روز یکی از سائلان جناب امیر علیہ السلام نے کہا کہ یا امیر المومنین بنی اسرائل نے وصی موسیٰ سے براہین و معجزات دیکھے اور انصارا نے وصی عیسیٰ سے خارق عادات و کرامات مشاہدہ کئے اگر ہم لوگ بھی آپ سے کوئی کرامات دیکھتے تو موجب اطمینان قلب و ازدیاد یقین کا ہوتا آخر بعد الحاح بسیار آپ مع جمعی از صحابہ ایک زمین شورہ زار میں پہونچے اور یکے از صحابہ خفیہ آہستہ پڑھکر فرمایا کہ جو کچھ تجھمیں نہاں ہے آشکارا کر۔ صحابہ نے جانب راست کیفیت بہشت کہ اصحاب یمین منعم ہوتے تھے اور جانب چپ کیفیت دوزخ کہ حال اصحاب شمال کا یاد دلاتے تھے مشاہدہ کی الی آخرہ۔ اس صورت میں خلفاء آنحضرت صلعم کا غیر موصوف ہونا اور چالیس چالیس برس تک شرک و کفر رہنا ہرگز ایمان گوارہ نہیں کر سکتا اور کسی طرح خدائے دانا و قادر سے ممکن تصور نہیں ہوتا کہ علاوہ ضرورت مندرجہ بحث ہاسنے ناقبل ایسا امر نامناسب لنسبت خلافت آنحضرت صلعم کے گوارہ کرے اور اہل سنت ہرگاہ غیر صالح ہونا اصحاب آنحضرت صلعم کا باوصف ثبوت غیر صالحی اصحاب موسیٰ و عیسیٰ کے معیوب کہتے ہیں تو ایسے امر معیوب تر کا گوارہ کرنا خالی از عجائب و غرائب نہیں چنانچہ قولہ تعالے انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظالمین مطلب اس آیہ کا یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے حضرت ابراہیم سے کہ بدرستیکہ میں نے تجھکو امام انام کیا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ میری ذریت کو بھی ایسی ہی کر تو فرمایا خدا نے کہ عہد میرا یعنے امامت و خلافت نہیں پہونچ سکتی اون فرزندوں کو تیرے جو ظالم یعنے مشرک و بت پرست ہوں۔ حمیدی عبد اللہ ابن مسعود سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا میں دعاء ابی ابراہیم ہوں الخ

فرمایا کہ اللہ تعالے لائے دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اوپر ان اماموں کے منتہی فرمائی کہ کبھی کسی بُت کے آگے سجدہ نہین کیا یعنے مجھے پیغمبر مرسل فرمایا اور علی کو وصی میرا۔ مولوی عبد العزیز دہلوی اپنے تفسیر مین بہ تفسیر اس آیہ کے لکھتے ہین۔ خلاصہ مطلب اونکا یہ ہے کہ امامیہ واسطے امامت کے عصمت شرط سمجھتے ہین لہذا بموجب اس آیہ کے کفر قبلِ اسلام پر خلفاء کے معترض ہوکر اونکو لائق خلافت کے نہین جانتے ہین حالانکہ اس آیہ مین لفظِ ظالمین واقع ہے اور مقابلِ ظلم عدل ہے نہ عصمت اور جو شخص کفر سے طرف اسلام کے رجوع لاتا ہے سب بُرائیون سے پاک ہوجاتا ہے تو کفر زمانۂ قبل اسلام کو مانع خلافت سمجھنا محض بیجا اور اگر عصمت واسطے امامت کے شرط القصور ہو تو واسطے قاضیان و مفتیان و مجتہدان کے بھی معصوم ہونا ضرور ہے انتہے مدعا کلامہ۔ پس واضح ہو کہ یہ کلام مولوی موصوف کا مغالطہ دہی ناواقفان و عوام سے کم نہین کیونکہ ظاہر ہے کہ ظلم اوپر تین ہی قسم کے ہوسکتا ہے ظلم بحقوقِ خدا و ظلم بحقوقِ دیگران و ظلم بحقوق نفس خود۔ اور اگرچہ نقصان کل ظلمون کا آخر عائد نفسِ خود ہے مگر جتنے افعال ذمیمہ ہین ان تین قسم کے ظلمون سے خالی و باہر نہین ہوسکتے اور کفر و شرک کہ ظلم بحقوق خدا ہے اور صریحاً و بدیہاً خلاف ہر عقل جیسا ظاہر ہوا اور جسمین نقصان عظیم بے نفع مطلق متصور ہے بدترین ہے کل ظلمون کا اور زیادہ تر خلافِ عدل متصور ہے۔ جیسا او تعالے فرماتا ہے کہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ لہذا حصولِ عدل تام بغیر حصول عصمت محال۔ تو اس صورت مین عدل و عصمت الفاظ مترادف یعنی متحد المعنے یا لازم و ملزوم ہوے یعنی عادلِ اصلی وہی متصور ہے جو معصوم ہوا اور غیر از معصوم کوئی عادل اصلی متصور ہو نہین سکتا۔ جیسا کلام دوم مین مقدمہ کے بھی ظاہر ہوا کہ کل فضائل

عدل سے حاصل ہوتے ہین اسلیئے محل نزائل ظلم متصور اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ اختیار
کرنا ایمان کا بعد از کفر بسبب فک وجود عصمت ایک عدل ناقص کسبی ممکن التبدیل والتغیر
متصور ہے اور بسبب دشوار ہونے تشخیص ایمان وصلاح وتقویٰ اصلی کے غیر قابل اعتبار
ویقین بخلاف عصمت کے کہ عدل تام جبلی ہے بہر نوع غیر قابل تغیر وتبدل یعنے معصوم سے
کسی وقت مین کوئی ظلم کہ کفر وشرک داخل اوسمین ہین واقع ہو نہین سکتا اور بصورت
موجود رہنے نقص عصمت کے بہمہ وجوہ قابل اعتماد ویقین اور بھی ظاہر ہے کہ اگرچہ اختیار
ایمان بعد از کفر سے گناہ معاف ہوجاتے ہین مگر ذلت ظلم وبد عقلی دور ہو نہین سکتی
پس اس صورت مین ممکن نہین ہے کہ پروردگار عادل وعالم ایسے منصب جلیل خلافت
کو کہ صلاح عامہ خلائق اوس سے متعلق ہے اور قیام ایمان درست وراہ اصلی دین
اوسپر موقوف واسطے ایسے شخصون کے گوارہ کرے جو ایسے ذلیل وبد عقل ہون۔ اور
جنکا عدل بعد از ظلم کثیر ناقص کسبی وممکن التبدیل والتغیر وغیر قابل اعتبار ویقین خلائق
ہو بلکہ اس صورت مین نقص تعین وتشخیص حسب مسئلہ ہای تقدیر فریقین نسبت
پروردگار ثابت ہوتا ہے اور بھی نقص علم ودانائی وقدرت کما لا یخفیٰ۔ شاید مولوی صاحب
نے خلافت کو گواہی امور فروعی وقضایای مسلمانان کے تصور فرمایا۔ کہ اوسکے لیے
عدل ظاہری کا فتویٰ جاری کیا۔ مگر اوسمین بھی عادلین درکار ہین تا اتفاق واختلاف
کلام سے اصل مدعا ظاہر ہوجاوے اس صورت مین ظاہر ہے کہ امر عظیم خلافت تو
اوس ادنیٰ گواہی سے بھی کمتر ٹھہرا مصرعہ برین عقل ودانش بباید گریست
اور بحالت شرط عصمت امام کے جو قاضیان ومفتیان وغیرہ کا بھی معصوم ہونا ضرور
تصور فرمایا گیا ہے تو پس واضح ہو کہ قاضیان ومفتیان وغیرہ کو بحالت امارت امام معصوم کے

از جانب امام مقرر و مامور ہونا ضرور ہے اس صورت مین گو وہ معصوم نہون مگر ظاہر ہے
کہ بسبب مقرر ہونے از جانب امام معصوم و عالم علم لدنی کے القا و اونکا ہر نوع مستحکم
و قابل اعتماد و یقین متصور اور کبھی قضایا و فتاوای خلاف و غلط اونکی امام موصوف کے
پاس پہونچکر قابل یقین فیصل و تصحیح ہو جا سکتے ہین بخلاف خلیفہ غیر معصوم و غیر عالم
علم لدنی کے کہ نہ تقرری عمالان درست اونسے ممکن و نہ تصحیح احکام خلاف قابل
یقین اونسے امکان اور بھی اس صورت مین نہین معلوم کہ سلطنت خدا اور سلطنت
بادشاہان دنیا سے کیا فرق باقی رہتا ہے لہذا واسطے امام کے کہ خلیفہ اللہ ہے اہل دنیا کے
اور صلاح عامہ خلائق و قیام ایمان و راہ اصلی دین اوسی سے متعلق ہے عصمت
و فضیلت علم بہت ضرور ہے اور بغیر عصمت و فضیلت علم انجام کار خلافت و امامت
بوجہ احسن و حسب مقصود الٰہی بس دشوار و محال اور بھی ظاہر ہے کہ کلام مولوی صاحب
کا بمقابلہ حدیث مندرجۂ بالا جو بتفسیر لفظ ظالمین واقع ہوئی ہے اور جس سے بسبب
عدم سجدہ بتان گاہے و وقتی ضرورت عصمت بخوبی ثابت ہے از سخنی بیش نیست۔ اگرچہ
یہ حدیث نزدیک اہل سنت کے بدرجہ صحت کے نہ پہونچی ہو۔ مگر ظاہر ہے کہ راوی اس
حدیث کے عبد اللہ ابن مسعود ہین کہ بموجب روایات اہل سنت کے ایک صحابی
جلیل القدر و جامع و قاری قرآن کے ہین کہ جنہون نے قرأت قرآن کی خود آنحضرت
صلعم سے سیکھی تھی اور قرآن اپنا جسکو خلیفہ سوم نے بزور لیا عہد آنحضرت مین جمع
کیا تھا تو بر تقدیر تسلیم کہ حدیث صحیح نہو مگر رائے اونکی ضرور مطابق بیان اپنے ہوگی
اس صورت مین بھی اہل سنت کو (کہ عظمت و بزرگی جماعہ صحابیان رسول صلعم کے بیش از
بیش سمجھتے ہین) اوبرای ایسے صحابی جلیل القدر کے بمقابلہ رائے مولوی صاحب کے

زیادہ تر تمسک کرنا چاہیئے اگرچہ ہم جانتے ہین کہ اہل سنت بمقابلہ مدعا ہمارے اپنے عظمت اصحاب سے بھی دست بردار ہو جائینگے مگر خدا کو اپنی حجت ختم کرنے سے غرض ہے وہ بہر نوع حاصل ہے پس ضرورتِ عصمت واسطے خلیفہ و امام کے عقلاً و نقلاً ہر طرح سے ثابت ہوئی ہے چنانچہ اسی سبب سے پروردگار عالم نے از ابتدائے پیدایش جناب امیر علیہ السلام باظہار فضل و کمال اونکے اہتمام بلیغ فرمایا۔ تا کوئی کسی وقت کسی حال مین فضل و کمال سے آپکے انکار نکر سکے جیساکہ رحم مادر مین آنحضرت صلعم کے عظمت و تعظیم فرمایا اور اقرار رسالت کرنا اور کلمہ و درود پڑھنا اور اندر کعبہ معظمہ آن عز و شان لینے بحکم ندائے غیب و باشتقاق دیوارِ حرم محترم تولد ہونا اور بعد پیدایش بغیر معائنہ جمال جہان آرای آنحضرت صلعم کے آنکھین نکھولنا اور بغیر چوسنے زبان مبارک اور کھانے لعاب دہن پاک کے دودھ نہ پینا اور وقت آنے آغوش مطہر مین کلمہ درود پڑھنا اور اقرار رسالت کرنا اور اوس عہد طفلی مین باوجود زور ابوجہل بتون کو سجدہ نکرنا اور ایسا طمانچہ مارنا جس سے گردن ابوجہل کی پھر جانا اور گھوارہ مین کلہ اژدر چیرنا جس سبب سے حیدر مشہور ہونا اور از ایام طفلی ہمیشہ آنحضرت صلعم کے صحبت مین رہکر تربیت پانا اور بمجرد نزول وحی و دعوی رسالتِ آنحضرت صلعم کے ایمان لانا مشہور روایات سے ہین۔ اگرچہ یہ کل روایات کتب اہل سنت مین مثل دستور الحقائق و حکایات الصالحین و فتوحات القدس و روضۃ الشہدا و ہدایت السعدا وغیرہ کے موجود ہین لیکن وہ حسب دستور اپنے کہینگے کہ بعض روایات انمین سے صحیح نہین ہین لیکن یہان صحیح ہونا بعض روایات کا واسطے اثباتِ مدعا کے کافی ہے بلکہ اسیقدر سمجھنا کہ مصرعہ تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا کیونکہ دوسرون کے لیے تو کچھ جھوٹ بھی مشہور نہین ہے بلکہ خلاف اسکے اشتہار کافی

رہنا اور تینون کی پرستش کرنا وغیرہ اور اسیطرح بعد لانے ایمان کے برابر آنحضرت صلعم کے ساتھ رہ کر ممد و مددگار ہر امر مین رہنا اور سات برس تک پیچھے آنحضرت صلعم کے تنہا نماز پڑھنا اور بہ شب غار بستر پر آنحضرت صلعم کے بکشادہ پیشانی استراحت فرمانا۔ اور جبرئیل و میکائیل کا بنا بر نگہبانی آنا اور جہادون مین کارہای نمایان کرنا۔ اور باوجود رہجانے تنہا کے کبھی فرار نہونا۔ اور لشپتہ نہ دینا اور جنگ بدر مین بروایت معتبر چھتیس ۳۶ نفر کفار کو تنہا قتل کرنا۔ اور جنگ احد مین باوجود فرار مسلمانان ثابت قدم رہنا اور ذوالفقار پانا۔ اور لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کی صدا غیب سے آنا اور جنگ خندق مین باوجود انکار جملہ مسلمانان عمر ابن عبدود سے لڑنا اور اوسکو قتل کرنا اور جنگ خیبر مین بعد شکست سہ روزہ بآن طمطراق نشان پانا۔ اور بان زور و شور فتح کرنا اور فتح مکہ مین دوش آنحضرت صلعم پر چڑھکر بتون کو توڑنا اور جنگ حنین مین باوجود فرار مسلمانان بذات خاص فتحیاب ہونا اور دروازہ آپکا باوجود السداد درہای جملہ اصحاب از جانب مسجد نبوی بند نکیا جانا اور مسجد نبوی مین غیر آنحضرت صلعم و آپ کے کسیکو بحالت جنابت جانے کی اجازت نہونا دو اسطے سنانے چہل آیات سورۂ برات کے حاجیان کعبہ کو بمعزولی امیر اول بحکم خدا مقرر ہوکر جانا۔ و بحکم خدا ساتھ افضل زنان عالمین کے نکاح ہونا و غدیر خم مین بآن عز و شان حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے مصداق ہوکر امیر المومنین کہلانا اور کبھی امور کلی مرتکب نہونا۔ خلاصہ یہ کہ بسیاری کارہاے نیک و اعمالہاے صالح افزون از شرح و بیان بجالانا و بتصدیق ہر اعمال و ہر صفات کے و باظہار ہر فضائل و ہر کمال کے آیات کثیرہ نازل ہونا۔ اور احادیث متعددہ متکاثرہ صادر پانا معروف اخبارات ہین جیسا جیسے

کتب اہل سنت ان روایات سے مملو ہین پس اگرچہ شیعہ کسی اہل دین کے اعمال کو برابر اعمال
جناب امیر علیہ السلام کے سمجھ نہیں سکتے لیکن ممکن کیا ضرور ہے کہ اور لوگون سے بھی۔
(جنھون نے بشوق تمام جہادون مین لڑکر شہادت حاصل کی) اعمال صالح قابل قبول
صادر ہوئے ہون۔ اس صورت مین کسی کے لیے اسقدر اظہار صفات نہوکر صرف بنسبت
جناب امیرؑ کے ہر عمل کے ساتھ آیت نازل ہونی اور ہر فعل کے ساتھ حدیث صادر ہونے
بلکہ بغیر عمل و فعل صدہا آیات و ہزارہا احادیث کا بتصدیق و باظہار فضائل و مناقب
آپ کے واقع ہونا خالی از سبب و علت نہین ہو سکتا ہے اور سبب ظاہر ہے کہ فضائل
نافع ہین واسطے آخرت کے اسلیئے غیر خلیفہ کے لیئے اظہار فضائل دنیا مین چندان ضرور
نہین بلکہ درصورت اظہار عجب و غرور کا احتمال اور خلیفہ کے لیئے اظہار اور تشہیر اونکے
فضائل کی بطریق قابل یقین کے امر ضروری و لازمی سے ہی ورنہ حجت خدا کا اختتام
پانا محال چنانچہ اسی وجہ سے پروردگار عالم نے جناب امیرؑ کو معجزات و صفات و فضائل
اسقدر بکثرت وافراط عطا فرمائی کہ علاوہ ثبوت کتابی اسقدر زبان زد خاص و عام ہو رہے
ہین کہ عالم کیا جاہل اور دوست کیا دشمن کو بھی جای عذر و انکار نہین جیسا کتب
اہل سنت مین مثل تاریخ طبری و انساب بلاذری و فضائل سمعانی وغیرہ کے بطریق
متواتر روایت ہی کہ خلیفہ اول نے بارہا کہا کہ اقیلونی فلست بخیرکم و علی
فیکم یعنی ہاتھ اوٹھاؤ میرے خلافت و بیعت سے مین تمسے بہتر نہین ہون
تا وقتیکہ علی درمیان تمھارے ہی اور خلیفہ دوم نے متعدد مقام پر کہا کہ لولا علی
لھلک عمر یعنے اگر نہوتا علی تو ہلاک ہوتا عمر پس اس صورت مین ظاہر ہے کہ حجت
پروردگار ہر خاص و عام پر بخوبی طے و تمام ہے کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ اگر آپ

افضل الناس و موصوف بجملہ صفات وزیادہ تر برگزیدۂ خالق کائنات نہوتے تو
اسقدر عظمت اور بزرگی آپکی بیش از ہمہ ہر گزہ خاص و عام مین مشہور و شائع نہوتی۔
جیساکہ ایک عالم صاحبدل کا قول ہے کہ تفضیل و علو مراتب جناب امیر علیہ السلام
کے یقین کرنیکے لیئے اتنا معلوم کرنا کافی ہے کہ آپکی عبدیت و معبودیت مین بحث
ہے اور دوسرون کے کفر و اسلام مین۔ پس ظاہر ہے کہ چونکہ تفضیل مفضول صریحًا
وبدیہًا تقبیح و مذموم ہے اور خدا سے غیر ممکن الوقوع۔ لہذا وجود اعجاز و اجتماع جملہ صفات
جناب امیر علیہ السلام مین جو بحیثیت فضیلت تام و برگزیدگی خالق علام مین بخوبی
دال ہین اوپر ماموری و خلافت بلافصل اونکے مثل ماموری و رسالت پیغمبر کے۔ اور
استشہار عام فضائل کا اوپر زبان ہر موافق و مخالف کے) جو بیش از درجہ تواتر
بلکہ اتفاق و اجتماع جمیع امت متصور ہے) حجت کافی ہے اوپر ہر خاص و عام کے
و بس۔ آب خلاصہ اس بحث کا اسطرح معلوم کرنا چاہیئے کہ ہر گاہ حسب دلائل مندرجۂ
بحث ہاے ماقبل بخوبی ثابت ہوچکا کہ وجود اعجاز و اجتماع جملہ صفات و وجوب محبت
واسطے خلیفہ پیغمبر کے شرط لازمی و ضروری سے ہے اور بنا بر یقین اجتماع صفات
و وجوب محبت کے موجودگی نصوص خدا و رسول شرط لازم تو چونکہ ظاہر ہوتا گیا کہ
شرط و مشروط لازم و ملزوم ہین لہذا وجود مشروط وجود شرط پر دال اور وجود شرط وجود مشروط
پر دال۔ تو نقص مشروط عین نقص شرط منصور و نقص شرط عین نقص مشروط۔ لہذا
ظاہر ہے کہ خلافت جسکی ازروی نص یقینی ثابت ہو اوسمین اعجاز و صفات یقینًا موجود متصور
اور محبت اوسکی واجب اور جسمین اعجاز و صفات ازروی نصوص یقینی موجود ہون۔
اور محبت اوسکی واجب ہو خلافت منصوصی و ماموری اوسکی یقینًا ثابت اور بھی ظاہر ہے

کہ ہرگاہ حصول اعجاز عام و صفات تام و موجودگی نصوص کے لئے امر پروردگار شرط لازم
متصور ہے تو چونکہ امر پروردگار بغیر وجہ کار عبث و محال اور وجہ بجز انجام کار خلافت کوئی
دوسری مفید ومتصور نہین ہو سکتی لہذا ضرور ہے کہ صاحب اعجاز و منصوص بصفات
خلیفہ مامور بامر اللہ ہو اور یہی ظاہر ہے کہ چونکہ خلیفہ کے لئے وجود اعجاز و صفات شرط
لازم تصور ہوے اور یقین صفات کے لئے وجود نص شرط لازم تصور ہوے ۔ لہذا
ظاہر ہے کہ جو شخص منصوص بنص مخصوصہ خلافت یا صاحب اعجاز و منصوص بجملہ صفات
نہو وہ ہرگز خلیفہ رسول تصور نہین ہو سکتا تو چونکہ نص خلافت (منجملہ دعویداران
خلافت بجز جناب امیر علیہ السلام کے) واسطے کسی کے بالاتفاق امت ثابت نہین اور
وجود اعجاز و اجتماع جملہ صفات و وجوب محبت مخصوص جناب امیر علیہ السلام مین
بذریعہ آیات وافرہ و احادیث متکاثرہ بالاتفاق والاجماع امت ثابت ہے اور یہی ظاہر ہے
کہ تصدیق پیغمبری پیغمبران بذریعہ انھین اعجاز و صفات لازمی اونکے کی گئی نہ کوئی
دوسرا ثبوت بنا بر تصدیق اونکے موجود بلکہ معرفت ذات خدا السبب ظاہر ہونے و ثابت
ہونے انھین قدرت و صفات لازمی اوسکے حاصل ہوئی نہ ذات اوسکی ظاہر لہذا
جناب امیر علیہ السلام باوجود عدم ثبوت نصوص مخصوصہ خلافت کے یقیناً خلیفہ
منصوص و مامور متصور ہین اور جب خلافت منصوصی و ماموری جناب امیر علیہ السلام کی
ثابت ہوئی تو جملہ خلافتہاے غیر منصوص و مامور باطل ہو گئین پس اس دلیل سے
بخوبی ظاہر ہے کہ جملہ آیات الٰہی جو باظہار فضائل جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوے
ہین اور جمیع احادیث پیغمبر صلعم جو بتصدیق صفات ضروری اونکے وارد ہوے ہین
(تفصیل بعضے و برخے کی جنھین سے بحث مابعد مین لکھی جاتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ)

آیات ایک صدیات ائمین سے واسطے ثبوتِ خلافتِ منصوصی و ماموریِ جناب امیر علیہ السلام
کے وثایق باثق و براہین قاطع و نص مستحکم و فیصل متصور ہین اور اگر بعض نصوص مخصوصہ
خلافت کچھ ثابت پائی جائین (جیسا ثابت ہوتے ہین انشا اللہ تعالے) تو لزوماً
عملی اور ثبوتِ پایداری متصور ہونگے نہ ثبوتِ اصلی و ضروری۔ اس صورت مین مخفی نہین ہے
کہ یہ قول بے عمل اکثر اہل خلافت کا (کہ ہم خود فضائل جنابِ امیر علیہ السلام کے
مقر ہین منکر نہین ہمسے اظہار فضائل کیا ضرور ہے) اوس کلام سے یہودون کے
کم نہین ہے کہ عہد آنحضرت صلعم مین کہتے تھے (کہ آپ مین کل نشانات مندرجہ توریت
مسطور پائے جاتے ہین اور پیغمبر برحق ہین مگر ہمکو امید تھی کہ پیغمبر آخر الزمان اولادِ حضرت
اسحاق علیہ السلام سے ہوگا) اسلیئے قبول نہین کر سکتے لہذا کل اہل دین چہ عالم
و چہ جاہل کو واجب و لازم ہے کہ کج بحثی کو چھوڑکر اور بصدق دل جناب امیر علیہ السلام
کو خلیفۂ بلا فصل برحق و منصوص و مامور بامر اللہ جانکر عمل کو قول کے برابر۔ اور
اصولہاے دین کو پورا و تمام کرین اور اونکی خلافتِ بلا فصل سے عدول کرکے مفت
دین کو اپنے برباد نفرمائین کہ حصول آخرت منحصر ہے اوپر درستی ایمان کے اور درستی
ایمان موقوف اوپر اقرار و تصدیق کل اصولہاے دین کے ہے و باللہ التوفیق۔
اب ایک روایت مناسب مقام کتاب حیات القلوب سے نقل کی جاتی ہے۔
روایت کلینی و ابن بابویہ و کلینی بسندہاے معتبر روایت کردہ اند از منصور بن
حازم کہ گفت بحضرت صادق علیہ السلام عرض کردم کہ خدا جلیل تر و بزرگوار تر است
ازان کہ او را بخلق شناسند بلکہ خلق را بخدا می شناسند حضرت فرمود کہ راست گفتی
گفتم ہر کہ بداند کہ او را پروردگاری ہست باید بداند کہ آن پروردگار را خوشنودی و غضبی ہست

یعنی بعضی از اعمال باعث خوشنودی او میگردد و بعضی باعث سخط و غضب او و [illegible] که
خوشنودی و غضب او را نمیتوان دانست مگر بوحی یا رسولی پس کسیکه وحی باو نمیرسد
باید که طلب کند پیغمبر آنرا پس هرگاه ایشانرا ملاقات کند میداند که ایشان حجت خدا اند
بمعجزات و علامتیکه خدا بایشان داده است و آنکه اطاعت ایشان واجب است
و گفتم به سنیان که رسول خدا حجت بود بر خلق گفتند بلی گفتم که وقتیکه از دنیا رفت که بود حجت
خدا گفتند که قرآن پس نظر کردم در قرآن دیدم که مخاصمه میکنند بقرآن سنیان و جبریان
و زندیقان که اعتقاد بقرآن ندارند تا آنکه همه غالب میشوند بر مردم بحجت خود پس
دانستم که قرآن حجت نمیتواند بود مگر به کسیکه تفسیر کننده قرآن باشد و معانی آنرا داند و آنچه
که بحقیقت خود تواند ظاهر کرد پس گفتم به سنیان که کیست تفسیر کننده و حافظ قرآن
گفتند که ابن مسعود میدانست و عمر میدانست و حذیفه میدانست گفتم همه را میدانستند
گفتند نه بعضی را میدانستند پس نیافتم کسی را که گفته شود کل قرآن داند بغیر از علی ابن ابیطالب
و هرگاه چیزی در جماعتی باشد و هر یک از ایشان گویند که ما همه آنرا میدانیم و یکی گوید
که میدانم و براستی بیان کند که آن علی ابن ابی طالب است پس گواهی میدهم که
او قیم و حافظ و مفسر قرآن است و اطاعت او بر خلق واجب است و حجت بوده است
بر مردم بعد از حضرت رسول خدا و آنچه در تفسیر قرآن و استنباط احکام از آن بگوید حق
است حضرت فرمود که خدا رحمت کند ترا منصور گفت برخواستم و سر مبارک آنحضرت را
بوسیدم و گفتم علی ابن ابی طالب از دنیا نرفت تا حجتی بعد از خود گذاشت چنانچه رسول خدا حجتی
بعد از خود گذاشت و حجت او بعد از او امام حسن ع بود و گواهی میدهم به امام حسن ع که او حجت خدا
بود و اطاعتش بر خلق واجب بود باز حضرت فرمود خدا رحمت کند ترا پس سرش را بوسیدم

وگفتم شہادت میدہم باامام حسنؑ کہ او از دنیا نرفت تا حجتے بعد از خود نصب کرد چنانچہ حضرت رسولؐ خدا و پدرش کردند و حجت بعد از و حسینؑ بن علی بود و اطاعت او واجب بود بانز حضرت فرمود کہ خدا ترا رحمت کند پس سرش را بوسیدم وگفتم شہادت میدہم بر حسینؑ بن علی کہ از دنیا نرفت تا بعد از خود حجتے گذاشت وحجت بعد از و علی بن حسین بود و اطاعت او واجب بود گفت خدا ترا رحمت کند پس سرش را بوسیدم وگفتم شہادت میدہم بہ علی بن حسین کہ از دنیا نرفت تا حجتے بعد از خود گذاشت وحجت بعد از و محمد بن علی بود و اطاعت او واجب بود پس گفت رحمک اللہ گفتم سر خود را بدہ بہ بوسم پس سر مبارکش را بوسیدم پس آنحضرت خندید از مکرر بوسیدن تا آنکہ نوبت بآں حضرت رسیدہ بود میدانست کہ میخواہم آنحضرت را بگویم پس گفتم میدانم کہ پدرت از دنیا نرفت کہ حجتی بعد از خود نصب کرد چنانچہ پدرش کردہ بود وگواہے میدہم بخدا کہ آں حجت توئی و اطاعت تو واجب ست آں حضرت فرمود کہ بس است خدا ترا رحمت کند گفتم سرت را بدہ تا ببوسم پس خندید و فرمود کہ ہرچہ خواہے از من بپرس کہ بعد ازین از تو چیزے پنہان نخواہم کرد ؛

بحث چہارم باثبات نصوص تائیدی خلافت و امامت باظہار آیات و احادیث فضائل جناب امیر علیہ السلام از کتب صحیحہ ومعتبرہ اہل سنت اور اسمین ایک تمہید اور پانچ کلام ہین ؛

تمہید

واضح ہو کہ اگرچہ وجود معجزات صاحب اعجاز مین کل صفات کا موجود رہنا حقاً و یقیناً ثابت کردیتا ہے جیسا ظاہر ہوا مگر ہم اس بحث مین صفات مذکورہ و فضائل

سو فورہ کا اجتماع جناب امیر علیہ السلام مین تبفصیل ثابت کرنا چاہتے ہین تاکہ بطرحکا
شک وشبہہ باقی نرہجاوے مگر چونکہ صفات واوصاف آپکی حد وحصر سے باہر ہین کسی کی
مجال نہین کہ کل ایک جگہ جمع کر سکے چنانچہ کتب فریقین اوس سے مملو ہین بلکہ مجلد
علیحدہ علیحدہ تبفصیل اوصاف وصفات آپکے فریقین مین موجود بلکہ نسبت ایک ایک
حدیث اور ایک ایک صفت کے ایک ایک رسالہ مرتب لہذا یہ مختصر گنجایش کل صفات کی
نہین رکھتا ہے مگر بعضے وبرخے اور چونکہ ہر صفت از صفات مذکورہ ایک ایک عمل ہے
اعمال حسنہ سے اور بحث تشخیصات مین ثابت ہوا کہ ایمان و اعمال کسی کا بغیر گواہی
خاص خدا ورسولؐ کے قابل یقین نہین اسلئے یہ قید کیجاتی ہے کہ کل صفات آپکی گواہی
خاص خدا ورسولؐ یعنے از روے اون نصوص واحادیث کے جو خاص شان مین آپکی
وارد ہین ثابت کیجائین تاکہ کسیکو کوئی جگہ عذر وانکار کی مل نہ سکے اور بعد ازان جو جو
صفات ثابت وغیر ثابت آپکے کتابون مین دیکھے یا زبانون سے سنے جائین بلا عذر
اونپر اعتقاد کامل حاصل ہوا ور حجت وانکار مشکل اور چونکہ آیات واحادیث بھی
آپکی شان مین اسقدر نازل ووارد ہوئے ہین اور کتب فریقین مین موجود ہین
کہ اگر کل آیات واحادیث جمع کیجائین تو ایک مجلد علیحدہ ہوجاوے چنانچہ مصابیح القلوب
مین واقدی سے مروی ہے کہ ایک روز ہارون رشید نے شافعی سے پوچھا کہ
کسقدر حدیث فضائل علیؑ کے یاد رکھتے ہو اونھون نے کہا کہ تا پانصد۔ بعدہ یہی
یوسف سے پوچھا۔ اونھون نے کہا کہ تا ہزار بلکہ زائد۔ بعدہ یہی اسحاق سے پوچھا
اونھون نے کہا کہ اگر خوف تیرا نہوتا تو البتہ ظاہر کرتا خلیفہ نے کہا کہ بیخوف بیان کرو
اونھون نے کہا کہ پندرہ ہزار مسند وپندرہ ہزار مرسل۔ تب خلیفہ نے کہا کہ ایک حال

فضائل علی علیہ السلام کا ہم ظاہر کرتے ہین کہ بہتر ہے اون سب سے جو تم لوگ نے یاد کیا ہے
پوچھا کہ کیا ہے بیان کیا کہ عامل دمشق نے مجھے لکھا کہ ایک خطیب یہان معاذ اللہ جناب
امیر کی سبّ کرتا ہے۔ مین نے اوس خطیب کو طلب کر کے بس از اقرار ایک مکان مین
بند کروا دیا اور وقت شب اسی فکر مین کہ اسکو کسطرح ہلاک کرون سو گیا۔ خواب مین
دیکھا کہ دروازے آسمان کے کھل گئے اور آنحضرت صلعم اور جناب امیر علیہ السلام
و حسنین علیہم السلام و جبرئیل فرود آئے اور ایک کاسۂ آب اونکے ہمراہ ہے۔ اور
اوسوقت یہان پچاس ہزار آدمی جمع ہین۔ آنحضرت صلعم نے اون آدمیون کیطرف
مخاطب ہوکر فرمایا کہ اس مجمع سے شیعیان علی علیحدہ ہون چالیس آدمی اوٹھے اونکو
وہ پانی پلایا اور کہا کہ دمشقی کو لاؤ۔ جب لائے جناب امیر علیہ السلام نے کہا کہ اے
ملعون تو مجکو دشنام دیتا ہے خدایا اسکو مسخ کر اوسیوقت وہ بصورت سگ ہو گیا۔
پھر اوسکو اوسی مکان مین بند کروا دیا کہ اس حال مین آنکھ میری کھل گئی۔ مین
گھبرا کر اوٹھا اور اوسکو نکلوایا۔ دیکھا کہ سگ ہے۔ چنانچہ اوسکو طلب کرکے دکھلایا
واقدی کہتا ہے کہ مین نے دیکھا کہ کان اوسکے مثل کان آدمیون کے تھے شافعی نے
کہا کہ دور لیجاؤ اسکو کہ مسخ ہے عذاب خدا سے امین نہین۔ پھر اوسکو اوسی گھر مین
بند کر دیا کہ اس عرصہ مین ایک بجلی سی آئی اور اوس گھر کو معہ دمشقی کے جلا ڈالا۔
فقط نظر برین وہی آیات واحادیث انتخاب کرکے لکھے جاتے ہین جو باتفاق فریقین
صحیح ہین اور کتب معتبرۂ اہل سنت مین موجود اور نسبت اونھین آیات واحادیث کی
بحث کیجاتی ہے جو خاص و عام مین مشہور ہین انشاء اللہ تعالے اور چونکہ ثبوت
خلافت و فضائل جناب امیر علیہ السلام عین ثبوت امامت و فضائل دیگر ائمہ معصومین ہے

علیہم السلام متصور ہے کیونکہ بصورت قبول کرنے حق خلافت و امامت منصوص و ماموری و
بلافصل جناب امیر علیہ السلام کے کسیکو قبول حق خلافت و امامت دیگر ائمہ علیہم السلام
مین عذر و انکار نہین و نہ ہو سکتا ہے اور علاوہ اسکے بصورت امامت منصوص و ماموری
ایک امام کی ظاہر ہے کہ امامت دیگر ائمہ کی از قول امام موصوف اور اسیطرح از اقوال
یکے بعد دیگرے (کہ اقوال اونکے بھی بسبب رکھنے صدق و عصمت لازمی کے بنا بر یقین
کم از قول رسول نہین) ثابت و متیقن ہو سکتے ہین اور علاوہ اسکے وجود گی معجزات بدعوے
دکہ ثبوت اصدق و آیت صحت امامت و موجودگی جملہ صفات کے ہین) ہر ایک ائمہ مین
از کتب اہلسنت ثابت بلکہ مشہور کسیکو انکار نہین نظر بران ثبوت امامت و فضائل
دیگر ائمہ اس مختصر مین باعث تطویل جانکر درج کئے نہین جاتے۔ مگر ذیل انشاء اللہ تعالے

کلام اول اثبات معجزات مین جناب امیر علیہ السلام سے

واضح ہو کہ معجزات جناب امیر علیہ السلام کے کثیر ہین ہم بایام حیات و ہم بعد از
شہادت صادر ہوئے چنانچہ کتب فریقین مین درج و موجود ہین بلکہ بوجہ کثرت و افراط
کے اکثر زبان زد خاص و عام ہو رہے ہین اور فضائل و مناقب وغیرہ مین مشہور و
معروف یہانتک کہ کوئی وجہ سے اونکا انکار کر نہین سکتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ شیعہ
خود منکر ہو نہین سکتے باقی رہے اہل سنت اونکی کل فرقے کرامات اولیا کے قائل ہین
اور ہر سلسلہ ولایت کا جناب امیر علیہ السلام تک پہونچاتے ہین۔ لہذا اون لوگون کو
نسبت معجزات جناب امیر علیہ السلام کے زیادہ تر اعتقاد و یقین لازم ہے واگر باوجود
اقرار کرامات اولیا معجزات جناب امیر علیہ السلام مندرجہ کتب ہائے کثیر اپنے سے انکار
کرین تو عداوت اپنے ساتھ جناب امیر علیہ السلام کی اپنے دل مین ثابت سمجھین جداً کہ

اختتام محبت سی غرض ہے وہ حاصل ہے چنانچہ یہ حدیث قدسی مشہور نادِ علیاً مظہر
العجائب الخ آپ کے معجز نما ہونے پر دال ہے کیونکہ مظہر العجائب صاحبِ اعجاز کو کہتے ہین
علاوہ اسکے خود قصۂ جنگ خیبر جو بعہد آنحضرت صلعم کے واقع ہوا تھا کم از اعجاز نہین
تو بھی ایک معجزہ تیمناً و تبرکاً کتب اہل سنت سے لکھدیا جاتا ہی زیادہ تفصیل کے یہ رسالہ
گنجایش نہین رکھتا **معجزہ** شواہد النبوت اور حبیب السیر مین لکھا ہی کہ مجلس صحابہ مین
ایک دن جناب امیر علیہ السلام نے حضار مجلس کو قسم دی کہ جسنے حدیث من کنت
مولاہُ زبان آنحضرت صلعم سے سُنی ہو اوسے شہادت کرے ۔ سبنے اداے شہادت
کی ۔ مگر ایک شخص نے عذر نسیان ظاہر کیا ۔ جناب امیر علیہ السلام نے دعا کی کہ الٰہی اگر
جھوٹھ کہتا ہو تو سفیدی یعنے برص اوپر چہرہ اوسکے ظاہر کر اوس جگہ کہ عمامہ اوسکا چھپا
نہ سکے ۔ راوی کہتا ہی کہ واللہ دیکھا مین نے کہ ایک بیاض درمیان دو چشم اوسکے
نمودار ہوئے اور کتاب امالی مین بروایت جابر انصاری کے آیا ہے کہ ایک بار جناب امیر
علیہ السلام نے بر سر منبر حضار مجلس سے نسبت حدیث مذکور کے گواہی طلب فرمائی ۔
انس نے بعذر کبر سن کتمان شہادت کیا جناب امیر علیہ السلام نے نسبت اوسکے بددعا
کی ۔ کہ بصورت کذب اندھا ہو جاے ۔ جابر کہتا ہی کہ واللہ مین نے دیکھا کہ انس نابینا
ہوگیا تھا اور تا عمر اپنے پشیمان رہا ۔ اب واضح ہو کہ اس ایک معجزہ کے لکھنے سی علاوہ
ثبوت معجزہ کے دو مقصود اور بھی ثابت ہوتے ہین ۔ ایک یہ کہ عالم و صادق و معصوم یعنے
جناب امیر علیہ السلام کو نسبت حق خلافت اپنے اوپر اس حدیث کے تمسک تھا کہ حین نزاع
خلافت نسبت اس حدیث کے صحابہ سے گواہی طلب فرمایا کرتے تھے جیسا کتاب مدارج النبوت
مین ہی یہ بیان اس حدیث کے لکھا ہی ۔ دوسرے یہ کہ اوسوقت اکثر صحابہ عالم و صادق

ومعصوم واجب المحبت یعنے جناب امیر علیہ السلام سے مخالفت رکھتے تھے بربنا تاسف کر آیات واحادیث فضائل کو آپ کے چھپا کر حکم آیۂ ہذا کے مصداق ہو گئے تھے قولہ تعالے ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ

کلام دوم اثبات مین اون آیات واحادیث کے جو بہ نص خلافت جناب امیر علیہ السلام بطور تائید ہی کے واقع ہوئے ہین

اول قولہ تعالے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ یعنی اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ اور اوس صاحب امر یعنے حاکم کے جو تم مین سے ہی کتاب کشف الغمہ مین جابر انصاری سے روایت کی ہے کہ جب نازل ہوئی یہ آیت کہا مین نے یا رسول اللہ ہم خدا اور رسول کو جانتے ہین۔ پس کون لوگ ہین اولے الامر کہ حق تعالے نے اطاعت اونکی قرین اطاعت اپنے اور اطاعت رسول کی واجب کی ہے۔ پس فرمایا آنحضرتؐ نے کہ وہ خلفاء ہمارے ہین کہ اول اونکا علیؑ ہے وبعدہ حسنؑ وبعدہ حسینؑ وبعدہ محمد بن علی کہ معروف ہے توریت مین ساتھ باقر کے جلد ہو کہ دیکھے تو اوسکو پس جب دیکھے تو سلام میرا پہونچا اوسکو وبعدہ جعفرؑ وبعدہ موسیٰ بن جعفر وبعدہ علیؑ بن موسیٰ وبعدہ محمدؑ بن علیؑ وبعدہ علیؑ ابن محمد وبعدہ حسنؑ ابن علیؑ وبعدہ ہمنام وہم کنیت ہمارا کہ حجت اللہ ہے بیچ زمین کے یعنی محمد بن حسنؑ کہ فتح کرے گا اللہ اوپر اوسکے مشارق ومغارب ارض کے اور وہ غائب ہوگا شیعہ واولیاء اپنے سے جابر کہتا ہی کہ مین نے کہا یا رسول اللہؐ شیعہ اوس سے نفع یاب ہونگے غیبت مین فرمایا بحق اوسکے کہ مجھے

ساتھ راستی کے بھیجا ہے خلق مین کہ وہ لوگ مستفیض ہوون نور سے اوسکی اور منتفع ہوون
ولایت سے اوسکی غیبت مین - اور اے جابر یہ راز ہے مکنون سر الٰہی سے اور مخزون علم
ناتناہی سے چاہیے کہ اوسکو پوشیدہ رکھے تو نامحرمان سے اور مناقب ابن مردویہ
مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اولی الامر جناب امیر علیہ السلام
ہین بالاصالت و دیگر حکام بہ تبعیت اونکی - اور تفسیر فخر رازی مین لکھا ہے کہ مفسرین لفظ
اولی الامر مین اختلاف رکھتے ہین بعضے کہتے ہین کہ اولی الامر سے مراد امرا ہین اور ایک
گروہ کہتے ہین کہ حق تعالے نے اطاعت اونکی قرین کی ہے اپنے اطاعت سے اور اطاعت
سے رسول کے - لیکن جائز نہین ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ واجب کرے اطاعت کسی کی
علی الاطلاق جب تک عصمت اوسکی ثابت نہو کہ ظاہر اوسکا مثل باطن کے ہی اور امین ہے
غلط و سہو سے اور یہ صفات حاصل نہین ہین امرا اور علما مین تو پس ضرور ہے کہ ائمہ
مراد ہون اور بھی علمانے ہمارے رضوان اللہ علیہم اگرچہ بہت دلیلون سے ثابت کیا ہی
کہ یہ آیت شان مین جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے نازل ہوئی
ہے اور اولی الامر سے مراد غیر از معصوم دوسرا شخص ہو نہین سکتا ہے لیکن ہم کہتے ہین
کہ اس آیہ مین صرف اطاعت اولی الامر کا حکم ہے نہ اجازت مقرر کرنے اولی الامر
کے بھی حاصل ہے یعنی یہ نہین کہا گیا ہے کہ اطاعت کرو اوس اولی الامر کے جسکو
تم اپنےمین سے مقرر کرلو بلکہ کہا گیا ہے کہ اطاعت کرو اولی الامر کے جو تم مین سے ہی
یا ہو - اس عبارت سے صاف یہی معنی ظاہر ہوتی ہین کہ جو تم مین سے مامور ہی یا ہو
جسکی شناخت حسب قواعد شناخت ممکن یعنی از روی نص و حکم صریح خدا و رسول یا بوجہ
ثبوت رسیدہ فضیلت و جملہ صفات لازم الخلافت والامارت دینی یا بالظہور معجزات و کرامات

کہ معجزہ بدعوی بذاتہ ماموری وعصمت وصداقت وحقیت بلکہ جملہ صفات ثابت کردیتا ہے
معجزنما مین۔ جیسا ظاہر ہوا پس چونکہ یہ سب امور سوائے جناب امیر وائمہ معصومین علیہم
السلام کے دوسرے کی نسبت قابل یقین کتب اہل سنت سے بھی ثابت ہو نہین سکتے ہین
اور نسبت جناب امیر علیہ السلام باتفاق ثابت جیسا ثابت ہوتے ہین انشاء اللہ تعالے
لہذا ضرور ہے کہ اولی الامر سے مراد جناب امیر وائمہ معصومین علیہم السلام ہون۔ نہ دیگر امرا
مقرر کردۂ اہل اسلام باقی رہا یہ کہنا اہل سنت کا کہ بعد اس آیہ کے کہا گیا ہے کہ فان
تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول یعنی اگر نزاع ہو تم مین
بیچ کسی شیٔ کے تو پس رد کرو اوسکو طرف اللہ اور رسول کے یعنی اگر کوئی امر اولی الامر
کا خلاف شرع ودین تصور ہو تو رجوع کرو طرف کلام خدا ورسول کے اس روسے اطاعت
اولی الامر کی واجب نہین ہوتی ہے مگر امور مطابق شرع ودین مین۔ یعنی مسلمانون کو
احکام اولی الامر مین اختیار نظر باقی رہتا ہے۔ حالانکہ شیعہ اطاعت حضرات ائمہ
کے بجمیع وجوہ وامور وبغیر نظر وتامل واجب ولازم جانتے ہین مثل اطاعت رسول
لہذا حسب اصول شیعہ مراد اولی الامر سے ائمہ معصومین علیہم السلام نہین ہو سکتے
پس واضح ہو کہ معنی تنازعتم کے خاصتاً نزاع امیر ومامور پر دال نہین ہین بلکہ ممکن
ہے کہ نزاع امرے از امور متعلق لتعین وتشخیص اولی الامر سے مراد ہو۔ تو اس صورت
مین حکم رجوع بطرف کلام خدا ورسول سے صاف ظاہر ہے کہ تعین اولی الامر کا خاصتاً
بھی بکلام خدا ورسول کیا گیا ہے جو ہو المقصود شیعہ جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے
صلح معاویہ مین حکمین سے فرمایا تھا کہ بموجب حکم قران کے فیصل کرین اور بھی ممکن ہے
کہ نزاع باہم مامورین سے مراد ہو تو اس صورت مین ہرگاہ بموجب آیہ اول مذکور اطاعت

اولی الامر کے بصیغہ امر واجب ہو چکی تو ماموریں کو بصورت نزاع با خود یا طرف اولی الامر
کے رجوع کرنا عین رجوع کرنا بطرف کلام خدا کے متصور ہے۔ لہذا بموجب آیۂ آخرہ کو رکے
وجوب اطاعت کلی اولی الامر یعنے ائمۂ معصومین علیہم السلام کا [illegible] اور حصول اہل حق
ناقص ہو نہیں سکتا [illegible] حسب [illegible] اہل سنت یعنی نزاع امیر و مامور [illegible] ہوتا ہے کہ آیۂ
مذکور رحمتی عام امرا جیسے خلیفہ و نیز امام و سپہ سالاران فوج و عاملان شہر ہا کے جو بعہد
آنحضرت صلعم بحکم آنحضرت صلعم مقرر ہوتے تھے اور بعد آنحضرت صلعم بحکم خلیفہ و امام
مقرر ہوتے نازل ہوئے ہیں۔ جیسا قول امام جعفر صادق علیہ السلام کا کتب اہل سنت
میں آیا ہے کہ اولی الامر بالا صالت جناب امیر علیہ السلام ہیں و دیگر حکام بہ تبعیت
اونکی۔ اس صورت میں البتہ مطابق مذہب اہل سنت اطاعت کل امرا و حکام غیر معصوم
واجب نہیں ہوسکتی مگر اون امور میں جو مطابق شرع و دین متصور ہوں لیکن وہ
اولی الامر ان کی عصمت و صداقت جنکی حسب نصوص متعدد یا بظہور معجزات کثیر ثابت
ہو۔ ظاہر ہے کہ رجوع لانا طرف نصوص عصمت و صداقت اونکی عین رجوع لانا بطرف
کلام خدا و رسول کے ہی لیکنے ہرگاہ حسب نصوص عصمت و صداقت شبہہ حکم خلاف
شرع و دین کا اونسے باقی نہیں رہا۔ تو حسب آیۂ مذکور اطاعت اونکی مثل اطاعت پیغمبر
بجمیع وجوہ و امور و بغیر نظر و تامل واجب و لازم۔ پس چونکہ شیعہ نسبت جناب امیر و
ائمہ معصوم علیہم السلام کے نصوص عصمت و صداقت و وجود اعجاز و کرامت باتفاق
فریقین۔ بلکہ نصوص دیگر نسبت خلافت و امارت کلی مثل پیغمبر کے غیر متفق ثابت کرتے
ہیں جیسا بعد ازیں ثابت کیا جاتا ہے انشاء اللہ تعالے۔ تو اس صورت میں بصورت
اس معنی کے بھی بیشک جناب امیر علیہ السلام و ائمہ معصومین علیہم السلام بعد آنحضرت

صلعم اولی الامران بالاصالت ومثل پیغمبر واجب الاطاعت کلی متصور ہین۔ لہذا حسب
معنی اہل سنت بھی مدعاء اہل حق فوت نہین ہوتا۔ اور اہل سنت کو اجازت تقرر کردن خلیفہ
غیر مامور ومعصوم کے حاصل نہین ہوتی۔ پس آیہ آخر مذکور بکمال بلاغت حاوی ہے اون
کل معنی ہاے ضروری وانواع نزاع کے اور کل معنے سے مدعا اہل حق بطور کافی ووافی
ثابت بلکہ اس صورت مین بھی حتماً ثابت ہوتا ہے کہ حسب منشاء آیہ مذکورہ بعد آنحضرت
صلعم اولی الامران بالاصالت وعام یعنے خلیفہ وامام سواے جناب امیر وائمہ معصومین
علیہم السلام کے کوئی دوسرا نہین ہو سکتا ورنہ تعمیل حکم اصلی آیہ مذکور محال وغیر امکان
کیونکہ تمام کلام شریعت مین خطاب عام مسلمانان یایہا الناس اور خطاب خاص مومنان
یا ایہا الذین آمنوا آیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس آیہ مین مخاطب مومنان ہین نہ عام مسلمانان
تو ضرور ہے کہ اولی الامر منکم سے مراد اولی الامر مومن ہو نہ مسلم۔ حالانکہ بحث تشخیص صفات مین
ثابت ہوچکا کہ شناخت قابل یقین مومن کے بغیر گواہے خاص خدا ورسول محال و ناممکن
ہے۔ اسصورت مین اگر بعد آنحضرت کوئی منصوص بنص امارت کلی یا بنص مومنیت نہو
تو حکم اطاعت اولی الامر مومن تکلیف مالایطاق وظلم متصور ہوتا ہے اور پر مومنان مکلفان کے
جو خدا سے ممکن نہین۔ لہذا ضرور ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے اولی الامران بالاصالت
وعام یعنے خلیفہ وامام منصوص ہون بنص امارت کلی یا بنص مومنیت مگر بصورت منصوص
رہنے صرف بنص مومنیت کے ضرور ہے کہ وہ عالم علم پیغمبر ومعصوم ہون ورنہ تشخیص مومنیت
امرا ماتحت (کہ باین وسعت دنیا ہزارون ضرور ودرکار ہین) بغیر علم پیغمبر اوسکے
بھی محال اور بصورت علم وتشخیص درست اعتقاد ویقین اہل دین کو اوس تشخیص وبیان
پر بغیر معصومیت ناممکن وناجائز یعنے ظاہر ہے کہ جن لوگون کی نسبت نص مومنیت حسب

روایات مختلف جملہ فرقہ ہائے اہل اسلام ثابت ہے وہ پندرہ بیس آدمی سے زیادہ قرار نہیں
پا سکتے اور بصورت یعنی آخر اولے الامران ایک وقت خاص مین ہزار ون درکار ہیں تا بہر وقت
فرمان پذیر [illegible] معصوم تعین ہر وقت کے لیئے ایک اولی الامر اعلی کا منصوص رہنا بنص مومنیت وعلم وعصمت ضرور
[illegible] تشخیص حیثیت دیگر اولی الامران ماتحت بذریعہ علم پیغمبر اوس سے ممکن ہو اور اہل دین کو اونکی تشخیص
[illegible] بذریعہ نص عصمت اعتماد ویقین ہو کہ صورت اطاعت اولی الامران مومن یقینی کے ہاتھ آ گئے
و [illegible] ظاہر ہے کہ بغیر اسکے صورت اطاعت اولی الامران مومن یقینی کے صورت پذیر تکلیف
ما لا یطاق [illegible] اہل نہیں ہو سکتی۔ تو چونکہ یہ کل نصوص یعنے اجتماع نصوص مومنیت وعلم و
عصمت یا وجود نص عام وخالی از کلام یعنے ظہور اعجاز وکرامت باتفاق فریقین۔ بلکہ
موجودگی نصوص دیگر نسبت امارت کا غیر متفق جس طرح کہ یقین کے لئے کافی ہوں غیر از
جناب امیر وائمہ معصومین علیہم السلام دوسرے کے نسبت کتب اہل سنت سے بھی
ثابت ہو نہیں سکتی جیسا ثابت ہوا وبعد ازین ثابت ہوتا ہے انشاء اللہ تعالے
تو بالیقین ضرور ہے کہ بعد آنحضرت صلعم اولی الامران بالاصالت وعام یعنے خلیفہ وامام
جناب امیر علیہ السلام وائمہ معصومین علیہم السلام ہوں اور امراء ماتحت یعنی عاملان
و سرداران وغیرہ مامور کردہ انکے نہ دیگر امراء مقرر کردہ اہل اسلام جنکو ایماندار تک کے
پہچاننے کی بھی قدرت نہیں کیونکہ اس صورت مین خلاف ورزی حکم اصلی آیۂ مذکور
کے بسبب اطاعت امراء غیر مومن یقینی کے صریح ظاہر وثابت ہوتی ہے جیسا تجربہ
کی طرف بھی نگاہ کرنے سے ظاہر ہوگا۔ کہ جن جن اولے الامران کی اطاعت اہل اسلام سے
کرائی گئی ہے اون سبکا ایمان بذریعہ نص ثابت نہیں تو ایمان اونکا کسی طرح یقینی
نہیں ہو سکتا تو اطاعت اونکی صریح ناجائز وغیر واجب۔ پس اس دلیل سے بخوبی ثابت ہے

کہ جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام باوجودِ عدمِ ثبوت نصوص و دیگر [illegible] اطاعت کے
بموجب حکم اسی آیہ کے (بسبب معصوم رہنے یہ نفرِ مومنیت [illegible]
کرامت کی) بعد آنحضرت صلعم اولی الامر [illegible]
بغیر نظر و تامل واجب الاطاعت ہین نہ کوئی غیر انکے اسلیے واجب نہین [illegible]
جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے اطاعت [illegible]
(جنکا ایمان تک بدلیل یقین ثابت نہو) کسی امر مین واجب [illegible]
خلافِ حکم آیۂ مذکور متحمل ہوسکے بلکہ اولی الامر واجب الاطاعت کلی وہ ہین جنکے
حق مین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو مرا اور نہین پہچانا [illegible] امام زمانہ کو تو
مرا وہ اوپر موت جاہلیت کے پس اس حدیث مقبول الطرفین سے [illegible]
وغیرہ اولی الامر واجب الاطاعت کلی کا خلاف اصول اہلسنت [illegible]
کے لیے بخوبی ثابت ہے [illegible] ظاہر ہے کہ جسکی عدم [illegible] مثلِ عدم معرفت خدا و رسول کے کفر
ہو اوسکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول بھی وغیرہ [illegible]
واجب و لازم ہوگی۔ اور چونکہ ہر امیر [illegible] اسلام کا نہین پہچاننا باعث کفر ہوتا [illegible]
از عجائب نہین جسکی عقل پر پتھر پڑے ہون وہ تجربہ کیطرف نظر کرکے سمجھ سکتا ہے
کہ اس اسلام مین کیسے کیسے امیر ہوتے گئے کہ اگر عدم معرفت اونکا کفر ہے تو کفر ہا
ایمان تصور ہوتا ہے۔ اسلیے بمصداق اس حدیث کے غیر از جناب امیر و ائمہ معصومین
علیہم السلام جنکی عصمت و صداقت و حقیت وغیرہ از روی بسیاری آیات و احادیث
صحیحہ مقبول الطرفین ثابت ہے کوئی دوسرا نہین و باللہ التوفیق دوم قولہ تعالے
یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین یعنی اے وہ لوگ

جو ایمان لائے ہو پرہیزگاری کرو واسطے اللہ کے اور رہو ساتھ صادقون کے مناقب
[illegible] ابن عباس سے مروی ہے کہ صادقین علی اور
انکے [illegible] مشہور [illegible] ثعلبی نے تفسیر مشہور [illegible]
[illegible] سے روایت کی ہے کہ مراد
[illegible] سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام [illegible] اور [illegible] سے
کتاب شرف النبی مین اصمعی سے اور اوس نے امام [illegible] علیہ السلام سے روایت کی ہے
کہ مراد صادقین سے [illegible] ہین۔ اور [illegible] راوی نے جناب امیر علیہ السلام سے روایت
کی کہ فرمایا آنحضرت نے [illegible] صادقین ہم ہین اور ہمارے محبان اور امام فخر رازی نے
اپنی تفسیر مین نسبت [illegible] اس آیہ کے نہایت حیرت ظاہر کی ہے لیعنے بعد ثابت کرنے
اس امر کے کہ صادقین غیر از معصوم نہین لکہتا ہے کہ اس آیہ مین ہر وقت و ہر زمان کے
لوگ مخاطب ہین [illegible] وجود معصوم ہر زمان مین ضرور [illegible] حکم آیہ عبث متصور اور ہونا
معصوم کا ہر زمان مین سوائے اصول مذہب امامیہ ثابت نہین اسصورت مین اصول
مذہب امامیہ حق تصور ہوسکتا ہے اور بھی علمانے ہمارے رضوان اللہ علیہم بہت طرح سے
ثابت کیا ہے کہ صادقین سے مراد غیر از جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام نہین
لیکن ہم کہتے ہین کہ معیت صادقین بغیر معرفت صادقین ممکن نہین اور معرفت صادقین
قابل یقین مثل معرفت صالحین وغیرہ کے بغیر گواہی خاص خدا و رسول لیعنے بغیر نص
یا حدیث یا قول معصوم کے محال جیسا بحث تشخیصات مین ثابت ہوچکا اس صورت
مین حسب دلیل آخر آیہ مندرجہ بالا کے بخوبی ثابت ہوسکتا ہے کہ صادقین سے مراد غیر از
جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے جنکی عصمت و صداقت و حقیت از روی بسیارے

آیات واحادیث متفقہ کے ثابت ہو کوئی دوسرا ہو نہین سکتا یعنے ہرگاہ معرفت عدالت بغیر نص ممکن نہین تو اگر بعد رسول صلعم کے ہر زمان ما بعد کے لیے صادقین یقینی یعنے اشخاص منصوص لصداقت نرکھے جائین۔ تو حکم معیت صادقین تکلیف مالا یطاق وظلم قرار پاتا ہے اور پر مومنین مکلفین کے جو خدا سے ناممکن الوقوع لہذا ضرور ہے کہ بصورت حکم معیت صادقین کے صادقین واسطے شناخت یقینی کے ظاہر منصوص کیے جائین اور وہی لوگ مراد ہون اس آیہ مین نہ دوسرے پس چونکہ صداقت بلکہ معصومیت (کہ جس اعلیٰ درجہ صداقت متصور ہے) قابل یقین یعنے از روی نصوص واحادیث صحیحہ متفقہ سوائے جناب امیر وائمہ معصومین علیہم السلام کے دوسرے کی نسبت ثابت نہین ہوسکتی ہے جیسا بعد ازین ثابت کیا جاتا ہے انشاء اللہ تعالے لہذا ضرور متصور کہ صادقین سے مراد جناب امیر وائمہ معصومین علیہم السلام ہون نہ کوئی دوسرا اس صورت مین ظاہر ہے کہ ہرگاہ اس آیہ مین معیت اونکی واجب کی گئی ہے تو خلافت منصوصی اونکی بخوبی ثابت

سوم قولہ تعالے انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون یعنی نہین ہے کوئی ولی یعنے کوئی والی وامیر یعنی اولے الامر تمھارا مگر خدا ورسولؐ اور وہ مومن جو پڑھتے ہین نماز اور دیتے ہین زکوۃ درحالیکہ رکوع مین ہون جمیع مفسرین اہلسنت متفق ہین کہ یہ آیہ شان مین جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی برطبق خیرات انگشتری بیش بہا بحالت رکوع۔ چنانچہ جامع الاصول مین صحیح نسائی سے حسب روایت عبد اللہ ابن سلام لکھا ہے کہ راوی کہتا ہے کہ ایک روز حاضر ہوا مین خدمت بابرکت حضرت رسالت ہین اور عرض کیا مین نے کہ یا حضرت جیسے ہمنے کہ تصدیق خدا و

رسول کی کر ہے اوس دن سے قوم نے ہماری ہمسے کنارہ کیا ہے اور ہمسے دشمنی اختیار
کی ہے اور قسم کھائی ہے کہ ہمسے بات نکرینگے۔ پس حق تعالے نے اس آیہ کو نازل
کیا۔ پس بلال نے واسطے نماز ظہر کے اذان کہی اور لوگ واسطے نماز کے کھڑے ہوئے
اور مشغول نماز ہوئے۔ آپ بعضے سجود مین تھے اور بعض رکوع مین تھے اور بعضے
سواک کرتے تھے۔ ناگاہ سائل نے سوال کیا پس علی علیہ السلام نے بیچ رکوع کے
انگوٹھی اوسکو دی اور وہ سائل اوس انگوٹھی کو لیے ہوئے خدمت مین رسولخدا
صلعم کے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا حضرت علی ع نے یہ انگوٹھی حالت رکوع مین مجکو
عنایت فرمائی حضرت رسول خدا نے اس آیہ کو تلاوت فرمایا اور ثعلبی نے اپنے تفسیر مین
روایت کی ہے کہ ایک روز ابن عباس چاہ زمزم پر بیٹھے تھے اور نقل احادیث فرماتے تھے
ناگاہ ابوذر حاضر ہوئے اور کہا ایہا الناس مین ہون ابوذر غفاری سنا ہے مین نے
حضرت رسولخدا صلعم سے ساتھ اپنے ان دونون کانون کے۔ اگر جھوٹ کہون تو بہرا
ہو جاؤن۔ اور دیکھا تھا مین نے اون حضرت کو انہین اپنے دونون آنکھون سے
اور اگر دروغ کہون تو اندھا ہو جاؤن کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ علی پیشوا ہے نیکوکارون کا
اور کشندہ ہے کافرون کا مدد کیا گیا ہے وہ شخص جو اوسکی مدد کرے اور ذلیل و خوار ہے
وہ شخص کہ جو اوسکی مدد و نصرت نکرے مین نماز پڑھتا تھا ایک روز ساتھ رسولخدا صلعم
کے نماز ظہر پس ایک سائل آیا مسجد مین اور اوسنے سوال کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا
سائل نے اوسوقت ہاتھ بلند کیے طرف آسمان کے اور کہا خداوندا گواہ رہنا کہ مین نے
مسجد رسول مین سوال کیا اور کسی نے مجھے کچھ نہ دیا اوسوقت جناب امیر نے کہ حالت
رکوع مین تھے اشارہ کیا طرف سائل کے بانگشت کوچک دست راست اور ہمیشہ اوس

اونگلی مین حضرت انگوٹھی رکھتے تھے سائل نے جو حضرت کے اشارہ کو دیکھا حضرت کے پاس
آیا اور اوس انگوٹھی کو انگشت مبارک سے اوتار لیا بعد نماز حضرت رسول خدا مطلع ہوئے
سر سمت آسمان بلند کیا اور کہا خداوندا برادرم موسی نے تجھسے سوال کیا اور کہا پروردگارا سینہ
میرا کشادہ کر اور آسان کر مجھپر کام میرا اور کھول گرہ کو میری زبان کے تا لوگ سمجھین کلام
میرا اور مقرر فرما وزیر واسطے میرے اہل سے میرے کہ وہ ہارون ہے اور محکم فرما بازو کو
میرے اوس سے پس تو نے دعا اونکی قبول فرمائی خداوندا مین محمد پیغمبر برگزیدہ تیرا
ہون۔ خداوندا پس کھول تو سینہ میرا اور آسان کر اوپر میرے کام میرا اور گردان واسطے
میرے وزیر اہل سے میرے کہ وہ علیؑ ہے۔ محکم کر ساتھ اوسکے پشت میری ابوذر کہتے ہین
کہ ہنوز کلام اوس عالی مقام کا تمام ہوا تھا کہ حضرت جبرئیل نازل ہوے از جانب
خداوند جلیل اور کہا کہ اے محمد پڑھو اس آیہ کو پس حضرت نے اس آیہ کی تلاوت فرمائی
اور اسیطرح سیوطی اور فخر رازی نے اور زمخشری نے اور نیشاپوری نے اور ابن البیع
نے اور واحدی نے اور سمعانی نے اور بیہقی نے اور نطنزی نے اور صاحب مشکات نے
اور مولف مصابیح نے بلکہ سب مفسرین و محدثین شیعہ و سنی نے سدی سے اور مجاہد
سے اور حسن بصری سے اور اعمش سے اور غالب بن عبد اللہ سے اور قیس بن الربیع
سے اور ابن عباس سے اور ابوذر وغیرہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ شان مین علیؑ
کے نازل ہوئی ہے بلکہ شاعرون نے مثل حسان وغیرہ کے نظم بھی کیا ہے۔ صرف
اختلاف یہ ہے کہ اہل سنت معنی لفظ ولی کے محبوب قرار دیتے ہین پس واضح ہو کہ قرار دینا
اس معنی کا خالی از بیراہہ روی نہین کیونکہ تخصیص و حصر لفظ انما سے صاف ظاہر ہے
کہ اس آیہ مین لفظ ولی اوسوقت بعد خدا و رسولؐ کے مخصوص کیا گیا ہے واسطے جناب

امیر علیہ السلام کے۔ حالانکہ محبت کل اہلبیت کی حسب آیۂ مودت و دیگر احادیث کے
بلکہ کل مسلمانون کی کل مسلمانون کو حسب آیۂ والمؤمنون والمؤمنات
بعضہم اولیاء بعض و دیگر احادیث بسیار کے لازم و موکد کی گئی ہے۔ لہذا بصورت
شئے محبت کے تخصیص و حصر محبت جناب امیر علیہ السلام خلاف احکام متعددہ منصوصہ
اور جب تخصیص غلط ہو گئی تو یہ معنی بھی صحیح ہو نہین سکتے ہین۔ اور ظاہر ہے کہ لفظ
انما سے تخصیص و حصر جناب امیر علیہ السلام کا ثابت ہے فقط اولی اوسوقت بعد خدا و رسول
کے بخوبی ثابت ہے اور آیۂ کے یہی معنی ہین۔ لہذا اولی بتصرف اس مقام پر وہی معنے حتما و یقینا
… متصور ہے جسکی تخصیص و حصر اوسوقت بعد خدا و رسول نسبت جناب
امیر علیہ السلام کے بجا متصور ہو اور وہ معنی سوائے والی و امیر کے دوسرے نہین ہو سکتے
چنانچہ اس سے خلافت بلا فصل جناب امیر علیہ السلام کی بخوبی ثابت ہوئی جاتی ہے کیونکہ
امیر بعد خدا و رسول کے ایک سے زیادہ نہین ہو سکتا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ
یہ آیۂ بصورت حصر حق … واقع ہوئی ہے اور نص امامت عام آیات مذکورہ بالا کے
اور اولی الامر مخلوق سے آیۂ اول اس آیۂ میں ثابت کرایا گیا ہے اور یہی ظاہر ہے
اس آیۂ میں امارت و ایمان دونون ساتھ منصوص ہین۔ اس صورت مین اگر معنے
ولی کے امیر نہ متصور ہوتے تو بھی بوجہ رہنے نص ایمان کے حسب مصداق آیۂ اول نص
امارت بخوبی ثابت ہے اور بوجہ موجودگی نصوص عصمت و علم بموجب آیات و احادیث دیگر
جیسا ظاہر ہوتا ہے انشاء اللہ تعالے۔ نص امارت واجب الاطاعت کلی متصور ہے مین
آیۂ ہذا صحیح و دلیل مستحکم و حتمی ہے واسطے خلافت جناب امیر علیہ السلام کے اور بسبب
اوس تخصیص و حصر کے کہ لفظ انما سے آیۂ مذکور مین کی گئی ہے دلیل کامل و یقینی ہے

اوپر خلافت بلا فصل اونکے اور اگر بالفرض کل دلیلوں سے درگذر کیکے معنی ولی کے محبوب کیا تصور کر لئی جائیں تو بھی مدعا رخدا ہاتھ سے نہیں جاتا یعنے ثبوت خلافت میں جناب امیر علیہ السلام کے کوئی ہرج لاحق نہیں ہوتا ہے جیسا بحث حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں انشاء اللہ تعالے ثابت کیا جائے گا۔ مگر ہم تعجب کرتے ہیں انصاف پر اہل سنت کے اور نہیں سمجھتے کہ اونکو صرف اثبات مدعا ہی سے غرض ہے یا حصول حق واقعی سے بھی کچھ مطلب ہے کیونکہ اگر ایمان کو سامنے رکھکر غور کیا جائے تو ایسے معنی دور از قیاس کبھی ذہن میں نہیں آسکتے ہیں باقی رہا یہ کہنا بعض متعصبین اہل خلاف کا کہ آیہ وافی ہدایہ مذکور میں والذین امنوا بصیغہ جمع واقع ہوا ہے شخص واحد سے کیونکہ مراد ہوسکتی ہے تو جواب اسکا جو علمانے ہمارے رضوان اللہ علیہم دیا ہے کہ یہ صیغہ جمع تعظیماً آیا ہے اور ایسا کلام عرب میں جاری وساری اور بھی خود کلام شریف میں بہت جگہ موجود کافی ووافی ہے۔ پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ ہرگاہ بموجب شرح احادیث موروثہ روایات اہلسنت مندرجہ بالا کے بخوبی ثابت ہے کہ یہ آیہ شان میں جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی اور صیغہ جمع تعظیماً واسطے واحد کے کلام عرب میں مستعمل تو اس صورت میں مقابلہ اون سب شرح احادیث کے رائے بے بنیاد بعض متعصبین پر دل دینا صریح بیراہ روی ہے۔ اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ اگرچہ والذین امنوا بصیغہ جمع واقع ہوا ہے مگر لفظ ولی مفرد ہے واسطے جمع کے آ نہیں سکتا تو چونکہ والذین امنوا دو مفردات یعنی خدا و رسول صلعم کا معطوف علیہ ہے اور بعد خدا و رسول کے بجاے لفظ ولی کوئی دوسرا لفظ جمع کا واسطے والذین امنوا کے آیا نہیں تو اس صورت میں ضرور ہے کہ مشاراً الیہ والذین امنوا کا بھی مثل خدا و رسول کے مفرد ہو

نہ جمع اور رلے علماے شیعہ کہ یہ صیغہ جمع تعظیماً واقع ہوا ہے صحیح و درست اور بھی ظاہر ہے
کہ اگر وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے جمع مراد لیجائے تو دو حال سے خالی نہین یا کوئی چند اشخاص
مراد ہون یا کل مؤمنین مگر سوائے جناب امیر علیہ السلام کے کوئی چند اشخاص بروایات
فریقین ثابت نہین تو حکم آیہ بنسبت ولایت چند اشخاص مہمل تو تنزیل آیہ بیفایدہ و
عبث تھہرتی کہا جا سکتا ہے کہ کل مؤمنین مراد ہین مگر اس صورت مین ضمیر کم کی مہمل
رہی جاتی ہے کیونکہ ضرور ہے کہ ضمیر کم کیطرف کل مؤمنین کے راجع ہو تو ہم ضمیر کم وہم
مراد لفظ ولی دونون کو طرف کل مؤمنین کے رجوع سمجھنا سراسر قبول تنقیض و تضاد و خبطگی ہے
لہذا ظاہر ہے کہ ہرگاہ ضمیر کم کیطرف کل مؤمنین کے راجع ہے تو مشار الیہ لفظ ولی کا شخص
واحد ہو مگر اس صورت مین ضرور ہے کہ وہ شخص واحد بنا بر ولایت مؤمنین بصفت خاص و
نشان مخصوص جملہ مؤمنین سے علیحدہ و ممیز کر دیا جاسے تا حکم آیہ مہمل نہ رہجائے چنانچہ اسلیے
وَاٰتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ صفت خاص و نشان مخصوص سے علیحدہ و ممیز
کر دیا گیا۔ اب اگر یہ کہا جاسے کہ وہ کل مؤمنین مراد ہین جو نماز پڑھتے ہین اور زکات
دیتے ہین اور راکعون سے مراد خاشعون ہے جیسا صاحب تفسیر بیضاوی نے لکھا ہے
تو اس صورت مین ظاہر ہے کہ یہ امر ان کل روایات صحیحہ متواترہ متفقہ فریقین کے خلاف
ہوتا ہے جو اوپر ظاہر و ثابت ہو چکین اور بھی ظاہر ہے کہ حکم ولایت صاحبان ایمان و
اعمال غیر صالح یا مشتبہ خدا سے نا ممکن و غیر امکان و شناخت ایمان و اعمال صالح کی انسان پر دشوار و محال ہے
جیسا مبحث تشخیص ایمان مین معلوم ہوا تو اس حالت مین بغیر اظہار ایمان و اعمال صالح حکم ولایت
صاحبان ایمان و اعمال صالح تکلیف مالایطاق و ظلم متصور ہے جو خدا سے نا ممکن الوقوع اور بھی ظاہر ہے
کہ تنہا صفت عبادت غیر قابل صفت خدا سے نا ممکن اور عبادت قابل صفت مین خشوع داخل

منصور اظہار خشوع علیحدہ بفائدہ دیگر ضرور لہذا ظاہر ہے کہ معنی لفظ رکوع کے خلاف
لفظ واقع و خلاف شرح احادیث کو مجموعہ روایات فریقین خشوع لگا کر معنی آیات قرآنی کے نبی عقل سے
جدا خالی از گمراہی و بیراہ روی نہیں ہو سکتا بلکہ انہیں کو شریک حضرت رسول صلعم کا سمجھنا ہے کما لا یخفی
واللہ التوفیق چہارم قولہ تعالے انما انت منذر و لکل قوم ھاد یعنی اے محمد نہیں ہے
تو مگر ڈرانے والا اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے شواہد التنزیل میں ابو بردہ اسلمی
سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسولخدا صلعم نے آب وضو طلب فرمایا جب وضو سے
فارغ ہوئے تو دست علی کو پکڑا اور اپنے سینہ حقائق دفینہ پر رکھا اور فرمایا انما انت
منذر و لکل قوم ھاد اور حافظ ابو نعیم اصفہانی کہ مشاہیر محدثات اہل سنت سے ہے
کتاب ما نزل فی القرآن فی علی میں ساتھ کئی سند ون کے ابن عباس سے روایت کرتا ہے
کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو آنحضرت نے دست مبارک اپنا دوش جناب امیر علیہ السلام پر
رکھا اور فرمایا کہ تو ہی ہے یا علی ہادی اور ساتھ تیرے ہے ہدایت پائینگے ہدایت پانیوالے
بعد میرے اور مسند محدث حنبلی اور فردوس الاخبار شیرویہ اور اربعین اور سوا دات میں
ابن نبیا سے اور ابن مسعود سے وجابر انصاری سے مروی ہے کہ جب آیہ نازل ہوئی تو
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین منذر ہوں اور علی ہادی ہے پس ظاہر ہے کہ لفظ ہادی
حاوی ہے اوپر معنی خلافت کے یعنی جو ہادی ہے وہی خلیفہ منصوص ہے کیونکہ کار پیغمبر
بجز ہدایت نہیں ہے تو کار خلیفہ غیر از ہدایت ہو نہیں سکتا پنجم قولہ تعالے
وممن خلقنا امة یھدون بالحق وبہ یعدلون یعنی منجملہ
مخلوقات اپنی پیدا کیا ہے مین نے ایک امت کو کہ ہدایت کرتے ہین لوگون کو طرف راہ حق
کے اور بتوفیق خدا راہ باطل سے علیحدہ کی ڈھونڈتے ہین بحر المناقب اور مناقب

ابن مردویہ مین زادان سے مروی ہے کہ فرمایا جناب امیر علیہ السلام نے کہ وہ فرقہ مین
ہون اور محبان میرے۔ پس ظاہر ہے کہ خلافت ہدایت کنندۂ راہ حق کو زیبا ہی نہ دوسرے کو
ششم حدیث غدیر مدارج النبوت مین لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ باثنائے مراجعت
از حجۃ الوداع بمقام غدیر خم آنحضرت صلعم نے بطرف یاران و اصحاب متوجہ ہوکر فرمایا
الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسهم یعنی آیا نہین جانتے
تم لوگ کہ افضل و بہتر ہون مین نزدیک مومنان کے نفسون سے اونکی جیسا کہ اوتعالے
قرآن مجید مین فرماتا ہے کہ النبی اولی بالمومنین من انفسهم اور مروی ہی کہ اس
کلمہ کے بعد فرمایا لفظاً و معنیاً یعنی یہ کہ امر نہین کرتا ہون مین مومنون کو مگر جسمین
صلاح و نجات و خیریت دنیا و آخرت کی اونکی ہو۔ بخلاف اونکے نفوس کے کہ کبھی طرف
شر و فساد کے بھی خواہش دلواتے ہین قالوا بلی یعنے لوگون نے کہا کہ سچ بعد ازان
فرمایا کہ گویا مجکو اس عالم مین طلب کیا ہے اور مین نے قبول کیا۔ پس تم آگاہ ہو کہ
دو امر عظیم درمیان تمہارے چھوڑتا ہون مین۔ کہ ایک بزرگتر ہے دوسرے سے اور وہ
قرآن اور اہلبیت میرے ہین۔ نگاہ رکھو اور احتیاط کرو کہ بعد میرے ساتھ ان دو چیزون
کے کیا سلوک کرتے ہو اور رعایت اونکی حقوق کی کس کیفیت سے بجالاتے ہو آور یہ
دونون امر بعد میرے آپس سے ہرگز جدا نہونگے تا بلب کوثر نزدیک میرے پہونچینگے
اوسوقت فرمایا کہ خدا مولا میرا ہے اور مین مولا جمیع مومنون کا۔ بعد ازان ہاتھ جناب
امیر علیہ السلام کا پکڑکر فرمایا۔ کہ اللهم من کنت مولاہُ فعلی مولاہُ
یعنے خداوندا جسکا مولا مین ہون علی اوسکا مولا ہے اللهم وال من والاہُ
وعاد من عاداہُ یعنی خداوندا دوست رکھ اوسکو جو علی کو دوست رکھے

اور دشمن رکھ اوسکو جو علی کو دشمن رکھے اور ایک روایت مین اسقدر زیادہ ہے وانصر
من نصرہ واخذل من خذلہ یعنی مدد کر اوسکی جو علی کی مدد کرے اور
چھوڑ دے اوسکو جو علیؓ کو چھوڑ دے وادر الحق حیثما دار یعنی اور پھیر حق
جسطرف علیؑ پھرے اور اس حدیث کو روایت کیا ہے احمد نے براء بن عازب اور زید بن
ارقم سے جیسا کہ مشکاۃ مین مندرج ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے اور روایت کی گئی ہے بہت
کتابون مین مثل صحیح ترمذی و صحیح نسائی و صحیح مسلم اور مسند احمد بن حنبل اور صواعق
محرقہ وغیرہ کی۔ اور طرق اوسکے بہت ہین اور روایت کی ہے جمع کثیر نے صحابہ سے
اور گواہی دی علیؓ کو اوسکی جسوقت کہ نزاع ہوئی ہے امر خلافت مین اوسنے اور بہت
اسانید اوسکے صحیح وحسان ہین اور التفات نہین ہے طرف قول اونکے جنھون نے
کلام کیا ہے صحت مین اوسکے اور نہ طرف قول اون بعضون کے جنھون نے کہا ہے۔
زیادت از وال من والاہ موضوع ہے اسلیئے کہ ساتھ طرق متعددہ کے تصحیح کیا ہے
اوسکو ذہبی نے اور اس حدیث سے نہایت فضل وتکریم ہے واسطے علی مرتضی رضی اللہ عنہ
کے وتحریص وترغیب مومنون کو طرف مودت وموالات اونکے اور اجتناب ہے بغض
وعداوت سے اونکے جیسا کہ دوسری حدیث مین آیا ہے کہ دوست نہین رکھے علیؓ کو مگر مومن اور
دشمن نہین رکھے علی کو مگر منافق۔ ولیکن دلالت اوس سے اوپر استخلاف اور نصب امامت
اونکے پس آمین اہل سنت کو لازم ہے اور شیعون نے تمسک کیا ہے کہ یہ نص قطعی ہے واسطے
امامت کے اور معنی قول آنحضرت صلعم الست اولی بکم کے ناصر ومحبوب نہین
ہین کہ اس صورت مین اجتماع جملہ اصحاب ہمراہی اور اسقدر مبالغہ واہتمام ودعا وغیرہ کی
احتیاج نہ تھی کیونکہ ان باتون کو صحابہ پیشتر سے جانتے تھے اور بعد اسکے بہ نقل کلام صاحب

[illegible] معنی [illegible] للناس کہ انا الشیطم کہ [illegible] یعنے والی و حاکم باشد بلکہ بمعنی احب
[illegible] است [illegible] ترجمہ کلام [illegible] - اب جو شخص [illegible] ایمان رکہتا ہوگا اور کچہہ بھی آخرت
[illegible] ہوگا اوسکو اسی عبارت مدارج النبوۃ [illegible] ظاہر و ثابت ہوجائیگا کہ یہ مقدمہ
غیر از نصب ولی عہد یعنے خلیفہ و امام کے [illegible] یہان معنی مولا کے صرف ناصر و محبوب
[illegible] قرار دیگا جیسا [illegible] ہے - اور جسکے حق مین خدا نے فرمایا
کہ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ و [illegible]
[illegible] معنی الفاظ ذو معنیین کے حسب موقع و محل و قرائن و ضرورت وغیرہ
[illegible] وجوہ قوی [illegible] قرار دیے جاتے ہین نہ بلا وجہ یا بوجہ ضعیف یا حسب مرضی طبعی پس
وجوہ معنی امارت ظاہر ہے کہ اول ظاہر کرنا آنحضرت صلعم کا کہ مین اولی ہون نفسہاے
مومنان سے بسبب امر و حکم محض بکارہاے نیک و حق کے بہ یاددہی آیہ کریمہ النبی اولی
بالمومنین [illegible] بعد ازان فرمانا کہ جسکا مین مولا ہون علیؑ اوسکا مولا ہے۔ صاف
[illegible] ہے کہ [illegible] حدیث ہذا سے غرض اصلی اظہار امارت حقہ جناب امیر علیہ السلام
[illegible] ہے [illegible] مادہ ہے لفظ اولی کا اس حدیث مین بمعنی امیر برحق یعنے
بمعنی امر کنندہ امور نیک و حق کے [illegible] ہوا ہے نہ بمعنی محض محبوب کے۔ دوم اصدار اس
حدیث کا [illegible] بیان خبر رحلت و وفات اپنے و اظہار عظمت و بزرگی اہلبیت و وصیت و
تاکید نسبت رعایت حقوق اونکے صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ مقدمہ غیر از نصب ولی عہد یعنے
خلیفہ و امام کے نہین تہا۔ سوم یہ فقرہ حدیث کا کہ اہلبیت و قرآن ہرگز بعد میرے جدا نہونگے
[illegible] لے آخرہ یعنے اہلبیت سے کبھی خلاف قرآن عمل یا حکم کرنا ممکن نہین صاف
ثابت کرتا ہے مراد خلافت و امامت کو کیونکہ ایسا اعتقاد دلوانا غیر از ہادی و خلیفہ و امام کے

مدینہ منورہ کے اور جواب دینے آنحضرت صلعم کے کہ یہ امر بغیر حکم خدا نہین اور باوجود طلب
سنگ کرنے اعرابی مذکور کے پروردگار سے بطور مباہلہ بعد اس غضب کے اور موت اعرابی
مذکور از سنگ آسمانی وخبر دہی پروردگار از واقعہ موت اعرابی مذکور بذریعہ آیہ کریمہ
سَئَلَ سَائِلٌ الی آخرہ کے اور باوجود ثبوت ضرورت شدید از خلیفہ ماموری ومنصوص
از رسول بدلائل قویہ وقطعیہ مندرجہ بحث ہاے سابق کے اور رہنے جناب امیر علیہ السلام
کے لائق خلافت بجمیع وجوہ ضروری اور باوجود نازل رہنے دیگر آیات وصادر رہنے
دیگر احادیث کثیرہ بتائید مدعاے خلافت بلافصل جناب امیر علیہ السلام کے جیسا یہ سب
حال اکثر روایات اہل سنت مین وارد ہوا ہے اور کتب تواریخ واحادیث وتفاسیرین
اونکے موجود نشان جسکا کتاب مستطاب عبقات الانوار مصنفہ جناب مستطاب مولانا سید حامد حسین
صاحب سے بشرح وبسط تمام مل سکتا ہے اسپر بھی معنی مولا کے اس حدیث مین محض
قرار دینا غیر از پیراہہ روی دوسرا متصور نہین ہو سکتا۔ اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ
محبت جناب امیر علیہ السلام کی قبل اسکے بارہا بذریعہ آیات واحادیث متعددہ واجب
وموکد ہو چکی تھی۔ اور صحابہ بخوبی واقف وآگاہ تھے۔ پس جو شخص آیہ مودت پر لحاظ
نکیا وہ اس حدیث پر کب لحاظ کر سکتا تھا۔ اور بھی ظاہر ہے کہ اگر اس حدیث مین صرف
مطلب تاکید محبت سے ہوتا۔ تو ذکر آیہ مودت کا جسکے روسے محبت اہل بیت کی واجب ہے
ضرور کیا جاتا۔ نہ ذکر آیہ النَّبِیُّ اَوْلٰی الی آخرہ کا۔ اور بھی علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ
پہلی امارت جناب امیر علیہ السلام کی از روے آیہ اطیعوا اللہ الی آخرہ کے بکنایہ اولی
الامر منکم منصوص ہوئی جیسا ثابت کیا گیا۔ بعد ازان بذریعہ آیہ انما ولیکم
اللہ الی آخرہ کے ساتھ نص صریحی وحتمی کے منصوص کیگئی اور اوسکا مطلب اصلی این

علانیہ کیا گیا۔ جیسا ظاہر ہوا۔ لیکن چونکہ شہرت ان نصوص کی مجمع عام مین ضرور تھی اور ایسا اجتماع جو حجۃ الوداع مین حاصل تھا پھر میسر آنا دشوار تھا اسلیے اشتہار ضروری اون نصوص کا اوس اجتماع کثیر مین بذریعہ حدیث مذکور فرمایا گیا اور کہا گیا کہ خبر حاضر و غائب کو اور باپ بیٹون کو برابر پہونچاتے رہین جیسا کتب اہل سنت مین موجود ہے تا کسیکو کوئی عذر باقی نہ رہے اور حجت خدا ہر خاص و عام پر بخوبی تمام ہو چنانچہ الفاظ منصوصی آیات و حدیث مذکورہ مین ایک ہی مادہ کے واقع ہوئے ہین یعنے اولی و ولی و مولی۔ ہم مادہ لفظ اولے مورودہ اوس آیہ کے جو شان مین آنحضرت صلعم کے وارد ہوئی یعنے آیہ النبی اولی الآخر جسکے معنی مین آپ نے فرمایا کہ مین اولے ہون نفسہاے مومنان سے بسبب امرامور نیک و حق کے اور یہی لفظ ولی عہد جو ایک لفظ مشہور ہے بمعنے حاکم بنجانی اسی مادہ سے ہے اس صورت مین معنی مولی کے حدیث مذکور مین خلاف قراین بسیار مذکورہ بالا کے والی و امیر قرار ندے کر محض محبوب و ناصر قرار دینا کیونکر خالی از بیراہہ روی لقصور ہو سکتا ہے اور بھی گواہی طلب کرنا عالم و صادق و معصوم یعنے جناب امیر علیہ السلام کا نسبت حدیث مذکور بوقت نزاع خلافت جیسا عبارت کتاب مدارج النبوت سے ظاہر ہے زیادہ تر اس مدعا کا مثبت ہو باقی رہا یہ کہنا اکثر علماے اہل خلاف کا کہ سبب اس خطبہ اور وجہ اظہار اس حدیث کے عداوت لبعض صحابہ کے تھی ساتھ جناب امیر علیہ السلام کے مثل بریدۂ اسلمی وغیرہ کے کہ سفر یمن سے حجۃ الوداع مین مراجعت کرکے کچھ شکایت اون جناب کی جناب رسول خدا صلعم سے کی تھی جسپر آنحضرت صلعم صحابہ مذکور سے ناخوش ہوئے تھے اور آخر بخیال اسکے کہ اگر ایک دو شخصون کو ایسی شکایت سے ممانعت کیجائے

تو اوپر پاس و رعایت اوس علاقہ نازک کے کہ جناب امیر علیہ السلام کو اون حضرت صلعم سے
ہے محمول ہوگا یہ خطبۂ عام فرمایا جیسا مولوی عبد العزیز دہلوی نے بھی اپنے تحفہ اثنا عشریہ
مین لکھا ہے پس صاحبان ایمان و انصاف پر پوشیدہ نہین کہ بریدہ اسلمی وغیرہ نے
جو شکایت جناب امیر علیہ السلام کے کی تھی اوسکی تردید آنحضرت صلعم نے اوس مجالس مین
کر دی تھی اور دیگر صحابہ تاکیدات محبت سے اون جناب علیہ السلام کے بارہا واقف
ہو چکے تھے حاجت اس خطبہ عام کی نہ تھی اور اگر صحابہ حسب قول مولوی صاحب اقوال
صادق دینی رسول صلعم کو اوپر پاس علاقہ نازک کے محمول کرتے تھے تو آگے صاحبان
ایمان و انصاف کے ایمان ہے اون لوگون کا ساتھ خدا و رسول صلعم کے درست نہین
ٹھہرتا ہے تا محبت جناب امیر علیہ السلام چہ رسد اور جب اون لوگون کے آگے قول مجمع خواص
حضرت رسول صلعم کا درست و صادق نہین ٹھہرا تو قول مجمع عام کب درست و صادق ٹھہر سکتا
تھا۔ پس ایسی حالت مین آنحضرت صلعم کو پہلے نسبت درستی ایمان و اعتقاد اونکی ساتھ
اپنے تاکید فرمانا چاہتا تھا نہ نسبت محبت جناب امیر علیہ السلام کے کما لایخفے چنانچہ اب
صاف صاف ظاہر ہو جائیگا کہ اوسی نا درستی ایمان اور صادق نہین جانتے قول
رسول صلعم کے سبب خلافت کو غصب فرمایا اور اسی سبب سے آنحضرت صلعم اظہار
کرنے مین اس حدیث کو ڈرتے تھے جسکی نسبت او تعالے نے آیۂ یا ایہا الرسول بلغ الے
آخرہ مین وعدہ فرمایا کہ واللہ یعصمک من الناس۔ اور یہی ظاہر ہے کہ جو شکایت جناب
امیر علیہ السلام کی بریدہ اسلمی نے کی تھی وہ نسبت تعرف ایک کنیزک کے تھی مال
غنایم مین سے تو اگر غرض اس خطبہ سے تردید اوس شکایت کی ہوتی تو اظہار اوس
شکایت کا مجمع عام مین ضرور کیا جاتا اور یہی تردید اوس شکایت کی اظہار حقیقت سے

ہوسکتی تھی نہ تاکید محبت سے اور اگر اس تاکید محبت سے اظہار حقیت تصور ہو تو تمنی
ظاہر ہے کہ ایسے اظہار حقیت سوائے خلیفہ و امیر کے لیئے جسکے قول و فعل کی اطاعت
و بعیت ضرور ہو دوسرے کے لیے ضرور نہیں فاعتبروا یا اولے الابصار۔ اور علاوہ
اسکے اگر معنی مولا کے محبوب ہی تصور کرلیے جائین تو بھی کوئی ہرج دربارہ ثبوت
خلافت و امارت جناب امیر علیہ السلام اور اختتام محبت خدا کی تصور نہین ہوتا ہے
کیونکہ ظاہر ہے کہ علت حصول خلافت و امارت یا حکم خدا ہے اگر نازل ہو یا قوت
امیر اگر حاصل ہو یا محبت خلائق و رعایا اگر شامل ہو اور علت محبت افضل ہے
کل علتون سے۔ کیونکہ اطاعت حکم خدا بغیر محبت امیر کے جبر اور انجام کار جبر بطور
احسن دشوار اور قوت امیر قبل از اجتماع و محبت خلائق و رعایا مشکل مگر محبت رعایا
ایک ایسی علت ہی واسطے امارت کے کہ مستغنے کردیتی ہے کل علتون سے دوسری
علتین اس علت سے رد ہو سکتی ہین۔ مگر یہ علت کسی علت سے رد ہو نہین سکتی
یعنی محبت کی آگے نہ حکم خدا سے خوف آتا ہے نہ کسی کی قوت سے خطر کیا جاتا ہے
جان کا گنوانا اسمین ہزار نعمت کہانا ہے اور تکلیف کا اوٹھانا اسمین ہزار آرام پانا
کوئی سامان بے دوست خوش آتا نہین اور کوئی ساز بے یار بہاتا نہین۔ دوست
آگے جان و دل تک پیارا نہین اور کوئی صفت و خوبی و کوئی بہتری و بہبودی اور
کوئی اعزاز و اکرام اور کوئی عظمت و احترام غیر از دوست گوارا نہین ہمہ اوست
و ہمہ از دوست و ہمہ برائے اوست تقاضائے محبت کا ایک شمہ ہے اور ہمہ بیش او ہیچ است لغت
کا ایک کرشمہ ہے کیا نہین سنتے اور نہین دیکھتے کہ لوگون نے اس محبت مین کیسی
کیسی تباہی و خرابی اپنے اوپر اختیار کرلی ہے بلکہ خدا و عقبیٰ سے ہاتھ اوٹھا بیٹھے ہین

جیسا یہود بسبب محبت حضرت اسحاق علیہ السلام کے باوجود وقوف و یقین حقیت آنحضرت
صلعم کے رجوع باسلام نبوی اور خسران عقبیٰ کا اندیشہ نہ لائے اور انصار مدینہ بوجہ محبت و
اتفاق با آنحضرت صلعم کے ایک ہی ملاقات مین مل گئے اور کسی کی قوت سے خوف و خطر نفرمایا
بلکہ تلف نفس و مال و جمیع خلائق کہ ہم باعث و ہم حاصل خلافت ہے آپ سے آپ حاصل
ہوگیا ہے پس اسی وجہ سے خدا و رسول صلعم نے نسبت محبت جناب امیر علیہ السلام کے
اہتمام کثیر و تاکید بلیغ فرمائی و آیات متعدد و احادیث کثیر تاکید محبت مین آپکے نازل و
صادر فرمائین تا کہ کسی کو دوست و دشمن سے وجوب محبت مین آپکے عذر و انکار نہین
ہو نہ ہوسکتا ہے اور نیز اسی وجہ سے خلافت و امارت کو جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ
ایسے الفاظ کے منصوص فرمایا ہے کہ جن الفاظ کے معنی سے ہم امارت و ہم محبت یعنی علت و
معلول دونون پیدا ہون تا کہ انتہائے تاکید و حسن کلام ظاہر و ثابت ہو اور تا کہ کوئی
راستہ گریز کا کسیکو مل نہ سکے نہ بذریعہ معلول و نہ بذریعہ علت کے اور انہین جو ثابت
سمجھا جاسکے کافی ہو واسطے ثبوت خلافت کے ۔ کیونکہ نص محبت بسبب ہونے علت قوی
امارت عین نص خلافت متصور ہے ۔ پس اگر اہل دین کو حسب تاکیدات مذکور محبت
جناب امیر علیہ السلام کی بھی ہوتی تو بھی خلافت غیر از جناب امیر علیہ السلام کے
دوسرے پر قرار نپاتی کیونکہ کوئی شخص بحالت محبت دلی ایسا اعزاز و اکرام غیر از دوست
اپنے یا دوسرے کے واسطے گوارا نہین کرسکتا ہے ۔ قلناً و نیز حسب معنی اہل سنت بموجب
حکم آیۂ مذکور کے (جسکو اول آنحضرت صلعم نے تائید معنی کلام آخر اپنے پیش کیا تھا)
کہ النبی اولی بالمومنین من انفسھم یعنی نبی بہتر و افضل ہے
مومنون کو نفسون سے اونکی تو ہرگاہ بعد اظہار اس آیہ کے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکا

مولا مین ہوا اوسکا مولا علی ہے علیہ السلام۔ لہذا جناب امیر علیہ السلام بھی بہتر و افضل ہیں
کل مومنون کو نفسون اونکی سے تا بہ نفس دیگران چہ رسد آیت واضح ہو کہ اہل تشیع کہتے ہین
نبی بہتر ہے نفوس مومنان سے باعتبار اطاعت و اہل سنت کہتے ہین کہ باعتبار محبت اور ہم
کہتے ہین کہ باعتبار محبت و اطاعت دونون کے کیونکہ نبی کے لیے اطاعت و محبت دونون
بیش از نفس خود درکار ہے تو یہ زیادہ تر حسن کلام مقصود ہے کہ یا ... ایسا
رکھا جاسے کہ کل معنی ہاسے ضروری پر حاوی ہو بلکہ محبت کے لئے اطاعت لازم ہے
اور اطاعت کے لیے محبت لازم نہین۔ لہذا السبب آنکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکا مولا
مین ہون اوسکا مولا علی ہے جناب امیر علیہ السلام مطاع و محبوب دونون ہو گئے یعنی حاکم
محبوب یعنی پیارا حاکم یعنے وہ امیر جسکی امارت خاطر مطلوب ہو اور جسکا امر قلباً مرغوب
کیونکہ تعمیل امور دین بغیر رغبت قلب داخل تعمیل متصور نہین ہوتی ورغبت قلب بغیر محبت
امیر دشوار۔ بلکہ اس حالت مین اگر معاذ اللہ بالفرض اختیار امارت جناب امیر علیہ السلام
خلاف مرضی خدا بھی ہوتا تو بھی یہ عذر باقی رہتا تھا کہ ہرگاہ محبت جناب امیر علیہ السلام کی
اس شد و مد سے واجب کی گئی کہ بغیر محبت اونکے ایمان مقبول نہین اور محبت اونکی
عین ایمان و بغض اونکا عین نفاق ہے تو تقاضاے محبت یہی تھا کہ ایسا فضل
اعزاز غیر از دوست اپنے یا دوسرے کے لئے گوارا نہ کیا جاے۔ اور ظاہر ہے کہ عذر یہ
معذور مقبول ہے چنانچہ نقل ہے کہ لوگون نے مجنون سے پوچھا کہ خلافت کسکا حق ہے
کہا کہ حق لیلی۔ پس جاے غور و انصاف ہے کہ مجنون تو بہ سبب محبت دنیاوی غیر تابع
سب کو خلافت سے خلع کرکے حق لیلی قرار دے۔ اور ہم باوصف محبت دینی و واجبی کے
حق علی قرار ندہین مصرعہ وای بر الفت و محبت ما نہ نیم شد نہ آنم شد در لیعار در کار

فاعتبروا یا اولی الابصار حدیث ہفتم انی اقول کما قال اخی موسیٰ اجعل لی وزیرا من اہلی علیا اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری سند احمد ابن حنبل وہدایت السعدا مین مسطور ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ مین بھی وہی کہتا ہون جیسا برادر میرے موسیٰ نے کہا کہ بار خدایا ٹھہرا واسطے میرے اہل میرے سے وزیر علی کہ برادر میرا ہے قوی کر پشت میری اوس سے اور شریک کر اوسکو کام مین میرے پس ظاہر ہے کہ دعاے آنحضرت صلعم بہرحال مقبول و مستجاب ہی تو خلیفہ غیر از وزیر دوسرا کون ہو سکتا ہے حدیث ہشتم یا علی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی صحیح ترمذی وصحیح مسلم وصحیح بخاری ومصابیح ومشکوٰۃ وصحائف وہدایت السعدا مین سعد وقاص و زید بن ارقم وشرف النبی مین اسماء بنت عمیس سے ومواوات مین جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ کہا آنحضرت صلعم نے کہ اے علی تو نزدیک میرے بمنزلہ ہارون کے ہے نزدیک موسیٰ کے مگر یہ کہ بعد میرے نبی نہین ہے پس ظاہر ہے کہ تشال دنیا مخبر صادق کا ساتھ خلیفہ پیغمبر اولے العزم کے غیر خلیفہ کو ممکن نہین اور غیر خلیفہ صفت مین خلیفہ پیغمبر اولے العزم کے داخل ہو نہین سکتا۔ اور جسکی صفت ایسی زبان صادق مطلق سے ثابت ہو وہ بیشک خلیفہ منصوص ہے اور بھی معنی سے حدیث مذکور کے ظاہر ہے کہ اگر نبوت بعد آنحضرت صلعم کے ہوتی تو جناب امیر علیہ السلام کو ہوتی۔ اس صورت مین خلافت وامامت کہ بعد آنحضرت صلعم کے قائم ہے ضرور ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو ہو حدیث نہم ما تریدون من علی ما تریدون من علی ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مؤمن بعدی سند احمد بن حنبل ومسند ابن جوزی ومستدرک

حاکم وصحیح ترمذی ومصابیح ومشکوٰۃ وصواعق محرقہ مین عمران بن حصین سے مروی ہے
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کیا چاہتے ہو علی سے کیا چاہتے ہو علی سے تحقیق کہ علی
اور مین اوس سے ہون اور وہ ولی ہے کل مومنون کا بعد میرے پس ظاہر ہے
مومنان غیراز خلیفہ و امام کے ایسا ہو نہین سکتا۔ اسصورت مین لفظ ولی سے
ولفظ بعدی سے خلافت بلا فصل جناب امیر علیہ السلام کی بخوبی ثابت اور
تخصیص سے جو لفظ بعدی سے اس حدیث مین کی گئی ہے یہ بھی ثابت ہو کہ معنی ولی
یہان بھی محب نہین ہو سکتے بلکہ والی و امیر ہین کما لا یخفےٰ۔ حدیث دہم مثل

اهلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها هلک

مسند ابن حنبل ومشکوٰۃ وشرف النبی وہدایت السعدا مین ابی ذر غفاری سے مروی ہے
کہ وہ در کعبہ کو پکڑے ہوئے کہتا تھا کہ سنا مین نے رسولخدا صلعم سے کہ فرماتے تھے کہ مثل
اہلبیت میرے کے تم مین مثل سفینہ نوح کے ہے کہ جو سوار ہوا اوسنے نجات پائی اور جسنے
تخلف کیا ہلاک ہوا۔ پس اس حدیث سے ترغیب اطاعت اہلبیت بوجہ اتم ظاہر اور
اطاعت بسبب خلافت منصوصی اونکی ثابت اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سوائے اوسکے کہ اطاعت
کون لائق خلافت منصوص ہو سکتا ہی حدیث یازدہم یا ایها الناس انی تارک

فیکم الثقلین ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اهلبیتی

صحیح ترمذی ومشکوٰۃ مین جابر انصاری سے اور مصابیح وہدایۃ السعدا مین
ثابت سے مروی ہے کہ بروز عرفہ آنحضرت صلعم نے منبر
وتحمید خدا فرمایا۔ کہ ای مردمان چھوڑتا ہون مین
کرو اوس سے تو ہرگز ضلالت مین نہ پڑو۔ اور

پس اس حدیث سے ترغیب تمسک اہلبیت ظاہر ہے اور ترغیب تمسک سے خلافت منصوصی ثابت اور یہی ظاہر ہے کہ سوای اوسکے کہ تمسک جسکا باعث نجات از گمراہی ہو۔ دوسرا کون لائق خلافت و امارت وصیت کے ہو سکتا ہی۔ حدیث دوازدہم الا یا ایھا الناس انما انا بشر مثلکم یوشك ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانا تارك فیکم الثقلین اولھما کتاب الله فیه الھدی والنور فخذوا بکتاب الله واھلبیتی اذکرکم الله فی اھلبیتی من اتبعھما کان علی الھدی ومن ترکھما کان علی الضلالة

صحیح مسلم ومصابیح ومشکوٰۃ ومشارق الانوار وہدایت السعدا وتفسیر ثعلبی وکتاب الشفاء والقصاب الاخبار واربعین مین زید بن ارقم سے روایت ہی کہ موضع غدیر خم مین آنحضرت صلعم نے بعد ادا اسے خطبہ فرمایا کہ دانا اور آگاہ ہو اسے مردمان کہ سوائے اسکے نہین کہ مین بشیر ہون مثل تمہارے قریب ہی کہ آ ئیگا میرے پاس فرستادہ خدا یعنی ملک الموت اور مین قبول کرون اوسکو واسطے انتقال وارتحال دنیا کے۔ حالانکہ چھوڑتا ہون مین تم مین دو امر عظیم اول قرآن کہ اوسمین ہدایت ونور ہے پس عمل کرو موافق کتاب اللہ کے دوسرا اہلبیت میری اور بیان کرتا ہون مین خدا کیطرف سے درباب اہلبیت اپنے کے کہ جسنے تبعیت کی ان دونون کی وہ ہے اوپر ہدایت کے اور جسنے چھوڑا اونکو واسطے اوسکی ہے ضلالت پس اس حدیث سے تاکید تبعیت اہل بیت ظاہر ہے اور تاکید تبعیت سے خلافت اونکی ثابت اور یہی ظاہر ہے کہ سوائے اوسکے جسکی تبعیت موجب ہدایت اور جسکا تخلف باعث ضلالت ہو دوسرا کون خلافت کے لئے لائق تصور ہو سکتا ہی حدیث سیزدہم ھذا امیر البررة وقاتل الکفرة منصور من نصره مخذول

من حذلہ مستدرک حاکم و صواعق محرقہ و مواد ات مین جابر بن عبد اللہ انصاری
سے مروی ہے کہ سُنا مین نے رسولخدا صلعم سے بمقام حدیبیہ کے اوس حالت مین کہ
پکڑے ہوے تھے آنحضرت صلعم ہاتھ علی علیہ السلام کا کہ یہ علی پادشاہ ہے نیکوکاروں
اور کشندہ ہے کافرونکا نصرت کیا گیا ہے وہ جو یاری کرے اوسکی اور چھوڑا گیا ہے
وہ جو چھوڑے اوسکو بلند ہوئی اس کلام مین آواز آنحضرت صلعم کی بلند تھی پس اس
حدیث سے امارت جناب امیر علیہ السلام کی بلفظ امیر بھی ثابت اور سوائے ایسے
شخص کے یعنی امیر البررہ کے کوئی دوسرا کون خلافت کی لئے لائق تصور ہو نہین
سکتا اور قبول کرنا صریح ناحق و ناجائز ہے حدیث چہار دھم ان علیاً
منی وانا من علی و ھو ولی بکل مؤمن و مومنۃ بعدی لا یؤدی
عنی دینی الا علی صحاح ستہ و صواعق محرقہ و مسند احمد
بن حنبل و مشکوۃ مین بروایت حبشی بن جنازہ کے مسطور ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے
کہ تحقیق کہ علی مجھسے ہے اور مین علی سے اور وہ ولی کل مومنین کا ہے بعد میرے ادا
نکریگا اور نہ پہونچائیگا دین میرا مگر علی پس اس حدیث سے بھی صاف صاف
خلافت جناب امیر علیہ السلام کی ثابت ہے —

کلام سوم اون آیات و احادیث مین جو تصدیق علم و دانش جناب امیر علیہ السلام کے واقع ہوئے ہین

قولہ تعالیٰ و تعیہا اذن واعیۃ یعنی پایا جاتا ہے اور فہم کر لیتا ہے کلمہ
حق و تحقیق کو وہ گوش جو شنوا و فہم کنندہ ہے صحیح ترمذی مین بروایت جناب امیر

علیہ السلام کے اور تفسیر واحدی اور ثعلبی اور مناقب ابن مردویہ مین بروایت بریدہ اسلمی
کے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یا علی اللہ تعالے نے حکم کیا کہ مین تجکو نزدیک
رکھون اور دور نکرون اور تعلیم و تفہیم کرون تیری کہ تو فہم و دریافت کنندہ ہے پس آیہ
[illegible] نازل ہوئی جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہین کہ اور [illegible] سے جو کچھ مین نے سنا
اسکو یاد رکھا - دوم قولہ تعالے قل کفی باللہ شہیدا بینی و
بینکم ومن عندہ علم الکتاب یعنی کہہ اے محمد کافی ہے اللہ گواہ درمیان
میرے و تمہارے اور وہ کہ جسکے پاس ہے علم کتاب محدث حنبلی محمد حنیفہ سے روایت
کرتا ہے کہ جسکے پاس علم کتاب ہے وہ ہی ہے جسکے حق مین فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ
انا مدینۃ العلم و علی بابہا سوم قولہ تعالے ثم اورثنا
الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا یعنی بعد ازان میراث مین دیا ہم نے
کتاب ان کو یعنی برگزیدہ بندگان کو اپنے مناقب حافظ احمد موسے بن مردویہ مین جناب
امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ نحن اولئک یعنی وہ بندگان برگزیدہ ہم
اہلبیت ہین - چہارم حدیث قسمت الحکمۃ علی عشرۃ اجزاء فاعطے
علی تسعۃ اجزاء والناس جزء واحد تفسیر ثعلبی مین
عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا آنحضرت صلعم سے
کہ کیا فرماتے ہین آپ حق مین علی کے فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ قسمت کی گئی حکمت
دس حصون پر پس دیا گیا نو حصہ علی کو اور ایک حصہ تمام عالم کو پنجم حدیث
انا مدینۃ العلم و علی بابہا فمن اراد العلم فلیات الباب
صحیح ترمذی و حلیۃ الاولیا و مسند بزاز و اوسط طبرانی مین جابر انصاری سے اور [illegible]

ومستدرک حاکم وصواعق محرقہ مین جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت
صلعم نے کہ مین ہون شہر علم کا اور علی اوسکا دروازہ ہے پس جو شخص چاہے علم کو چاہیے کہ آئے
شہر مین دروازہ سے پس بحکم وأتوا البیوت من ابوابها یعنی آؤ گھرون مین
دروازون سے اونکی بغیر توسل جناب امیر علیہ السلام رسولخدا صلعم سے بہرہ پانا ممکن نہین
اور یہ دلیل کامل ہے اوپر خلافت جناب امیر علیہ السلام کے **ششم حدیث**
انا دار الحکمۃ وعلیؓ بابها صحیح ترمذی اور مستدرک حاکم ومشکوٰۃ ومصابیح و
حلیۃ الاولیا وصواعق محرقہ مین جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت
صلعم نے کہ مین ہون گھر حکمت کا۔ اور علی دروازہ ہے اوسکا پس جو چاہے داخل ہو
سراے حکمت رسولؐ مین لازم ہے کہ دروازے سے آئے ورنہ بحکم **السارق والسارقۃ**
فاقطعوا ایدیهما دست امید کو دامن مقصود سے کوتاہ کر رکھے اس صورت
مین صاف ظاہر ہے کہ خلافت یعنی امارت ہدایت اوسی مقام پر ہے کہ جس مقام سے
رستہ ملتا ہے سراے حکمت وہدایت کا **ہفتم حدیث اعلم امتی علی ابن**
ابیطالب کتاب اربعین مین سلمان فارسی سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے
کہ دانا تر امت میرے کا علی ابن ابیطالب ہے پس خلافت اوسی جگہ ہے جہان علم ہوا
ہے **ہشتم حدیث علیؓ اقضی امتی** صحیح ترمذی مین امام حسین علیہ السلام
سے اور استیعاب مین ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے
کہ عادل تر امت میرے کا (یعنی واقف تر از احکام قضا) علی ابن ابیطالب ہے
پس ظاہر ہے کہ خلافت کیواسطے واقف کاری احکام قضا امر لازمی سے ہے اور سوائے
ایسے شخص کے دوسرے کو خلافت پہونچ نہین سکتی۔

کلام چہارم اون آیات واحادیث مین جو بہ تصدیق صدق و عصمت جناب امیر علیہ السلام واقع ہوئے ہین ✤

قولہ تعالے انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً صواعق محرقہ مین لکھا ہے کہ جمہور مفسرین متفق ہین کہ یہ آیۂ شان مین جناب امیر علیہ السلام کے وسیدۃ النساء وحسنین علیہم السلام کے نازل ہوئی ہے اور اُمّ سلمہ سے مروی ہے کہ بعد نزول اس آیہ کے آنحضرت صلعم نے ان سبکو اندر عباے مبارک کے لیکر فرمایا اللّٰھم ہؤلاء اہلبیتی وخاصتی اذہب عنہم الرجس وطہّرہم تطہیراً یعنے بار خدایا یہ ہین اہلبیت اور خاصہ میری دور کر انسے رجس اور پاک کر لائق پاک کرنے کے تین نزدیک صاحب انصاف کے صاف ظاہر ہے کہ تشبیہ اس تطہیر کی غیر از ہادی وامام دوسرے کے لیئے ضرور نہین کہ ہر شخص کو عصمت عقلی مین کام آتی ہے اور ہادی کو نیز دنیا مین تا راستی ودرستی قول وفعل پر اونکے بخوبی یقین ہوکر اختیار تبعیت واتباع مین اونکو کوئی شبہہ لاحق ہو نہ سکے نہ کہ اونکا دعوی رد کیا جاے اور اونکی دعوی پر گواہ طلب ہون اور گواہی اونکی حسب قاعدۂ دیگر گواہان شرعی کے رد کیجائے کہ ہذا من الکفر کما لایخفے اور زیادہ تر حیرانی یہ ہے کہ اون لوگون نے کیونکر وحدانیت خدا کو خلاف شرع اوپر گواہی ایک رسولؐ کے راست جانا اور رسولؐ سے اوپر دعواے رسالت اونکے مطابق شرع کیون دو گواہ عادل طلب نہین کیئے۔ اب واضح ہو کہ اس آیہ کے روسے اہل تشیّع ائمۂ طاہرین علیہم السلام کو معصوم کہتے ہین اور اہل سنت محفوظ کہتے ہین مگر چونکہ بحث ہای مندرجہ رسالہ ہذا کے لیے دونون لفظون کا حاصل ومفاد ایک ہی لہذا ہم اس رسالہ مین

تکرار لفظی کو مناسب نہین جانکر یہ کہتے ہین کہ یہان کہین اس رسالہ مین بسبب ائمہ معصومین
علیہم السلام کے لفظ معصوم کا لگا دیا ہے او س سے اہل سنت معصوم سمجہین یا محفوظ فقط
ہے دوم قولہ تعالے والذین جاؤا بالصدق وصدق بہ
محدث حنبلی امام باقر علیہ السلام سے اور ایت مرقومہ یہ مجاہد سے روایت کرتے ہین ۔ کہ
الذین جاء بالصدق محمد مصطفے صلعم ہین اور صدّق بہ علی مرتضی سوم قولہ تعالے
من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ فمنھم من قضے نحبہ
ومنھم من ینتظر یعنی منجملہ مومنان مردان ہین سچے کہ پورا کیا اوس عہد و پیمان
کو جو باندھا ساتھ خدا کے بعضے ادنسے شہید ہوے اور بعضے منتظر ہین مناقب اخطب مین
مروی ہے کہ یہ آیۂ شان مین جناب امیر علیہ السلام و حضرت حمزہ و عبیدہ کے نازل
ہوئی حضرت حمزہ و عبیدہ شہدا ہین ۔ اور جناب امیر علیہ السلام منتظر چہارم حدیث
الصدیقون ثلثۃ حبیب النجار مؤمن ال یس وحزقیل مومن
ال فرعون وعلی وھو افضلھم شرح مصابیح و صواعق محرقہ مین ابن عباس سے
مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ صدیقان امتہا تین ہین ۔ اول حبیب نجار
دوم حزقیل ۔ سوم علی ۔ اور علی افضل ہے کل صدیقون سے پنجم حدیث
رحم اللہ علیاً اللھم ادر الحق معہ حیث ما دار صحاح ستہ مین بروایت
جناب امیر علیہ السلام مسطور ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ رحمت کرے خدا علی پر
اے خدا پھیر حق کو ساتھ علی کے جس طرف پھرے علی آگیس اہل ایمان پر روشن ہے
کہ ایسا اعتماد دلانا غیر از ہادی و جانشین پیغمبر دوسرے کے لیئے ضرور نہین اور ایسے
معتمد کو چھوڑ کر دوسرے کو ہادی بنانا صریح ناجائز و بیجا ششم قولہ تعالی انما

امنوا باللہ ورسولہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے ہین ساتھ خدا و پیغمبر اوسکے وہ ہین صدیق اور شہدا خاص کر اونکے لیئے ہے مزد اور نور محدث حنبلی لکھتا ہے کہ یہ آیۂ شان مین جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ سب سے پہلے تصدیق رسالت کی۔ اور تمام عمر ساتھ آنحضرت صلعم کے رہ کر فی سبیل اللہ جہاد کیا اور آخر بدرجہ شہادت کے فائز ہوئے **ہشتم قول جناب امیر علیہ السلام** انا عبداللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولھا غیری الا کاذب مفتر یعنی مسند احمد بن حنبل مین ابن عباس سے مروی ہے کہ سنا مین نے جناب امیر علیہ السلام سے کہ کہتے تھے کہ مین ہون قطب دوران اور برادر رسول سبحان اور مین ہون صدیق اکبر نہین کہہ سکتا کوئی اس کلمہ کو بجز میرے مگر جھوٹھا و مفتری پس قول صادق اکبر کے روسے وہ بیان اہل سنت کا جسکی روسے خلیفہ اول کو صدیق اکبر کہتے ہین باطل ہوا جاتا ہے کما لا یخفی

کلام پنجم اون آیات واحادیث مین جو باظہار اخلاق عام و فضائل بالا کلام جناب امیر علیہ السلام کے واقع ہوئے ہین

اول مناقب حافظ احمد بن مردویہ مین عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ نہین ہے قرآن مین کوئی آیۂ مگر یہ کہ جناب امیر سردار و پیشوا اوس آیۂ کے ہون اور نہین ہے خطاب یا ایھا الذین امنوا کہ جناب امیر علیہ السلام امیر اہل خطاب کے ہون۔ اور نہین لطف فرمایا اللہ تعالیٰ نے اوپر کسی کے اصحاب رسول صلعم سے ساتھ بعضی آیات قرآن مجید کے کہ جناب امیر علیہ السلام کو بجز نیکوئی یاد

فرمایا ہو اور نہین نازل ہوا کسی کے شان مین کتاب اللہ سے جسقدر نازل ہوا شان
مین جناب امیر علیہ السلام کے بلکہ نازل ہوا شان مین جناب امیر علیہ السلام کے
تین سو صد آیہ کریمہ۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن چار حصون پر نازل ہوا ہے
ایک ربع مین تعریف و توصیف ہماری ہے اور ایک ربع مین مذمت اعدا ہمارے
کے اور ایک ربع مین سیر و قصص وغیرہ ہین۔ اور ایک ربع مین فرائض و احکام شریعت
از اوامر و نواہی ہین۔ اور ہمکو ہین آیات کریمہ و شریفہ قرآن مین دوم قولہ تعالےٰ
ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ یعنی مردمان سے کوئی
ہے کہ بیچے اپنی جان کو راہ خدا مین بنا بر طلب رضا اوسکے تفسیر ثعلبی و کتاب حدائق
جامع کاشف و کشاف مین عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیہ شان مین جناب
امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی۔ شب غار مین جب سوئے آپ بطوع و رغبت اوپر بستر
آنحضرت صلعم کے کہ بعد ازان فرمایا او تعالےٰ نے جبرئیل و میکائیل کو کہ مین نے تم دونون
مین برادری دی پس کون زندگی برادر کو اختیار کرتا ہے اوپر زندگی اپنے دونون نے
عرض کیا کہ ہم اپنی زندگی چاہتے ہین فرمایا او تعالےٰ نے کہ کیون مثل علی ابن ابیطالب کے
نہین کرتے کہ عقد مواخات باندھا مین نے درمیان محمدؐ اور او سکے پس سو یا وہ اوپر
بستر محمدؐ کے اور فدا کی جان اپنی اوپر جاؤ تم دونون اور حفاظت کرو اوسکی۔ چنانچہ
کھڑے ہوے جبرئیل آکر جانب سر۔ اور میکائیل جانب پا اور کہتے تھے کہ بشارت ہو
تجکو اے علیؑ کہ کون ہے مثل تیرے بدرستیکہ خداے تعالےٰ ساتھ تیرے مباہات
کرتا ہے اوپر فرشتگان زمین و آسمان کے صاحب مناقب مرتضوی لکھتا ہے کہ کیون
نہو کہ آنحضرت صلعم نے آپکو واسطے اپنے اختیار کیا یعنی شب غار اپنا بستر دیا۔ اور بروز

غدیر منبر و برائے رزم تیغ دو سر و برائے بزم دختر و بآخرت کوثر اور یہ مخفی نہین ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ جہاد اونکا فی اللہ تھا اور مساکین اور فقرا کو اپنے نفس پر مقدم کرنا بوجہ اللہ اور جان دینا اونکا بمرضات اللہ سوم قولہ تعالے الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنی وہ لوگ جو صدقہ کرتے ہین اموال ایثارات اور دن پوشیدہ اور ظاہر پس ہے اونکے لیے اجر نزدیک پروردگار اونکے اور نہین اونکو کوئی خوف وغم تفسیر ثعلبے اور نزول واحدی اور کشاف زمخشری اور مناقب ابن مردویہ اور مسند احمد بن حنبل ونہج الحق وصواعق محرقہ مین عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیہ شان مین جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی جب خیرات کیا آپ نے چار دینار موجودہ کو یکی بہ شب ویکی بروز ویکے پنہان ویکے بہ آشکارا الی آخرہ چہارم قولہ تعالے افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لا یستوون یعنی وہ شخص کہ مومن ہے مثل اوس شخص کے ہو سکتا ہے کہ فاسق ہے یہ دونون برابر نہونگے۔ کشاف وبحر المناقب مین لکھا ہے کہ جمہور مفسرین متفق ہین کہ شان نزول اس آیہ کا یہ ہے کہ ایکبار جناب امیر علیہ السلام وولید بن عقبہ مین تکرار ہوئی۔ ولید نے کہا جناب امیر علیہ السلام کو کہ چپ رہ کہ تو لڑکا ہے اور جناب امیر علیہ السلام نے کہا ولید کو کہ چپ رہ کہ تو فاسق ہے پس بہ تصدیق قول جناب امیر علیہ السلام کے آیہ مذکور نازل ہوئی۔ پنجم قولہ تعالے اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ

یعنی برابر کیا تمنے پانی دینا حاجیان کو اور عمارت مسجد الحرام کی مانند اوس شخص کے کہ
ایمان لایا خدا پر اور روز آخرت پر اور جہاد کیا راہ خدا مین یہ صفات برابر نہین ہو سکتے
ہین نزدیک خدا کے واحدی اسباب نزول مین اس آیہ کے لکھتا ہے کہ ایکبار عباس
نے کہا کہ پانی پلانے والا حاجیان کا ہون آور طلحہ بن شیبہ نے کہا مین مجاور خانہ کعبہ
کا ہون آور جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو بدرستیکہ مین سب سے
پہلے ایمان لایا اور نماز پڑھی ساتھ رسولخدا صلعم کے اور مین ہون صاحب جہاد پس
خدا نے بہ تصدیق قول جناب امیر علیہ السلام یہ آیہ نازل فرمائی اور بعد ازآن جہت
ازدیاد منزلت بیان فرمایا کہ الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل
اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون
یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنات لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدا
ان اللہ عندہ اجر عظیم یعنی وہ لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد
کیا راہ خدا مین ساتھ مالون اور نفسون اپنے کے رتبہ اونکا عظیم تر ہے دوسرون سے
نزدیک اللہ کے اور یہ لوگ ہین فائز و رستگار مژدہ و بشارت دیتا ہے اونکو پروردگار
اونکا ساتھ رحمت اپنے کے اور ساتھ رضامندی و خوشنودی اور نجات کے آور ساتھ
جنات کے کہ اوسمین ہے نعیم اور مقیم رہین یہ لوگ اوسمین ہمیشہ تحقیق کہ اللہ کی نزدیک ہے
اجر عظیم ہے۔ واحدی بعد تحریر آیات مذکور کے لکھتا ہے کہ اللہ سبحانہ نے مرتضی علیہ
کو دعوی مین اونکے صادق کیا اور گواہی دی نسبت اونکے درباره ایمان و جہاد
و جہاد کے اور تزکیہ اور ستایش کی اونکی۔ اور رفیع اور بلند کیا منزلت اونکی کیا اول
کیا شان مین اونکی ایسے آیات اور رتبہ اونکا اوس ... [illegible]

اوس رُتبہ پر پہونچ نہین سکتا ہے ششم قولہ تعالے انی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحًا ثم اھتدیٰ صواعق محرقہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ثم اہتدی پیروی اہلبیت کی ہے اور مسند احمد بن حنبل وکتاب شفاء و دستور الحقائق وہدایت السعدا مین جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ بدرستیکہ آنحضرت صلعم نے ہاتھ حضرت حسنین علیہم السلام کا پکڑکر فرمایا من احبنی واحب ھذین واباھما وامھما کان معی فی درجتی یوم القیمۃ یعنے جو کہ دوست رکھے مجکو اور ان دونون کو اور پدر و مادر کو انکے وہ ہوگا ساتھ میرے درجے مین میرے روز قیامت کے ہفتم قولہ تعالے فمن حاجک فیہ من بعد ماجاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین صحیح مسلم اور مصابیح ومشکوۃ مین سعد وقاص سے مروی ہے کہ جب یہ آیۃ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے علی وفاطمہ وحسنین علیہم السلام کو طلب کرکے فرمایا کہ ھؤلاء اھلبیتی اور صواعق محرقہ وکشاف زمخشری مین لکھا ہے کہ اس سے قوی تر کوئی دلیل اوپر فضیلت آل عبا کے (کہ علی وفاطمہ وحسنین علیہم السلام مین) نہین ہے کیونکہ بعد نزول آیۃ مباہلہ مذکور کے ہنگام مباہلہ جگہ دی آنحضرت صلعم نے حسنین علیہم السلام کو دونون پہلو مین اپنے اور علی کو آگے اور حضرت فاطمہؑ کو پیچھے اپنے پس بخوبی جانا گیا کہ حق سبحانہ تعالے نے علی کو بلقب نفس پیغمبر واولاد وذریۃ کو بلقب ابنائنا وحضرت فاطمہ کو بلقب نسائنا آنحضرت صلعم کے یاد فرمایا ہے ہشتم قولہ تعالے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی

یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما یعنی تحقیق کہ اللہ اور ملائکہ
درود بھیجتے ہین اوپر نبی کے اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو درود بھیجو اوپر اوسکے
اور سلام صواعق محرقہ مین کعب سے مروی ہے اور بھی مستدرک حاکم مین آیا ہے
کہ بعد نزول اس آیۂ کے ایک صحابی نے دریافت کیا طریق درود وسلام آنحضرت
صلعم سے پس فرمایا کہ کہو اللھم صل علی محمد و ال محمد منقول ہے
کہ ایک صحابی نے وعلی آل محمد کہا۔ پس فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ نہ فرق کرو مجھمین اور
آل میرے مین۔ پس جسنے فرق کیا وہ نہین ہے امت میری سے نہم قولہ تعالے
سلام علی ال یاسین صواعق محرقہ مین لکھا ہے کہ تحقیق کہ نقل کیا ہے جمیع
مفسرین نے ابن عباس سے کہ مراد آیۂ مذکورسے سلام اوپر آل محمد صلعم کے ہے
دہم قولہ تعالے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم یعنی نہین کیا
ہے اللہ نے عذاب اوپر اُس جماعت کے کہ تُو اونمین ہو۔ صواعق محرقہ مین لکھا ہے
کہ انت فیھم مین اہلبیت داخل ہین جیسا فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ النجوم
امان لاھل السماء واھلبیتی امان لامتی یعنی نجوم امان ہین واسطے اہل سما کے
اور اہلبیت میرے امان واسطے امت میرے کے یازدہم قولہ تعالے
الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ مناقب
ابن مردویہ و اخطب خوارزم مین زید بن شراحیل انصاری سے مروی ہے کہ سنا مینے
جناب امیر علیہ السلام سے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے یا اخی (قول او تعالے بدرستیکہ
جو ایمان لائے ہین اور عمل نیک کیے ہین وہ گروہ بہترین مخلوقات کے ہین) وہ
تو ہے اور محبان تیرے اور وعدہ گاہ میری اور تمھاری حوض کوثر ہے اور بھی خطیب خوارزم

جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کرتا ہے کہ ایک روز آنحضرت صلعم درمیان صحابہ کبار کے بیٹھے تھے کہ علی مرتضیٰ آئے۔ فرمایا آنحضرت صلعم نے بھائی میرا بطرف تمہاری آیا اور بعد اوسکے ہاتھ طرف کعبہ کے کرکے فرمایا کہ بحق اوسکے کہ جان میری ید قدرت مین اوسکی ہے یہ اور محبان اسکے رستگار ہین روز قیامت کے پہلا تمہارا ہے قبول ایمان مین اور اگلا تمہارا ہے وفاے عہد خدا مین اور بہترین تمہارا ہے قیام فرمان الٰہی مین اور عادل ترین تمہارا ہے حق رعیت مین اور نیکوترین تمہارا ہے نزدیک حق تعالے کے افزونی قدر و منزلت مین۔ جابر کہتا ہے کہ بعد نزول آیۂ مذکور جب علی مرتضیٰ آتے تھے تو اصحاب کہتے تھے کہ جاء خیر البریۃ یعنے آیا بہترین مخلوقات دوازدھم[۱۲]

قولہ تعالے والسّابقون السابقون اولئك المقربون فی جنّات النّعیم مناقب اخطب اور کشف الغمہ مین ابن عباس سے مروی ہے کہ معنی اس آیہ کے آنحضرت صلعم سے پوچھے۔ پس فرمایا جبرئیل نے مجھسے کہا کہ وہ علی ہے۔ کہ سابق الایمان و پیشرو جنت ہے اور مقرب درگاہ خدا ہے اور بھی محبان اوسکے ہین سیزدھم قولہ تعالے قل لا اسئلکم اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ

یعنی کہہ اے محمد امت اپنی سے کہ کوئی مزد طلب نہین کرتا ہون مین اوپر ہدایت اپنے مگر محبت و دوستی اپنے قریبون یعنی اہلبیت کی۔ تفسیر مدارک و فصل الخطاب و ہدایت السعدا و کشف الغمہ مین مسطور ہے کہ بعد نزول اس آیہ کے پوچھا اصحاب نے آنحضرت صلعم سے کہ کون ہین وہ لوگ جنکی محبت و مودت واجب کی گئی اوپر خلایق کے بنظر تاکید تین بار فرمایا کہ علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام ہین چہاردھم

قولہ تعالے ان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین

یعنی بدرستیکہ خدا تعالیٰ ناصر ہے وجبرئیل وصالح مومنون کا۔ مسند ابن حنبل مین مجاہد سے اور تحفہ اور مشارق مین عمرو عاص سے اور مناقب ابن مردویہ مین ابن عباس اور اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ سنا مین نے آنحضرت صلعم سے کہ فرماتے تھے کہ صالح المومنین علی مرتضیٰ ہے پانزدہم قولہ تعالیٰ یا ایہا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المومنین یعنی اے نبی بس ہے تجکو اللہ اور وہ مومنان کہ اتباع تیرے اختیار کیئے۔ محدث حنبلی لکھتا ہے کہ جمیع مفسرین متفق ہین کہ مراد اتبعک سے علی ابن ابیطالب ہی۔ شانزدہم قولہ تعالیٰ و کفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویاً عزیزا یعنی بس کیا اللہ تعالیٰ نے جنگ کرنیوالے مومنین کو اور اللہ ہے قوی غالب۔ مناقب ابن مردویہ مین ابن مسعود سے مروی ہے کہ یہ آیہ نازل ہوئی جنگ احزاب مین شان مین جناب امیر کے۔ جبکہ جنگ کی عمر ابن عبدود سے بحالت انکار تمامل کل مسلمانون کے بعد اوسکے آنحضرت صلعم نے یہ حدیث فرمائی شان مین جناب امیر کے کہ لضربۃ علی یوم الاحزاب خیر من عبادۃ الثقلین یعنی ایک ضرب علی کی بروز احزاب بہتر ہے عبادت ثقلین سے باقی کل حال جنگ احزاب کا سورۂ احزاب مین مندرج ہے۔ ہفتدہم قولہ تعالیٰ واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر یعنی اعلام و آگاہ کرنا حاصل ہوا خدا ورسول سے اوسکے بطرف مردمان کے بروز حج اکبر کے حافظ احمد ابن مردویہ مناقب مین لکھتا ہے کہ یہ اشارہ اوس واقعہ سے ہے کہ جناب امیر علیہ السلام واسطے سنانے چہل آیہ سورۂ برات کے بر ذا میہ اوان یعنے خلیفہ اول سکے مامور ہوئے تھے کہ آنحضرت صلعم نے

شتر اپنا جناب امیر علیہ السلام کو دیکر روانہ کیا اور فرمایا کہ مامور ہوا ہون مین دربارہ
پہونچانے اس سورہ کے کہ مین ہون یا وہ کہ مجھسے ہے ہیجدہم قولہ تعالے
واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ من المؤمنین و
المہاجرین یعنی جو انسان نزدیک کے کہ مومن ہون اور مہاجر ہمدیگر اولے واحق ہین
کتاب اللہ مین۔ جملہ مفسرین اہل سنت متفق ہین کہ یہ آیہ شان مین جناب امیر علیہ السلام
کے نازل ہوئی۔ کہ خویش و نزدیک تھے آنحضرت صلعم کے اور بھی مومن و مہاجر
نوزدہم قولہ تعالے یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ
مستطیرا ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا انما نطعمکم
لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا الی اخرہ
یعنی وفا کرتے ہین نذر اور ڈرتے ہین اوس روز سے کہ محنت و شدت اوسکی فاش و
آشکارا ہے اور کہلاتے ہین طعام اوپر محبت خدا کے مسکین اور یتیم اور اسیر کو سوائے
اسکے نہین ہے کہ کہلاتا ہون مین طعام صرف بطلب رضائے خدا کے اور نہین چاہتا
ہون مین تمسے کوئی مزد و مکافات نہ شکر و سپاس تفسیر بحر المواج و حافظی و حسینی
مین لکھا ہے کہ شان نزول مین ان آیات بینات سورۂ ھل اتی کے جملہ مفسرین
متفق ہین کہ ایک روز آنحضرت صلعم گھر مین جناب امیر علیہ السلام کے تشریف لیگئے
دیکھا کہ حسنین علیہم السلام بیمار ہین۔ فرمایا جناب امیر اور سیدۃ النساء علیہم السلام کو
کہ کچھ نذر کرو کہ فرزندان تمہارے صحت پائین۔ اونھون نے نذر کیا کہ تین روزہ رکھین
بعد صحت کے روزہ رکھا۔ اور قدرے جو قرض حسنہ لیکر روٹی پکائی وقت نماز شام
چاہتے تھے کہ افطار کرین کہ ایک مسکین نے دروازہ پر آواز دی کہ یا اہلبیت مین مسکین

ہون مجکو طعام دو- جناب امیر علیہ السلام نے حصتہ اپنا اوٹھا دیا اور سب اہلبیت نے موافقت کی- آخر آب خالص سے افطار کرکے شب عبادت مین گذاری اور دن کو پھر روزہ رکھا- پھر افطار کے وقت ایک یتیم نے آواز دی اوسیطرح جو طعام موجود تھا اوسکو دیدیا اور دن کو پھر روزہ رکھا- روز سوم بھی ایک اسیر نے آواز دی اوس روز بھی جو کچھ طعام تھا عطا فرمایا اور آب خالص سے افطار کیا اور شب عبادت مین گذاری-

بعد ازان سورۂ ھل اتی نازل ہوئی بسیتم قولہ تعالے محمد رسول اللہ و الذین معہ اشدآء علی الکفّار رحماء بینھم ترٰھم رکّعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التورٰیۃ و مثلھم فی الانجیل

یعنی محمد صلعم رسولِ خدا ہے اور جو کہ ساتھ اوسکے ہین سخت اور شدید ہین کافرون پر اور مہربان ہین آپس مین دیکھتا ہے تو اونکو رکوع اور سجود کرنے والے ہین واسطے اونکے زیادہ ہی ثواب اور خوشنودی اللہ کی علامتین ہین رخسارون مین اونکے اثر سجود سے یہ ہین وصف اونکی توریت مین اور صفت اونکی انجیل مین- واضح ہو کہ اس آیہ مین درمیان اہل سنت اور اہل تشیع کے اختلاف ہے اہلسنت الذین معہ اشدآء علے الکفار رحماء بینھم سے ہر سہ مقتدایان خود و رکعا سجدا سے جناب امیر علیہ السلام مراد لیتے ہین یعنی الذین معہ کو نسبت بمقتداے اول بسبب معیت غار کے و اشدآء علی الکفار کو نسبت بمقتداے دوم بسبب فتوحات وغیرہ کے و رحماء بینھم کو نسبت بمقتداے سوم بسبب آنکہ بعلہ رحم مشہور تھے ضم کرتے ہین اور کوئی شان نزول یا ثبوت حدیثی اس مدعا پر پیش نہین کرتے اور اہل تشیع از الذین معہ

تا مثلهم فی الانجیل بشان جناب امیر علیہ السلام کے سمجھتے ہین اور ظاہر ہے
کہ اول لفظ معہ تحقیق ہے والذین کی اور باقی صفت معہ کی یعنی وہ لوگ جو ساتھ
ہین اوسکے کیسے ہین کہ شدید ہین اوپر کفار کے اور رحیم ہین آپسمین اور رکوع وسجود
کرنے والے ہین - اس صورت مین اگر یہ کہا جاتا کہ ہر چہار شخص ہر چہار صفت مین
داخل ہین تو ممکن تھا - مگر علٰحدہ علٰحدہ کرنا چارون صفتون کا واسطے چار شخصون کے
خالی از غرائب نہین - اور یہ وہی مثل معلوم ہوتی ہے کہ جہان اونگلی پکڑنے کا
موقع ملے وہان پہونچا پکڑ لین - اور جہان پاؤن رکھنے کی جگہ ملے وہان گھر بنا لین
دوم اگر بالفرض ہر چہار صفات علٰحدہ علٰحدہ تصور کیجائین تو بھی جناب امیر
علیہ السلام چارون صفات مین بوجہ احسن واولے موصوف ہین نہ دوسرے - کیونکہ پہلی
معہ پس ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام از قبل پیدائش اپنے تا حیات آنحضرت صلعم کے
برابر ساتھ آنحضرت صلعم کے رہے - پس معیت قبل پیدائش حدیث صحیح بخاری یعنی خلقنی
وعلیًا من نور واحد الی آخرہ سے (جو بعد ازین لکھی جاتی ہے انشاء اللہ تعالٰے)
بخوبی ثابت اور وقت پیدائش آنحضرت صلعم کا گود مین لینا اور لعاب دہن مبارک کا
کھلانا - کلام جناب امیر علیہ السلام سے (کہ بارہا بر سر منبر فرماتے تھے اور جملہ کتب اہلسنت
مین موجود ہے کہ بپرسید از من ماورای عرش کہ درمیان دو پہلوی من علوم بسیار اند
واین اثر لعاب خیر البشر است) ظاہر ہے - بعد ازان ہمراہ رکھنا و تعلیم کرنا آنحضرت
صلعم کا تا زمانہ بعثت تواریخہاے اہل سنت سے بخوبی آشکارا اور بعد ازان سب سے
پہلے ایمان لانا اور نماز پڑھنا ساتھ آنحضرت صلعم کے اس روایت صحیح ترمذی سے ہے کہ
اول من صلی مع النبی علی ابن ابیطالب بصورت عیان - اور بعد ازان معاملہ

مین آنحضرت صلعم کا ساتھ رکھنا اور دختر دینا اور عقد مواخات شامل اپنے باندھنا اور
مباہلہ مین شامل لینا اور وقت رحلت آنحضرت کو غسل دینا اور تجہیز و تکفین کرنا اور نماز
جنازہ پڑھنا اور آخر از ہمہ قبر مبارک سے بیرون آنا پوشیدہ نہین اور آخرت مین
شامل رہنا۔ آنحضرت صلعم کے بلواے حمد سیدان حشر مین اور پل صراط اور حوض کوثر
پر اور اندر بہشت کے بسیاری آیات واحادیث سے ثابت اس صورت مین ان سب
روایات سے آنکھین بند کرکے صرف بوسیلہ ایک بیت غار کے ذہنی معنی آیات قرآنی
کے قرار دے لینا صریح ناجائز و بیجا۔ پس اس صورت مین بخوبی ثابت ہی کہ الذین معہ
سے مراد غیر از جناب امیر علیہ السلام دوسرا ہو نہین سکتا دوسرے اشدآء علی
الکفار پس جہاد و قتل جناب امیر علیہ السلام کا پوشیدہ نہین ہے کہ کسی جنگ سے
خوف نہین کیا اور کسی معرکہ مین پشت نہین دیا۔ جنگ احد و حنین مین باوجود فرار ہونے
جملہ مجاہدین کے ثابت قدم رہے و جنگ احزاب مین باوجود دہشت و انکار جملہ مسلمانان
کے عمر ابن عبدود سے جنگ کرکے قتل فرمایا اور مسلمانون کو اوسکی خوف سے رہائی دی
و جنگ خیبر مین باوجود پس پا ہونے چند کرت مقتداے اول و دوم اہل سنت کے
کس امنگ سے مرحب کو قتل کیا۔ اور کس زور و شور سے قلعہ سنگی کو فتح فرمایا کہ آیۂ کریمہ
وکفی اللہ المومنین القتال اونکی شان مین نازل ہوئی و حدیث کرار غیر فرار اونکی صفت
مین صادر ہوئی و بسیاری آیات و احادیث بہ ثبوت و تعریف شجاعت و قتال و جہاد
جناب امیر علیہ السلام کی کتب اہل سنت مین موجود ہین اس صورت مین ضم کرنا اس
صفت کا اوسکے حق مین جسکا فرار ہونا جنگ احد و خیبر و حنین سے بخوبی ثابت ہے اور
فتح کرنا روم و شام کا غیر ذات خود ظاہر۔ زیادہ تر تعجب کا مقام ہے اس صورت مین

اشدآءعلی الکفار بھی غیر جناب امیرؑ کے دوسرے کی صفت ہو نہین سکتی تیسرے
رحماء بینھم پس یہ صفت بھی جناب امیر علیہ السلام کی ہے۔کیونکہ تاحیات خود
غیراز نان جو افطار نہین فرمایا۔اور جب اہلبیت تکلیف تناول طعام کی کرتے تھے تو فرماتے
تھے کہ ملاحظہ رکھتا ہون مین کہ بعہد میرے کوئی گرسنہ رہا ہو اور مین سیر رہون۔اور
تفسیر حافظی مین بتفسیر سورۂ فاتحہ لکھا ہے کہ ایک روز جناب امیر علیہ السلام برسر منبر خطبہ
پڑھتے تھے اور جامہ آپکا کہنہ اور پُر پیوند تھا اور بند آپکا لیف خرما کا تھا۔عبداللہ
بن عباس خاطر مین لائے کہ یہ امر مناسب حال ستودہ مآل امیر نہین ہے آپ نے
علم امامت سے دریافت کرکے فرمایا کہ بدرستیکہ اسقدر رقعہ پر رقعہ سلوایا ہین نے کہ سینے
والے سے شرمندہ ہوا مین علی کو زینت دنیا سے کیا کام ہے کہ گُل یہان کا خار ہے
اور نوش یہان کا نیش کیونکر شاد ہون مین اس لذت سے کہ اندک عرصہ مین اختتام
ہو جاسے گی اور کیونکر سیر کھاؤن مین کہ ولایت حجاز مین بہت پیٹ گرسنہ ہونگی پس
جو لوگ مجھے امیر کہین اور مقتدا اپنا جانین کیونکر شریک حال اونکا نہون غرض کہ بسیار
حالات ایسے کتب فریقین مین موجود ہین چنانچہ ایثار کرنا طعام خود باوجود روزہ دروزہ سہ
بمسکین و یتیم و اسیر کو بہ بیان آیۂ یوفون بالنذر کے ظاہر ہو چکا۔اور جسکی نسبت یہ صفت ضم
کیجاتی ہے ظاہر ہے کہ اوسکے صلہ رحم سے کیا کیا فتور واسطے عامہ خلائق کے پڑتے گئے
اور کیا کیا بدعتین اوس سبب سے ناشی ہوتی گئین یعنے معاویہ کو امیر شام اور ولید
بن عقبہ کو کہ بشرب خمر و فسق کے مشہور تھا والی کوفہ کیا ایسا صلہ رحم خلاف حکم خدا و
رسولؐ کب جائز و قابل صفت خدا متصور ہو سکتا ہے چنانچہ ان خرابیون سے آخر اکثر
صحابہ وغیرہ نے متفق ہو کر قتل کر ڈالا جیسا کہ یہ سبب حال بخوبی کتب تواریخ اہل سنت

مین مسطور ہے اسصورت مین صفت رحماءُ بینھم بھی غیر جناب امیر علیہ السلام دوسرے مین ثابت نہین ہوتی۔ لہذا ثابت ہوا کہ کل آیۂ مذکور شان مین جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی ہے۔ سوم سیاق آیہ سے شان نزول کے جیسا کل تفاسیر اہل سنت و صحاح ستہ و مشکوۃ وغیرہ مین درج ہے ظاہر ہے کہ آیۂ مذکور بجنگ خیبر نازل ہوئی۔ اور پوشیدہ نہین کہ مقتدائے اول و دوم اونکے دونون دو دو بار اوس جنگ مین فرار ہو چکے تھے کہ قلعۂ خیبر دست حق پرست جناب امیر علیہ السلام پر فتح ہوا۔ اسصورت مین اگر بشکریۂ فرار اس آیت کا نازل ہونا کوئی عاقل قبول کر سکے تو بصفت فراریان کے قرار دینا مضائقہ نہین ورنہ بیشک کل آیۂ شان مین جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوئی ہے چہارم آخر مین آیۂ مذکور کے خبر ہے کہ یہ صفت انکی توریت و انجیل مین ہے۔ حالانکہ نام کسی صحابہ کا توریت و انجیل مین درج رہنا ثابت نہین بجز نام جناب امیر علیہ السلام کے کہ توریت مین ایلیا و انجیل مین سنطیا ہے اس سبب سے یہ آیۂ غیر شان جناب امیر علیہ السلام کے دوسرے کی شان مین متصور نہین ہو سکتی اگر یہ کہا جائے کہ آیۂ مین صیغہ جمع واقع ہے شخص واحد کیونکر مراد ہو سکتا ہے۔ تو جواب اسکا وہی ہے جو آیۂ انما ولیکم اللہ الی آخرہ مین دیا گیا ولیس بسبت و بحکم حدیث ان اللہ خلقنی و علیاً من نور واحد بین یدی العرش نسبح اللہ و نقدسہ قبل ان یخلق آدم بالفی عام فلما خلق آدم سکنا فی صلبہ ثم نقلنا من صلب و بطن طاہر لا نمتک فینا حائلۃ الی صلب ابراہیم حتی وصلنا الی صلب عبدالمطلب فصار قسمین قسم فی عبداللہ و قسم فی ابیطالب فخرجت منہ و خرج منہ علی

ثم اجمع نوری و علی فی فاطمة والحسن والحسین
نوران من نور رب العالمین صحیح بخاری و ہدایت السعداء مین
جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اللہ تعالے
نے مجکو اور علی کو ایک نور سے پیدا کیا ساکن ہوئے ہم دونون صلب آدم مین
پس انتقال کیا ہم دونون نے صلب و شکم پاک سے اور نہین تھا درمیان ہم دونون
کے کوئی پردہ تا اسکے ہم دونون صلب نوح مین اور پھر انتقال کیا ہم دونون نے
صلب و بطن پاک سے اور نہین تھا درمیان ہم دونون کے کوئی پردہ تا صلب
ابراہیم علیہ السلام کے تا آنکہ داخل ہوئے ہم دونون صلب عبد المطلب مین پس
ہوا وہ نور دو قسم ایک قسم صلب عبد اللہ مین قرار پایا اور قسم دیگر صلب ابیطالب
مین۔ پس بر آیا مین پشت عبد اللہ سے اور علی پشت ابیطالب سے پس جمع ہوا
نور میرا اور علی کا فاطمہ مین اور حسنینؑ دو نور ہین نور پروردگار سے آور قریب اسی کے
ایک حدیث یعنی کنت انا و علی نورا الی اخرہ کتاب اربعین و نزول السائرین
و کنز الشافعی و مناقب اخطب و مواوات و مسند احمد بن حنبل و بحر الانساب مین سلمان
فارسی سے مروی ہے بجنسہ فرق لبست و دوم حدیث مکتوب علی باب
الجنة لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخ رسول اللہ قبل ان
یخلق اللہ السموات بالفی عام صحاح ستہ و مواوات مین مسطور ہے کہ فرمایا
آنحضرت صلعم نے کہ لکھا گیا ہے اوپر دروازہ بہشت کے کہ نہین ہے اللہ مگر اللہ اور
محمد رسول خدا ہے اور علی برادر رسول خدا ہے بدو ہزار سال اوسکے کہ پیدا کیا خدا نے
آسمان کو۔ لبست و سوم حدیث یا علی انت منی فی الدنیا والاخرة

صحیح ترمذی و مصابیح و مشکوٰۃ و صواعق محرقہ مین بروایت قادہ و عبد اللہ مروی کہ جب آنحضرت صلعم نے میان اصحاب برادری قرار دی تو جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ کسی کی برادری قرار نہ دی آپ آئے نزدیک آنحضرت صلعم کے اور کہا برادر میرا کون ہے پس فرمایا کہ اے علی تو برادر میرا ہے دنیا و آخرت مین لبست و چہارم

حدیث انت منی وانا منک صحیح مسلم و بخاری مین براء بن عازب سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے علی علیہ السلام سے کہ تو مجھسے ہے اور مین تجھسے

لبست و پنجم حدیث من احبّ علیًّا فقد احبّنی و من ابغض علیا فقد ابغضنی و من اذی علیا فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ مسند ابو ثعلبی و مسند بزّار و صواعق محرقہ و استیعاب مین سعد وقّاص سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جو شخص دوست رکھے علی کو پس تحقیق کہ دوست رکھے مجکو اور جو شخص دشمن رکھے علی کو پس تحقیق کہ دشمن رکھے مجکو اور جو شخص اذیت پہونچائے علی کو پس تحقیق کہ اذیت پہونچائے مجکو اور جو اذیت پہونچائے مجکو اوسنے اذیت پہونچائی خدا کو۔ لبست و ششم حدیث من اراد ان ینظر الی اٰدم فی علمہ و الی نوح فی فہمہ و الی یحیٰی فی زھدہ و الی موسے فی بطشہ فلینظر الی علی بن ابیطالب صحیح واقدی مین ابو الحمرا سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جو شخص چاہے کہ دیکھے آدم کو بعلم اوسکے اور نوح کو بفہم اوسکے اور یحییٰ کو بزہد اوسکے اور موسیٰ کو بہیبت اوسکے پس نظر کرے طرف علی ابن ابیطالب کے اور بھی یہی حدیث شرف النبی مین ابو الحمرا سے مروی ہے اوسمین الی یحیٰی فی زھدہ کے بعد الی ابرھیم فی حلمہ آیا ہے اور بھی یہی حدیث

بیہقی نے باسناد خود روایت کی ہے اوسمین الی علیہ فی عبادتہ زائد ہے اور کھی یہی
حدیث صحت ہدایت السعد امین جابر انصاری سے باین عبارت مروی ہے کہ من
احبّ ان ینظر الی اسرافیل فی ھیبتہ والی میکائیل فی رتبتہ
والی جبرئیل فی جلالتہ والی آدم فی سلمہ والی نوح فی خشیتہ
والی ابرھیم فی خلتہ والی یعقوب فی حزنہ والی یوسف فی جمالہ
والی موسے فی مناجاتہ والی ایوب فی صبرہ والی یحیی فی زھدہ والی یونس فی ورعہ
والی عیسیٰ فی نسنہ والی محمد فی حسنہ وخلقہ فلینظر الی علیؑ فان فیہ تسعین خصلۃ
من خصال الانبیا جمع اللہ فیہ ولم یجمع احداً غیرہ
یعنی فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جو شخص دوست رکھتا ہے کہ دیکھے اسرافیل کو بہ ہیبت
اوسکے اور میکائیل کو بمرتبت اوسکے اور جبرئیل کو بہ بزرگی اوسکے اور آدم کو بدوستی
اوسکے اور نوح کو بترس اوسکے اور ابراہیمؑ کو بمحبت اوسکے اور یعقوب کو باندوہ اوسکے
اور یوسفؑ کو بجمال اوسکے اور موسیٰؑ کو بمناجات اوسکے اور ایوبؑ کو بصبر اوسکے اور
یحیٰیؑ کو بزہد اوسکے اور یونس کو بہ پرہیزگاری اوسکے اور عیسیٰؑ کو بعبادت وسنت
اوسکے اور محمدؐ کو بہ بزرگی وخلق اوسکے پس دیکھے وہ طرف علیؑ کے بدرستیکہ اوسمین
نوّے خصلتین ہین خصال انبیا سے کہ جمع کی ہین خداے تعالیٰ نے اوسمین اور
نہین جمع کریگا کسی مین سواے اوسکے پس ظاہر ہے جامع ہونا اسقدر صفات انبیا
کا غیر از نبی وامام ممکن نہین اور ایسے شخص کے موجود ہوتے ہوئے کون شخص واسطے
امامت وخلافت کے مقبول ہوسکتا ہے اور ایسے ہی شخص کو جانشینی وخلافت ووصایت
اشرف الانبیاء کے زیبا ہی نہ مصرعہ ہر کہ بت راسجدہ کرد وخمر خورد و نرد باخت +

بست و ہفتم حدیث لا تشکوا علیا فواللہ انہ لاخشی فی ذات اللہ او فی
سبیل اللہ یعنی صواعق محرقہ و مستدرک حاکم مین ابوسعید خدری سے مروی ہے
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ شکوہ نکرو علیؑ کا کہ تحقیق وہ ترسندہ تر ہی ذات خدا یا راہ
خدا مین۔ بست و ہشتم حدیث لا یحبُّ علیاً منافقٌ ولا یبغضہ مؤمن
یعنی مسند احمد بن حنبل و صحیح ترمذی و مشکوۃ مین اُم سلمہ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت
صلعم نے کہ دوست نہین رکھتا ہے علی کو منافق اور دشمن نہین رکھتا ہے علی کو مومن
بست و نہم حدیث من سبَّ علیاً فقد سبّنی مستدرک حاکم و مسند
احمد بن حنبل و مشکوۃ و صواعق محرقہ مین ام سلمہ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم
نے جسنے سب کیا علی کی پس اوسنے سب کیا میری۔ سی ام حدیث النظرُ
الی علی عبادۃ معجم طبرانی و مستدرک حاکم و صواعق محرقہ و بحر المعارف مین ابن مسعود
سے مروی ہے کہ نظر کرنا طرف علی کے عبادت ہے سی و یکم حدیث ذکرُ علی
عبادۃ جمع دیلمی و صواعق محرقہ و بحر المعارف مین مروی ہے کہ ذکر علی عبادت
ہی سی و دوم حدیث علیٌ یزہر فی الجنۃ ککوکب الصبح لاہل الدنیا
صواعق محرقہ و جمع دیلمی و جمع بیہقی مین انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا
آنحضرت صلعم نے کہ علی جب آئے بہشت مین چمکی مثل آفتاب کے اہل دنیا پر۔
سی و سوم حدیث اللہم لا تمتنی حتی تریني علیا صحیح ترمذی و مشکوۃ مین بروایت ام
سلمہ لکھا ہی کہ آنحضرت صلعم نے وقت روانہ کرنے جناب امیر علیہ السلام کے بطرف ایک
غزا کے بغرض محبت ہاتھ اوٹھا کر فرمایا کہ خداوندا نہ موت دی مجکو جبتک علی کو نہ دیکھون سی و
چہارم حدیث علیٌ فی الجنۃ صحیح ترمذی مین عبد الرحمن بن عوف سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے

کہ علی بہشت مین ہے سی و پنجم حدیث دمک دمی و لحمک لحمی و قلبک قلبی و نفسک نفسی و روحک روحی
ہدایت السعدا و بعضی کتب دیگر مین سبب ورود اس حدیث کا یہ لکھا ہے کہ ایک
اعرابی نے آنحضرت صلعم سے نسبت حسنین علیہم السلام کے پوچھا کہ یہ کسکے لڑکے ہین
فرمایا کہ میرے۔ بعد ازان اوسنے پوچھا کہ علی کے لڑکے کہان ہین فرمایا کہ یہی ہین پس
جناب امیر کو کنار مین لیکر حدیث مذکور فرمائی۔ سی و ششم حدیث یا علی لا یحل
لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری و غیرک صحیح ترمذی و مصابیح
و مشکوات و طیبی و ہدایت السعدا مین ابوسعید خدری سے اور مسند بزار و صواعق محرقہ
مین سعد سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اے علی علیہ السلام نہین ہے حلال
کسیکو کہ جنب اس مسجد مین آئے مگر مجکو اور تجکو سی و ہفتم حدیث علی خیر البشر
بعدی من ابی فقد کفر صحائف و ہدایت السعدا و مودات مین حذیفۃ بن الیمان
سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ علی بہترین البشر ہے بعد میرے جو شخص ابا کرے
پس تحقیق کہ وہ کافر ہے سی و ہشتم حدیث علی باب حطۃ من دخل فیہ
کان مومنا و من خرج منہ کان کافرا افراد دار قطنی اور صواعق محرقہ اور مودات
مین ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ علی در توبہ و استغفار ہے
جو در آئے بیچ اوس در کے مومن ہے اور جو باہر جائے اوس در سے وہ کافر
سی و نہم حدیث علی منی بمنزلۃ الراس من بدنی مناقب
خطیب مین براء بن عازب سے اور جمع دیلمی و فردوس الاخبار و مودات و صواعق
محرقہ مین ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ علی مجھسے بجا ہے
سر کے ہے بدن سے چہلم حدیث انا و علی من شجرۃ واحدۃ و الناس

من اشجار شتّٰی اوسط طبرانی و صواعق محرقہ مین جابر بن عبد اللہ انصاری
سے اور مواوات مین ابن عباس سے مروی ہے کہ مین اور علی ایک درخت سے
ہون اور دیگر مردمان درختان دیگر پراگندہ سے چہل و یکم حدیث انّ اللہ
تعالی جعل ذریّۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذرّیتی فی صلب
علی بن ابیطالب اوسط طبرانی و صواعق محرقہ و فردوس الاخبار و مواوات
مین جابر سے اور مناقب خطیب مین ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت
صلعم نے کہ تحقیق کہ خداے تعالے نے پھیلائے نسل کل پیغمبرون کے صلب مین
اونکے اور پھیلائے نسل میری صلب مین علی کی چہل و دوم حدیث عنوان
صحیفۃ المؤمن حبّ علیّ بن ابیطالب مناقب خطیب و مواوات و صواعق محرقہ
مین انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ سرنامہ صحیفۂ اعمال
مومن محبت علی بن ابیطالب ہے چہل و سوم حدیث ان الجنۃ تشتاق
الی ثلثۃ علی و عمار و سلمان صحیح ترمذی و صحیح نسائی و مستدرک و
صواعق محرقہ مین انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ
تحقیق کہ بہشت واسطے لقاے تین شخص کے مشتاق ہے علی و عمار یاسر و سلمان
فارسی کے چہل و چہارم حدیث من احبّ علیا فقد احبنی و
من احبنی فقد احبّ اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن
ابغضنی فقد ابغض اللہ سنن ترمذی مین سلمان سے اور صواعق محرقہ مین ام سلمہ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت
صلعم نے جسنے دوست رکھا علی کو اوسنے دوست رکھا مجھکو اور جسنے دوست رکھا مجھکو اوسنے دوست رکھا
خدا کو اور جسنے بغض رکھا علی سے اوسنے بغض رکھا مجھسے اور جسنے بغض رکھا مجھسے اوسنے بغض رکھا خدا سے

چہل و پنجم حدیث یا علی انت قسیم النار والجنۃ یوم القیمۃ
سنن دار قطنی اور صواعق محرقہ مین ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اے علی تو قسمت
کنندۂ دوزخ و بہشت ہی بروز قیامت کے چہل و ششم حدیث مسند احمد بن حنبل
و مستدرک حاکم و صواعق محرقہ مین ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک روز ہم
مع جمعی از صحابہ خدمت مین آنحضرت صلعم کے گئے اوسوقت جناب امیر علیہ السلام
نعلین شکستہ آنحضرت صلعم کی اصلاح کرتے تھے پس فرمایا آنحضرت صلعم نے یا ایہا
الناس من یقاتل علی تاویل القران کما قاتلت علی تنزیلہ فقلنا من ھو
یا رسول اللہ فقال ذالک خاصف النعل فخرجت فبشرتہ بما قال
رسول اللہ صلعم فلم یلتفت بہ وجاء کانہ سمعہ
یعنی اے مردمان تم مین کوئی ہے کہ قتال کرے تاویل قرآن پر جیسا کہ مین نے تنزیل
پر کیا۔ سب نے کہا کہ یا رسول اللہ کون ہے وہ آدمی۔ فرمایا کہ یہ جو نعل مین میرے
اصلاح کرتا ہے ابو سعید کہتا ہے کہ مین نے پیش امیر علیہ السلام جا کر بشارت دی کچھ ملتفت
نہوئی جیسا سنا ہو۔ چہل و ہفتم حدیث انا حرب لمن حاربہم و سلم
لمن سالمھم صحیح ترمذی اور مصابیح اور مشکوۃ مین زید بن ارقم سے مروی ہے
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام سے کہ مین جنگ کرنے والا
ہون اوس سے جو ساتھ تمھارے جنگ کرے اور صلح کرنے والا ہون اوس سے
جو ساتھ تمھارے صلح کرے اور صواعق محرقہ مین لکھا ہے کہ بروز نزول آیہ تطہیر
یہ حدیث آنحضرت صلعم نے فرمائی چہل و ہشتم حدیث احبوا اللہ لما
قدم من نعمہ واحبوا الی بحب اللہ واحبوا اھل بیتی بحبی

مشکوٰۃ ولغایب الاخبار وفصل الخطاب ومعانی الاخبار وہدایت السعدا وخلاصۃ المناقب
مین مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ دوست رکھو خدا کو بجہت آنکہ پرورش کیا ہی
تمکو نعمت اپنی سے اور دوست رکھو مجکو بوجہ محبت خدا کے اور دوست رکھو اہلبیت میری کو
بوجہ دوستی میری چہل ونہم حدیث یاعلی اما ترضی انک معی فی الجنۃ والحسن
والحسین وذریاتنا خلف ظھورنا وازواجنا خلف ذریاتنا و
شیعتنا عن ایماننا وشما ئلنا مناقب ابن مردویہ وصواعق محرقہ مین لکھتا ہے
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اے علی راضی نہین ہے تو کہ رہے ساتھ میرے بہشت مین
اور حسنؑ وحسینؑ اور فرزندان میرے پس پشت ہمارے اور ازواج ہمارے پس
پشت فرزندان اور شیعیان ہمارے چپ وراست ہمارے پنجاہم حدیث
معرفۃ ال محمد براءۃ من النار وحب ال محمد جواز علی الصراط
المستقیم وولایۃ ال محمد امان من العذاب معانی الاخبار
وفصل الخطاب مین مسطور ہے کہ معرفۃ آل محمد باعث نجات از آتش دوزخ ہے اور
محبت آل محمد سبب سلامتی صراط اور اطاعت آل محمد سبب امان از جمیع عذاب پنجاہ
ویکم حدیث لاعطین الرایۃ غدًا رجلا کرارا غیر فرار یحب الله
ورسولہ ویحبہ الله ورسولہ البتہ عطا کرونگا مین کل نشان اپنا
اوس شخص کو کہ کرار غیر فرار ہے اور دوست رکھتا ہے اللہ ورسول کو اور دوست
رکھتا ہے اوسکو اللہ ورسول ۔ صحاح وغیرہ کتب اہل سنت مین مسطور ہے کہ یہ حدیث
جنگ خیبر مین بعد شکست سہ روزہ آنحضرت صلعم نے فرمائی اور راوی لکھتے ہین کہ پیشتر
جناب امیر علیہ السلام رمد کرائے تھے ۔ آخر روز دوم آنحضرت صلعم نے طلب فرماکر

اونکے لبِ مبارک لگایا تا صحت حاصل ہوئے اور نشان جناب امیر علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ چنانچہ قلعہ خیبر ہاتھ پر جناب امیر علیہ السلام کے فتح ہوا پس معنی سے اس حدیث کے صاف ظاہر ہے کہ فراریان پیشتر کہ خلیفہ اول و دوم تھے صفت مین حدیث مذکور کے داخل نہ تھے کیونکہ صفات متذکرۂ حدیث صاحب لوای آخر کے لیئے مخصوص کیئے گئے ہین فافہم **پنجاہ و دوم حدیث** صحیح ترمذی و مشکوٰۃ و مسند احمد بن حنبل و صحیح نسائی و ہدایت السعدا مین ابن عباس و زید بن ارقم و براء بن عازب سے مروی ہے کہ چندکس صحابہ نے دروازے اپنی طرف مسجد نبوی کے کھولے تھے ایک روز آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بندکرو دروازے اپنے سوائے دروازے علی علیہ السلام کے۔ صحابہ نے آپس مین گفتگو کی اسمین پس فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ واللہ کہ نہین بند کیا اور کھولا مین نے کوئی دروازہ مگر یہ کہ اوسپر مامور ہوا لیکن۔ **پنجاہ و سوم حدیث اَللّٰھُمَّ ائْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَیْكَ حَتّٰی یَاْکُلَ مَعِیْ ھٰذَا الطَّیْرَ** صحیح ترمذی و صحیح نسائی و صحائف و مشکوٰت و مصابیح و دستور الحقائق و ہدایت السعدا و جلد ثانی حبیب السیر مین انس سے مروی ہے کہ ایک روز ایک شخص مرغ بریان نزد آنحضرت صلعم کے لایا کہ آنحضرت صلعم نے رو بطرف آسمان کرکے فرمایا کہ خدایا بھیج دوست ترین خلق اپنے کو نزدیک میرے تا یہ مرغ بریان ساتھ میرے تناول کرے پس اوسیوقت جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے اور آنحضرت صلعم نے اوس مرغ بریان کو ساتھ اونکے تناول فرمایا۔

بحث پنجم رد خلافت غیر از ائمہ معصومین علیہم السلام مین

واضح ہو کہ دربارۂ خلافت کے اعتقاد شیعوں کا یہ ہے کہ خلیفہ کو منصوص ہونا (یعنی

از جانب علام الغیوب وواقف صلاح وعیوب مامور ومقرر ہونا) ضرور ہے چنانچہ
جناب امیر علیہ السلام کو حسب دلائل مندرجۂ بحث ہائے ثبوت خلافت ودیگر دلائل
بسیار بعد آنحضرت صلعم کے خلیفۂ بلافصل اور کل آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کو یکے
بعد دیگرے خلیفۂ مامور ومنصوص سمجھتے ہین اور اونکی اطاعت مثل اطاعت رسول
صلعم واجب جانتے ہین اور خلافت وامارت وامامت ووصایت کو الفاظ مترادفہ
یعنی متحد المعنی یا لازم وملزوم تصور کرتے ہین اور اہلسنت منصوص ومامور ہونا خلیفہ
کا ضرور نہین سمجھتے - بلکہ امر خلافت یعنی تقرری خلیفہ کی اوپر رائے اہل اسلام کے
چھوڑنا ظاہر کرتے ہین اور یہی اعتقاد رکھتے ہین لیکن بالفعل اکثر لوگ بعض حدیث
وروایت کو (جو بجز وہم قیاس کرنے پر بھی موثر نہین ہین مثل حکم پیش نمازی وغیرہ
کے) بہ ثبوت تقرری ورضائے آنحضرت صلعم کے پیش کیا کرتے ہین - پس علاوہ
تردیدات علماے شیعہ نسبت صدق حکم مذکور ظاہر ہے کہ روایت حکم پیش نمازی
مذکور بطور بیان اہل سنت بموجب اصول شیعہ البتہ ایک عظمت کی بات ہی - سو
اونکے یہان ثابت نہین بلکہ وہ خود روایات اہل سنت سے تردید اوسکی کرتے
ہین - لہذا اوپر استدلال اسکا نازوا باقی رہا استدلال خود اہل سنت کو اوپر
اپنے - سو پیش نمازی اصول اہلسنت کے رو سے کوئی عظمت کی بات نہین -
ہر شخص نماز پڑھا سکتا ہے اور ضرور ہے کہ یہ اصول مطابق سنت ہوکے رکھا گیا ہو
نہ خلاف سنت اس سے ثابت ہے کہ پیش نمازی حسب اصول اونکے اوسوقت
بھی کوئی عظمت کی چیز نہ تھی - اسیلیے حکم پیش نمازی بصورت صحت نزدیک اونکے
بھی حسب اصول اونکے (کہ صلوا خلف کل بر و فاسق یعنی کہ نماز پڑھو

واقتدا کرو پیچھے ہر مرد نیک و فاسق کے) کوئی دلیل بنا بر امر عظیم خلافت کے ہو نہین سکتا ہے اور یہی ظاہر ہے کہ اگر خلافت خلفاء اہل خلاف کی کچھ بھی مقصود خدا و رسول صلعم ہوتی تو آنحضرت صلعم اوس زمانۂ قریب انتقال مین اپنے اون لوگون کو ہرگز واسطے جنگ موتہ کے شامل جیش اسامۃ بن زید پر تعینات کرکے اوس سختی کے ساتھ جیسا کتب احادیث و تواریخ فریقین مین آیا ہے مدینہ منورہ سے نہین نکالتے اور روانہ فرماتے اور جب نکالا اور روانہ فرمایا تو اسی سے ثابت کہ خلافت اونکی ہرگز مقصود خدا و رسول نہ تھی اور اون لوگون نے صرف حرفت سے اپنی اس خلافت کو لیا۔ اور علاوہ اسکے باوجود اقبالِ شورۂ سقیفۂ بنی ساعدہ کے (کہ مبنی اوپر تجویز خلیفہ کے تھا) پیش کرنا ثبوت تقرری کا قبولِ نقیضین و تضاد سے کم نہین کیلیے کہ بصورت تقرری شورۂ تجویز ناجائز و درصورت شورۂ تجویز تقرری یا کذب یا نامقبول بصورت کذب ہو المقصود و بصورت عدم قبول تقرری پیغمبر شعبۂ از کفر و نفاق پس قول و فعل کفاران یا منافقان غیر قابل اعتبار و تسلیم و تبعیت بایں وجہ جتنی دلیلین ہو شر تقرری قرار دیجائین و پیش کیجائین سب کذب و بہتان و بیہودہ و باطل متصور ہین اصل اعتقاد اہلسنت کا وہی ہے کہ امر خلافت غیر منصوص و مامور رہکر مسلمانون کی رائے پر چھوڑا گیا جیسا قول علمائے اہلسنت کا ہے کہ مات محمد ولم ینص علی احد پس واضح ہو کہ شریک شورہ نہ ہنا اور شامل نکر لیا جانا جناب امیر علیہ السلام کا (جو باتفاق عالم تر و صادق و معصوم تر است ہین اور جنکی حقیت قول و فعل ساتھ بسیاری آیات و احادیث متفقہ غیر محتملہ کے ثابت ہے اور جو بقول اکثر اہلسنت کے وصی پیغمبر بھی ہین جیسا اقرار وصایت اوسیوقت خود زبان خلیفہ اول سے بقصہ

غدیر ثابت ہے اور معارج النبوت مین بحالات بعد وفات آنحضرت صلعم مندرج
اور جیسے یہ رباعی شافعی کی مشہور ہے رباعی علیؑ حُبُّہ جُنَّہ*
قسیم النّار والجنّہ* وصیّ مصطفےٰ حقّاً* امام الانس و الجنّہ* اور بھی قبل
معلوم کرنے راے ایسے شخص کے کسی شخص کا شریک شورہ ہو کر راے اپنی ظاہر کرنا
یا فیصل کرنا امر عظیم خلافت کو یا قبول کرنا دوسرون کی راے ناقابل الاعتبار کو
(جو صریحًا و بدیہًا بیباکی وجرأت تجاوز از حد متصور ہے) ہر صورت مین واسطے
رد خلافت مجوزہ کے کافی ووافی ہے اور یہ کہنا کہ اوسوقت جناب امیرؑ تجہیز و تکفین
پیغمبرؐ مین مشغول تھے کافی نہین ہو سکتا کیونکہ تیسرے روز حاضر ہونا جناب امیر
علیہ السلام کا طلب دعوی خلافت اپنے خود روایات اہل سنت سے ثابت ہے
اس صورت مین دوایک روز توقف کرنے اور باز رہنے مین اس جرأت ناقابل الاختیار
سے کسیطرح کوئی عاقل منصف معاذاللہ نہین تصور کر سکتا۔ اور بھی اگرچہ دعوی کرنا
عالم وصادق ومعصوم یعنے جناب امیرؑ کا نسبت حق خلافت اپنے بعد استقرار خلافت
مجوزہ جیسا کتب اہل سنت سے ثابت ہی اور معائنہ کنندگان کتب احادیث وتواریخ
پر اونکی ظاہر بہت بڑا ثبوت یقینی نسبت حق خلافت جناب امیر علیہ السلام و رد
خلافت مجوزہ واصول ناقصہ کے ہے۔ تاہم چند دلیلین بتردید اس قول واپسا
اعتقاد کے لکھے جاتے ہین اوّل ہرگاہ اس دعوی کے ساتھ کوئی ایسا ثبوت
پیش نہین کیا جاتا ہے کہ خدا یا رسولؐ نے فرمایا ہو۔ کہ تقرری خلیفہ کی اہل دین
کی راے پر چھوڑی جاتی ہے تو اس صورت مین امر خلافت مجوزہ ومقررہ اہل اسلام
نہ داخل اوامر متصور ہو نہ داخل نواہی تو داخل افعال عبث ہوا اور نہ بحکم خدا یعنے

واجب شعور و نہ بحکم رسول لعینی سنت تو داخل بدعت ہوا اور فعل عبث و بدعت یا خطا ہے یا غیر نافع کسی حال مین واجب التسلیم والاطاعت نہین اور نہ تردید اوسکی داخل خطا ومعصیت حالانکہ حسب قول خدا و رسول صلعم وجود امیر واجب الاطاعت کا ثابت ہی جیسا ثابت ہوچکا۔لھذا خلافت مذکور صریح ناجائز و ناحق۔کیونکہ امیر واجب الاطاعت وہی ہوسکتا ہے جو بموجب امر خدا ماموریا مقرر ہو نہ دوسرا دوئم بر تقدیر تسلیم غیر کار عبث و بدعت۔اگر خلیفہ کے لیئے اور کوئی قید ضرور نہ سمجھی جاوے تو ایمانداروصالح ہو تو ضروریات سے متصور ہے کیونکہ غیر صالح و ایماندار سے دین کا اپنی حالت اصلی پر قائم رہنا غیر ممکن حالانکہ بحث تشخیصات مین ثابت ہوچکا کہ شناخت قابل یقین ایماندار و صالح کے بغیر گواہی خاص خدا و رسول کے محال ہے اور یہ کہنا یا سمجھنا کہ کل اصحاب آنحضرت صلعم ایماندار و صالح ہین (باوجود واقفیت از قصہ اصحاب حضرت موسی علی نبینا و علیہ السلام و دیگر امتان اور معلوم کرنے دلائل مندرجہ بحث تشخیصات کے) بیش از وہم و ظن و گمان نہین و وہم و گمان پر اعتقاد کرنا و اعتقاد رکھنا خلاف ایمان کیونکہ ایمان ساتھ یقین کے ہے اور اعتقاد اندر یقین کے لیعنی جو امر یقینا یا حسب ثبوت قابل یقین ثابت و صادق سمجھا جاوے اوسپر ایمان لانا چاہیے اور جو امر غیر ثابت اندر اوس یقین کے ہو اوسپر اعتقاد کرنا مثلاً پیغمبر کو معاینہ معجزات لیعنی بہ ثبوت قابل یقین پیغمبر برحق جانکر نسبت افضل الناس ہونے اوسکے بجمیع صفات۔(کہ پیغمبر کے لیئے یقینی ضرور ہے) ایمان لائے۔تو بعد ازان جو کچھ صفت اوسکی اندر اوس یقین کے بیان و ظاہر کیجاوے۔سب پر بغیر معاینہ و بغیر طلب ثبوت اعتقاد کرسکتے ہین۔لیکن اگر کوئی خدا کہے یا بصفت ہائے

خدا موصوف کرے تو چونکہ یہ امر اوس یقین سے باہر ہے اعتقاد ہو نہین سکتا کیس
ہرگاہ یقین پیغمبری پیغمبر بغیر ثبوت قابل یقین (بوجہ و بخوف امکان رجوع بطرف
غیر پیغمبر) جائز نہین تو دوسرے امر کا یقین بغیر ثبوت قابل یقین کیونکہ جائز
ہوسکتا اور اس صورت مین کیا مشکل تھا خدا و رسولؐ کو بیان کر دینا اس بات کا
کہ کل اصحاب یعنی مصاحبان رسول صلعم نیک و صالح ہین تا یقین کے لئے کافی
ہوتا - باقی رہی گواہی خاص خدا و رسولؐ وہ قابل یقین ثابت نہین کیونکہ کوئی
آیت الٰہی بشان خلفاء خلافت خود اہل سنت کے یہان بہ بیان صادق پیغمبر ثابت
نہین اور بعض آیۂ جو مثل آیۂ والّذین معہ وغیرہ مین تاویل کیجاتی ہے اوسکی
تاویل مین خود جملہ علماے اہل سنت متفق نہین - تا بمخالف چہ رسد - جیسا صاحب
مناقب مرتضوی نے خود تردید اس تاویل کی کی ہے باقی رہی حدیث - سو جسقدر
احادیث بشان خلفاء خلاف کتب اہل سنت مین وارد ہوئے ہین وہ خود اونکے
یہان متواتر نہین اور جو صحیحین مین درج کی گئی ہین اونمین اکثر خود بقول صاحب
صحیحین غریب اور بھی دیگر احادیث صحیحہ سے متناقض اور بیان اکثر کا اونمین سے
مملو از تعجب و اختلال اور راویان اونکے نہ باتفاق عادل نہ خالی از اغراض کیونکہ
راوی احادیث شان خلیفۂ اول یا خلیفۂ دوم ہین - جو بانی و سانی اس خلافت
کے ہوئے یا عائشہ دختر اور راوی احادیث شان خلیفۂ دوم یا خلیفۂ اول و عمر
ابن عاص وزیر معاویہ ہین یا عبداللہ لیسر - اور راوی احادیث شان خلیفہ سوم
یا معاویہ یا عمر ابن عاص وزیر معاویہ جیسا یہ سب حال معائنہ کنندگان کتب
احادیث اہل سنت پر پوشیدہ نہین چنانچہ علماے شیعہ اکثر کتب مین تفصیل و تشریح

اسکی کرتے گئے ہین یہ رسالہ اسکی تفصیل و تشریح کی گنجائش نہین رکھتا بلکہ مولوی
وحید الدین خانصاحب نے جو ایک رسالہ حد تحقیق بالشعل لکھا ہے اوسکے معاینہ سے
بھی یہ سب حال بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے بلکہ وہ رسالہ ایک جزو اس مقام کا ہے۔
اور بھی ثابت [illegible] اکثر مطاعن مخل ایمان کا نسبت خلفاء مذکورہ کے از کتب اہل سنت
مثل تقریر [illegible] و اظہار شک برسالت آنحضرت صلعم و منع قرطاس و قلم و نسبت
ہذیان با آنحضرت صلعم و ایذا رسانی جناب امیرؑ و حضرت فاطمہ علیہ الصلوۃ و السلام
بقصد احراق بیت و غصب فدک وغیرہ اور رد کرنا دعوی کو معصومہ یعنی حضرت فاطمہ
صلوات اللہ کے اور گواہی کو معصومین یعنے جناب امیر اور حسنین علیہم السلام کے
درباب فدک اور قبول نکرنا قرآن جمع کردۂ عالم ترامت و معصوم ترامت یعنی جناب
امیر علیہ السلام کو اور جلانا اکثر کلام شریف کا اور مارنا اکثر صحابی جلیل القدر کو
اور فرار کرنا جہاد احد و خیبر و حنین وغیرہ سے جو گناہ کبیرہ ہے اور تخلف جیش اسامہ
جسکی نسبت آنحضرت صلعم نے لعنت فرمائی تھی اور مقبول کرنا مردودان خدا و رسول
صلعم یعنے مروان و حکم وغیرہ کا) زیادہ تر اثبات صحت احادیث صفاتیہ کا اونکے
رخنہ زن و خلل انداز ہے مگر بخیال تطویل و ملال اس بحث طولانی سے (کہ دیگر کتب مبسوطہ
مین مثل حق الیقین وغیرہ کے) مفصل درج ہے اور جسکا ثبوت مجمل حاوی و کافی عنقریب
لکھا جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالے) درگذر کرکے طرف ایک دلیل جامع کے رجوع
کیا جاتا ہے یعنی اگر بالفرض اہل خلافت بزعم باطل خود گواہی خاص خدا و رسول کا
موجود رہنا ثابت بھی سمجھتے ہونگے یا سمجھین گے تو نسبت ایمان و صلاح اونہین چند
اشخاص کے جو بعد آنحضرت صلعم کے موجود تھے یعنی نسبت خلفاء ثلثہ کے نہ ہر زمانہ کے

لوگون کے نسبت اور قائم رہنا امر خلافت و امارت دینی کا ہر زمانہ مین تا قیام [illegible]
ضرور و مطلوب عقلاً و نیز بموجب اقوال خدا و رسول جیسا اوپر ظاہر ہوتا گیا۔ مثل
اس آیت کے کہ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
اور مثل اس حدیث کے کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات
میتۃ جاھلیۃ یعنے جو مرا اور نہین پہچانا اپنے امام زمان کو پس مرا وہ [illegible]
کے اور مثل اس حدیث کے کہ صحاح اہل سنت مین وارد ہے لا یزال [illegible]
عزیزاً الی اخرہ یعنے نہین زوال پکڑے گا یہ دین روز قیامت تک [illegible]
بارہ خلیفہ ہون قبیلۂ قریش سے وغیرہم) تو اس صورت مین تجویز و تشخیص [illegible]
ایماندار و صالح اگر اوسوقت کے لیے حسب زعم باطل اہل خلاف کے محال و دشوار نہ تصور
ہو تو آیندہ کے لیے بیشک محال متصور ہے۔ لہذا ظاہر ہے کہ جو اصول ہر زمانہ کے لیے
صحیح و کافی تصور نہو۔ وہ اصول کسی زمانہ کے لیے بھی صحیح و جائز متصور [illegible]
اس صورت مین کوئی قلب قبول نہین کر سکتا ہے کہ علیم خلاق و دانا سے [illegible]
تعیین امر عظیم خلافت و تقرر خلفاء آنحضرت صلعم کا واسطے ہر وقت [illegible]
قابل یقین دمثل اصدار نص یا اظہار صفات لازم یا عطاے معجزات [illegible]
اون لوگون کی راے پر چھوڑا ہو جو ایمان و ایماندار تک کے پہچاننے کی قدرت نہ
رکھتے ہین تا بشناخت صالح و عادل و صادق وغیرہ چہ رسد چنانچہ اسی اصول
ناقص کے سبب جیسے جیسے لوگ خلیفہ و امیر مقرر ہوتے گئے اور جو جو تباہیان
و خرابیان دین مین لاحق ہوتی گئین تجربہ کیطرف نگاہ کرنے سے یعنی کتب احادیث
و تواریخ فریقین کے دیکھنے سے ظاہر و عیان ہین اگر اوسوقت نہین سمجھا گیا تو [illegible]

ایک تجربہ تمہارا کچھ شکل نہین سمجھو جسطرح وجود اعجاز تقرب اور صدق وصفات اور
خلافت صاحب اعجاز کو ثابت کرتا ہے اوسیطرح عدم وجود اعجاز تقرب اور صدق
وصفات اور خلافت مدعیان اعجاز کو رد کرسکتا ہے اور بھی جسطرح وجود اعجاز مثبت
پیشینگویان و دعوی صحت آیات و احادیث صفاتیہ صاحب اعجاز موصوف کا مقصو
ہے اوسیطرح عدم وجود اعجاز مثبت پیشینگویان دعوی عدم صحت وضع صفات
وضعی مدعی صاحب اعجاز وغیر موصوف کا مقصود ہو سکتا ہے کیونکہ بحث ہائے ماقبل
مین ظاہر ہوا کہ اعجاز مثبت تقرب ہین اور تقرب مثبت صدق وصفات اور
صدق وصفات مثبت صدق دعوی ہین پس ویسے ہی صدق وصفات علت
تقرب متصور ہین اور تقرب علت اعجاز اس صورت مین ظاہر ہے کہ بصورت
اصلی ہونے صفات کے تقرب لازم ہے اور بصورت تحقیقی ہونے تقرب کے اعجاز
ممکن - کیونکہ علت کے موجود رہنے کی صورت مین معلول کا موجود ہوجانا دشوار
نہین لہذا جو شخص وجود معلول یعنے اعجاز کو اپنے مین ثابت نکرسکے یا جسمین
وجود معلول یعنے اعجاز ثابت نہ پایا جاسے اوسمین وجود علت یعنی تقرب اور
صدق وصفات بھی بمقابلہ صاحب اعجاز موصوف غیر ثابت اور جسمین وجود
تقرب اور صدق وصفات ثابت نہ رہا اوسکا ہر دعوی و ہر قول و ہر فعل غیر ثابت
وغیر قابل یقین اور جسکا ہر دعوی و ہر قول و ہر فعل غیر ثابت وغیر قابل یقین
نرہا اوسکا دعوی خلافت بھی ہر صورت مین غیر قابل یقین یعنے جو صدق وصفات
اصلی رکھتا ہے ضرور ہے کہ تقرب اوسکو حاصل ہو اور جسکو تقرب اصلی حاصل ہو
ضرور ہے کہ ہر دعا اوسکی مقبول ہو اور جسکی دعا مقبول ہو اوسکو اعجاز کا حاصل ہونا

دشوار نہین اور جسکو اعجاز حاصل نہوسکے اوسکی دعا مقبول نہین اور جسکی دعا
مقبول نہین اوسکو تقرب حاصل نہین اور جسکو تقرب حاصل نہین وہ بیشک
صدق و صفات اصلی نہین رکہتا اور جو صدق و صفات اپنے اصلی نہین رکہتا
وہ ہرگز قابل خلافت لقو نہین ہوسکتا۔ پس چونکہ وجود اعجاز سوائے جناب پیمبر
و ائمہ معصومین علیہم السلام کے کسی دوسرے مین از دعویداران خلافت باتفاق
ثابت نہین لہذا جملہ صفات اونکے غیر ثابت و محتمل بوضع و ثبوت ہائے تردید صفات
اقوی تو خلافت اونکی بمقابلہ صاحب اعجاز موصوف بیشک غیر ثابت و غیر قابل اعتبار
و یقین ناحق و باطل چہارم بمصداق قصۂ طالوت جیسا کلام شریف مین آیا ہے
کہ با وجود انکار و روگردان ہوجانے کثیر اہل دین کے پروردگار عالم نے سالاری
طالوت کی موقوف نرکہکر فرمایا کہ یہ لطف و عنایت خدا کی ہے جسکو چاہے دے اور
جو اللہ جانتا ہے تم نہین جان سکتے ہو علم و جسم سے اور اسپر بھی اکتفا نہ فرماکر جتنے
لوگ شامل طالوت کے چلے اونکو تین روز کی تشنگی مین بحکم پینے پانی کے بلو یا فتح کرکے آزمایا
چنانچہ اس حکم کے سبب کل اہل دین روگردان ہوکر صرف تین سو آدمی ثابت قدم
طالوت کے ساتھ باقی رہ گئے اور کچھ پروانہ کی خدا نے اور اونھین تین سو آدمی
سے بلکہ صرف ایک حضرت داودؑ سے طالوت کو فتح بخشی جالوت کافر و ظالم پرپس
ہرگاہ پروردگار نے ایک ادنی سالار فوج کا مقرر کرنا حسب رائے اہل دین جائز
نرکھا اور پھر جانے سے اسقدر اہل دین کی کچھ پروا نفرمائی۔ تو کیونکر یقین
ہوسکتا ہے کہ تقرری امر عظیم خلافت کی خصوص خلافت آنحضرت صلعم کی ایسے
اہل دین کی رائے پر چھوڑدی جنمین مومن و منافق دونون شامل ہون اور اپنے

لطف عظیم کو بحق خلفاء و مومنان دین آنحضرت صلعم کے دریغ رکھے کیونکہ یہان تو حسب
اعتقاد باطل اہل خلاف کے اہل دین ایسے بھی نہ تھے جنپر پھرجانے کا گمان ہو اور اگر پھر بھی
جاتے تو وہی لوگ جنکا ایمان درست نہو تا اُنکے نقصان ایمان کے داخل دین رہنے سے
کیا فائدہ اور اونکے پھر جانے سے کیا نقصان خدا کا متصور تھا ہرگاہ ثابت ہے کہ
اوتعالی نے پھر جانے سے اوسقدر نا قصان ایمان قوم طالوت کی پروا نفرمائی۔ یہ
سب قصہ نظیر ہین ایماندارون کے لیئے نہ بیفائدہ وعبث بیان کیئے گئے ہین کلام شریف
مین۔ اسصورت مین ممکن نہین کہ پروردگار عالم نے امر عظیم خلافت آنحضرت صلعم کو
خود تقرر نفرما کر رائے ناقص اہل دین پر چھوڑا ہو بلکہ بیشک پروردگار عالم نے خلفاء
آنحضرت صلعم کو حسب دلائل مندرجہ بحث ہاے ثبوت خلافت تقرر و مامور فرمایا اور بیشک
برفع علت اول نفاق یعنی خوف وموجودگی علت دوم یعنے طمع کی اہل دین کو آزمایا۔
جسطرح آزمایا قوم طالوت واصحاب حضرت موسی علی نبینا وعلیہ السلام و دیگر امتان کو
جیسا اکثر احادیث سے ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام فارق ایمان و نفاق ہین
اور جیسا اوتعالے خود فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَن یُترَکُوا اَن یَقُولُوا اٰمَنَّا
وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ یعنی آیا مردمان ٹھہرائے تھے کہ معاف ومتروک رہین گے اس کہنے پر
کہ ایمان لائے اور یہ لوگ آزمائے نجائینگے **پنجم** باقی رہی حدیث اجماع سو
عالمون نے ہمارے رضوان اللہ علیہم ہزارون دلیلون سے اور ہزارون طریقون سے
اس اجماع کو غلط ٹھہرا دیا ہے اسلیئے یہان اسیقدر پر اکتفا کیا جاتا ہے یعنی **پہلی**
اجماع تام خلیفہ اول پر بھی نہین ہوا یعنے سعد بن عبادہ نے کسیوقت بیعت نکی جیسا
کتب اہل سنت سے ظاہر ہے **دوسری** بصورت تمسک اجماع بخلافت خلیفہ اول

وصیت خلیفہ اول انسبت خلافت خلیفہ دوم ناجائز و لصورت جواز وصیت تمسک اجماع
غلط تیسری لصورت صحت تمسک اجماع کے تقرر شورٔہ مسدسہ خلافت سوم لیعنی
امر خلیفہ دوم اور بھی خلافت خلیفہ سوم جو شورٔہ مذکور پر قرار پائی تھی ناجائز و لصورت
جواز امر خلیفہ دوم و خلافت خلیفہ سوم تمسک اجماع غلط وغیر صحیح ٹھہرتی اگر
اجماع سے جمع ہونا کل اہل دین کا یا کثرت رائے اہل دین کی مراد ہے تو یہ دونوں
اجماع لبعد خلافت جناب امیر علیہ السلام کے صریح غلط ہوگیا۔ کیونکہ خلافت جناب
امیر علیہ السلام پر نہ کل اہل دین جمع ہوئے نہ کثرت رائے واقع ہوئی حالانکہ اہل سنت
جناب امیر علیہ السلام کو خلیفہ چہارم برحق جانتے ہیں پس ظاہر ہے کہ یہ دونوں
سخنانِ متضاد و نقیضین حق و قابل قبول ہو نہیں سکتے اس سے چارہ نہیں کہ
یا اس اجماع کو غلط کہیں یا خلافت جناب امیر علیہ السلام کو ناحق قرار دیں۔ مگر
لسبب نازل رہنے آیات وافر و صادر رہنے احادیث متکاثر کے یہ ثبوت عصمت
و صداقت و حقیت قول و فعل جناب امیر علیہ السلام کے خلافت کو اونکے ناحق ٹھہرانا
مشکل بلکہ داخل کفر اسلیئے اس اجماع کے غلط ہونے میں کسیطرح کا شک و شبہہ نہیں
بلکہ ظاہر ہے کہ لصورت صحت حدیث اجماع کے حدیث مذکور اسی امر کے مصدق ہو
ہے کہ اگرچہ اتفاق باطل پر بالکل غیر امکان نہیں مگر اتفاق کل امت محمدی صلعم
باطل پر غیر امکان ہے اس صورت میں معنی اس حدیث کے یہی ہونگے کہ اختلاف
امت محمدی صلعم کا جو بموجب حدیث دیگر تہتر فرقون میں لتعین کر دیا گیا ہے۔
پس جس امر میں یہ کل فرقے متفق ہوں وہ امر لبغیر چون و چرا صحیح و درست ہے نقیض ان
باقی امرون کی لتصحیح لازم یا یہ معنی کہ ان تہتر فرقون میں کوئی فرقہ ضرور حق پر ہوگا

نہ کل ناحق پر جمع ہونگے جیسا ایک فرقہ کا ناجی ہونا خود اسی حدیث سے ثابت ہے
نہ یہ معنی کہ جس امر پر پانچ آدمی ایک وقت خاص مین برضاے قلب یا بغیر رضاے
قلب یا بغرض خاص راے ملالین وہ درست ہو جائیگا گو وہ راے خلاف راے دیگر
اشخاص یا خلاف عقل یا خلاف حکم خدا و رسول ہو ایسے معنی کوئی نادان بھی کہہ نہین سکتا
سواے مضطرب و متردد کے زیادہ اس سے تردید اجماع بحث مابعد مین ظاہر ہوگی
انشاء اللہ تعالےٰ ششم اگر بالفرض حسب قول باطل اہل سنت کے تسلیم کر لیا جائے
کہ تقرر امر خلافت، کا اوپر راے مسلمانون کے چھوڑ دیا گیا تھا تو اس صورت مین
مسلمانون کو واجب و ضرور تھا کہ تجویز و تقرر خلیفہ کا ایماناً و انصافاً کرتے نہ بگذاشت
ایمان و انصاف کیونکہ فعل بے ایمانی و بے انصافی جائز و قابل تسلیم نہین اور
ایماناً و انصافاً تجویز و تقرر کرنا خلیفہ کا بلحاظ انہین امورات کے ہو سکتا تھا۔
یعنی پہلے بلحاظ تقرب یقینی خدا و رسول کے دوسرے بلحاظ شرف ولایت و
امامت و وصایت و ظہور کشف و کرامت کے کہ اکثر اہل سنت ان مدارج کو بتفریق خلافت
بنام خلافت باطنی مخصوص بجناب امیر علیہ السلام کہتے ہین تیسرے بلحاظ کمال علم
و دانش کے چوتھے بلحاظ تفضیل صدق و عصمت کے پانچوین بلحاظ ایمان
صادق و اعمال صالح یعنی اتقاے ثابت کے چھٹے بلحاظ انتہاے شجاعت و
عدالت و دیگر فضائل اخلاقیہ کے ساتوین بلحاظ شرف ذات و قرابت و محبت
رسول صلعم کے پس ظاہر ہے کہ یہ سب امور جسطرح یقین کے لیئے کافی و وافی ہو سکین
(یعنی از روے آیات متواترہ و احادیث متکاثرہ صحیحہ متفقہ کے) بنسبت جناب امیر
علیہ السلام کے ظاہر و ثابت ہین بنسبت دوسرے کے نہین جیسا بحث اثبات فضائل

جناب امیر علیہ السلام مین ظاہر ہوچکا۔ لہذا اس صورت مین بھی جناب امیر علیہ السلام
احمق ترین مردمان و اولے ترین مسلمانان تھے واسطے خلافت کے نہ کہ تجویز خلافت
باعتبار کبرسن کے لائق پذیرا ہے کہ اس بات کو بصورت وقوت از حال نبوت طفلی
حضرت یحیی علیہ السلام کے کوئی لڑکا بھی قبول نہین کرسکتا جیسا شیخ سعدی علیہ الرحمہ
فرماتے ہین کہ بزرگی بعقل است نہ بسال۔ لہذا اس صورت مین بھی حق جناب امیر
علیہ السلام کا نسبت خلافت کے بہر نوع ثابت ہے اور جب حق جناب امیر علیہ السلام
کا ثابت ہے تو خلافت مجوزہ البتہ خلاف ایمان و انصاف و ناحق اور فعل بے ایمانی
و بے انصافی و امر ناحق ہرگز قابل قبول و تبعیت نہین ہے ششم اگر یہ فرض کر لیا جاے
کہ استقرار امر خلافت مسلمانون کی ایسے غیر وجوہ یعنی صرف رجوع و خواہش طبیعت
پر چھوڑا گیا تھا تو اگرچہ یہ فرض محال ہے کما لا یخفی مگر اس صورت مین بھی باعتبار
اوس محبت کے جو نسبت جناب امیر علیہ السلام کے بوجوہ متعددہ اوپر کل مسلمانون
کے واجب کی گئی ہے (اور کوئی اوسمین محبت کا انکار نہین رکھتا علی الخصوص
اہل سنت کہ کل نصوص خلافت کو تاویل محبت کر کے صرف محبت پر ثابت قدم ہوئے
ہین بلکہ بعد خدا و رسول تخصیص جناب امیر علیہ السلام کے قائل ہین جیسا بحث
ماقبل مین ظاہر ہوا) ضرور تھا کہ درصورت رہنے محبت مذکور کے رجوع قلب کل
اہل دین کا بطرف جناب امیر علیہ السلام کے ہوتا نہ بطرف اپنے یا دوسرون کے
جیسا بحث ماقبل مین ظاہر ہوا پس اس حالت مین بھی اہل سنت کو ان دو صورتون
سے چارہ نہین یا عدم محبت جناب امیر علیہ السلام کے مقر ہو کر کفر و نفاق ثلاثہ
اپنے اور اپنے مقتداؤن کے ذمہ لین یا اس اعزاز و اکرام اختیاری کو غیر از دوست

یعنی جناب امیر علیہ السلام کے کسی دوسرے کے لیئے گوارہ نکرین جیسا خدا فرماتا ہے
کہ تم مین سے کوئی مومن نہین ہو سکتا جب تک کہ نچاہے اپنے دوست کے لیئے
جو چاہے اپنے واسطے پس جاے غور ہے کہ ہر گاہ بمقابلۂ ذاتِ خاص یہ حکم ہو تو بمقابلۂ
دیگران چہ رسد اور ہر گاہ بحقِ دوستان عام یہ تاکید ہے تو بحق دوست خاص و حب
واجب المحبت چہ گنجد۔ غرض کہ اوس دانائے مطلق و حکیم برحق نے کوئی راہ واسطے
پیشیں رفت جانے باطل کے نہین چھوڑی ہے اور کوئی جگہہ واسطے قائم ہونے کذب
کے نہین رکھی ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ جاء الحق و زھق الباطل انّ
الباطل کان زھوقا یعنی اور آیا حق اور مٹ گیا باطل تحقیق کہ باطل مٹا ہوا ہے

بحث ششم بر رفع بعض توہمات معترضہ اہل خلاف نسبت بخلافت حقہ

توہم اول جناب امیر علیہ السلام نے باوجود رہنے غالب علیٰ کل غالب کی غصب
خلافت پر اپنے کیون صبر اختیار کیا اور جنگ و جدل نہین فرمائی اور باوصف ایسی
شجاعت کے کیا خوف مانع تہا آپکو۔ جنگ و جدل کرنے مین پس جواب واضح ہو کہ
بمقابلۂ دلائل قطعیۃ الیقینیہ مندرجہ بحث ہاے ماقبل کے (اور باوجود جاننے اس بات
کے کہ کل افعال جناب امیر علیہ السلام باعث رکھنے عصمت و صداقت کے مثل
افعال خدا و رسولؐ صلعم مستند ہین چون و چرا کا مقام نہین) ایسے توہمات کا
پیش کرنا غیر از عجز کلام دوسرا متصور نہین تاہم اول وجہ عقلی ظاہر ہے کہ جناب
امیر علیہ السلام خدا و رسولؐ سے بڑھکر غالب علیٰ کل غالب نہ تھے اور نہ معاذ اللہ
شیعونکا ایسا اعتقاد ہے بلکہ یہ غلبہ اعجازیہ جو آپ کو حاصل بمصارف بوجہہ
اطاعت خدا و رسول لعطاے پروردگار تھا نہ بذاتہ تو ہر گاہ خدا و رسول نے

حسب بیان مندرجہ بحث مسئلہ جبر و اختیار خلاف اصول خلقت انسانی بمقتضی زور
و غلبہ قدرتی پیش آنا جائز نرکھا جیسا کہ ظاہر ہے تو جناب امیر علیہ السلام (نہ
بہر نوع پیرو احکام خدا و رسولؐ تھے) خلاف قاعدہ خدا و رسولؐ کیونکر جائز رکھہ
سکتے تھے اور یہی ظاہر ہے کہ جنگ و قتال کہ باعث موجودگی علت نفاق ہیت
واسطے دین کے ضرور نہین مگر بضرورت شدید جیسا معلوم ہوا بلکہ پیغمبر ہیش از
بشیر و نذیر نہین کہ اسیقدر خدا کو ضرور ہے جیسا اکثر مقامون مین او تعالے
خود بھی فرماتا ہے تا خلیفہ چہ رسد اور واسطے غلبہ کے غالب رہنا اوپر ہر مقابل اپنے
کافی ہے- جیسا جناب امیر علیہ السلام کسی مقابل سے اپنے کبھی مغلوب نہین رہے
نہ تنہا فتحیاب ہونا اوپر لاکھون آدمیون کے- چنانچہ ظاہر ہے کہ جنگ معاویہ مین
اگرچہ ہمیشہ غلبہ طرف آپکے رہا لیکن فتح کامل آپ کو حاصل نہوئی- حالانکہ اوس
جنگ مین شامل آپ کے ہزارون آدمی تھے نہ تنہا تھے اور کیونکر فتح ہو کہ آپ
خلاف قاعدہ و اصول شرع تعمیل نہین کرتے تھے مثلاً تعاقب فراریان وغیرہ
نہین فرماتے تھے کہ آپکو راہ حق یعنے راہ خدا کا قائم کرنا تھا اور خدا کو اصلاح و رجوع
قلب قبول راہ نیک یا اختتام حجت سے غرض ہے نہ اطاعت جبر و فتح ملک سے-
اور طرفثانی کچھ خیال اصول شرعی کا نہ رکھتے تھی کہ اونکو فتح ملک سے مطلب تھا
نہ راہ نیک سے و دوم وجہ شرعی- پس واضح ہو کہ خلیفہ برحق (کہ پابندی شرع اول
اوسکو لازم ہے) کوئی جنگ غیر از جہاد کر نہین سکتا ہے اور معلوم ہے کہ جہاد کیلئے
شرعاً شرائط و قیود مقرر ہین نہ یہ کہ جو شخص جسوقت جس مقام پر جس طرح چاہے جہاد
کر لے اور منجملہ شرائط جہاد و واسطے جہاد کے قوت اجتماعی تا معمول و رواج کا ہونا ضروری ہے

تاکہ خلاف عادت انسانی متصور ہو کر موافقین پر تکلیف زائد اور مخالفین پر محض جبر
و بزور قدرتی ثابت ہو جیسا آنحضرت صلعم نے بغیر حصول قوت ظاہری قصد جہاد نفرمایا
اور نہ خدا نے حکم دیا جیسا او تعالے خود فرماتا ہے کہ بمقابلہ سو کفار کے دس ہو ثابت
ثابت قدم اور جب تعداد افواج طرفثانی معلوم ہو یا کسی حالت مین واسطے جہاد
کے چالیس آدمی سے کم ہونا جائز نہین جیسا آنحضرت صلعم نے کبھی کسی سریہ مین
بھی چالیس آدمیون سے کم روانہ نہین فرمایا اور ظاہر ہے کہ خدا ایسی تکلیف
مالا یطاق کو روا رکھہ نہین سکتا ہے کہ تنہا یا قلیل آدمیون سے ساتھ لاکھون
آدمیون کے جنگ کرنا واجب کرے جسکے فرار کو گناہ عظیم قرار دیا ہے حالانکہ خود
فرماتا ہے کہ نہین تکلیف دی مین نے کسیکو مگر بقدر وسعت اوسکے اور پوشیدہ نہین
کہ اوسوقت جناب امیر علیہ السلام کیطرف سوائے ستّرہ آدمیون کے اور کوئی نہین
تھا۔ چنانچہ حسب روایت شیعہ آپ فرماتے تھے کہ اگر چالیس آدمی بھی مجھپر جمع ہوتے
تو مین جہاد کرتا اس صورت مین اگر آپ چالیس آدمی سے کم مین جہاد فرماتے
تو سراسر خلاف قیود جہاد و خلاف شرع و خلاف بندگی متصور ہوتا اور امر بخلاف
بندگی خلیفۂ برحق اور ایسے صاحب دین سے جسنے دنیا کو تین طلاق دیئے ہون
اور جسکے شان مین آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہو ناروا و ناممکن اور کیا نہین دیکھتے قصہا ے
انبیاء سلف کو کہ کفارون نے کیسے کیسے ظلم اونپر کئے ہین مگر بزور قدرتی و اعجازی
کبھی پیش نہین آئے ہین سوم مصلحت پس واضح ہو کہ بحث مسئلہ جبر و اختیار مین
معلوم ہوا کہ پروردگار عالم نے جس اصول پر انسان کو خلق فرمایا ہے اوسی اصول
کے اندر اونسے معاملہ کرتا ہے تاکہ خلاف اصول ہو کر خلاف مقصود خلقت و خلاف

عدل نہو چنانچہ شرع اوسی اصُول پر وارد ہے پس اگر انسان حسب معاملۂ صولی لطوع و رغبت راہ خدا کو اختیار کر لیتا ہے تو ہو المقصود ورنہ او تعالی اوسی اصول کے اندر بحکمت کارفرما ہو کر اپنے مطلب و مصالح صالحین کو فوت ہونے نہین دیتا اور اسی کو مصلحت کہتے ہین اگرچہ پروردگار نے ہر کام مین اپنے جسقدر مصلحتین رکھی ہین اون سبکا سمجھنا عقل انسانی سے محال ہے اور جسقدر لغور سمجھے جاتے ہین اونکی بھی گنجائش یہ رسالہ نہین رکھتا مگر مصلحت ضروری الاظہار ظاہر کیجاتی ہے واضح ہو کہ اگر کل اہل دین (کہ اونمین ممکن ہے کہ لسبب موجودگی علت نفاق مومنین و منافقین و سست اعتقاد تینون شامل ہون جیسا بحث تشخیصات مین ظاہر ہوا) بعد آنحضرت صلعم بحالت رفع علت اول نفاق لیغنے بحالت اختیار و بخوشی حکم خدا و رسول پر راضی ہو کر بخوشی قلب خلافت ماموری جناب امیر علیہ السلام کو قبول کر لیتے اور لطرف علت ثانی نفاق لیغنے طمع دنیاوی کے رجوع نہ لاتے تو ہو المقصود خدا بلکہ اس صورت مین رضاے خدا پر بخوشی دل دنیا دال ہوتا اور درست ہو جانے اعتقادون کے اور ہرگاہ ایسا نکر کے خلاف اسکے پیش آئے تو بھی مطلب خدا فوت نہوا کیونکہ اس حالت مین صورت تفریق مؤمنان و منافقان یعنی کامل الایمان و غیر کامل الایمان کے باختشام حجت پیدا ہو گئی۔ مگر اس صورت مین پروردگار کو ضرور ہوا کہ راہ حق کو واسطے مومنین و صالحین وقت و آیندہ کے ظاہر و صاف کر کے و کر رکھے لہذا اوسوقت قتال و جہاد کا قائم ہونا کسیطرح قرین مصلحت متصور نہین ہوتا کیونکہ اول ظاہر ہے کہ اوسوقت کے ہنگامۂ شیطانی مین کل لوگ چہ نیک وچہ بد سمجھے و بے سمجھے خلاف ہو گئے تھے تو در صورت قیام جنگ...

غور کرنا و سمجھنا زیادہ تر اون لوگون کو مشکل و محال ہوجاتا اور اون مومنین کے
لیے جو بغیر سمجھے بوجھے حالتِ اضطراب مین شامل اجماع ہوگئے تھے بہت ضرر
متصور تھا اور بسبب موقوفیِ جنگ ہر شخص کو سمجھ بوجھ کر اعتقادِ حق کی طرف
رجوع کرنے کا بخوبی موقع حاصل ہوا۔ دوسرے معلوم ہے کہ کل احادیث
احکامی و تفاسیر ہی خصوص اخبار فضائل ائمہ معصومین علیہم السلام کے
(کہ اس فسادِ عظیم مین وہی اخبار رہبرِ راہ حق ہوئے ہین) کل اونھین
لوگون کے ذہن و زبان پر متفرق تھے تو درصورت قیام جنگ و جدال ضرور
تھا کہ لوگ زیادہ تر مخرفت اور عداوت پر قائم ہوکر اون کل اخبارات کو
زیادہ تر مخفی و ضائع و تغیر و تبدل کرڈالتے کہ جسکے سبب مومنینِ حال و گذشتہ
کو راہ حق کا دریافت کرنا مشکل و محال ہوجاتا اور موقوفی جنگ و جہاد مین یہ
فائدہ ہوا کہ وہ لوگ مقصود اپنا پاکر زیادہ تر مدعی دین نہوسے مگر بقدر نفع
اپنے اور اس عرصہ مین کل احکامِ شرعیہ اور فضائل ائمہ طاہرین علیہم السلام
کے اور نصوصِ خلافتِ حقہ وغیرہ ہر دو کے بیان ہو ہوکر مشہور و شائع و درج
کتب ہوتے گئے کہ جسکے سبب مومنین حال و گذشتہ کو صورت دریافت کرنی راہ
حق کی ہاتھ آئی اور دین خدا بالکلیہ منہدم ہونے نپایا مگر دعوے خلافت
کے واسطے قائم کرنے حق خلافت کے ضرور تھا کسیوقت جناب امیر علیہ السلام نے
نہ چھوڑا جیسا کتب فریقین مین موجود ہی غرض کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ

توہم دوم

اگر خلافت خلفاء ثلثہ کی ناحق ہوتی تو جناب امیر علیہ السلام کیون اونسے

بیعت کرتے اور بصورتِ بیعت چونکہ کوئی فعل آپکا ناحق تصور ہو نہین سکتا
لہذا وہ بیعت حق و قابل تبعیت ہے نہ ناحق و قابل انکار و بیعتِ خوف و
تقیہ شایان غالب علی کُل غالِب نہین بلکہ تقیہ نوعی از نفاق ہے جو آپ پر
قبیح متصور پس جواب واضح ہو کہ بیعت کرنا جناب امیر علیہ السلام کا خلفائے
ثلثہ سے بروایت صحیحۂ اہل تشیع ثابت نہین لیکن جو کچھ شیعہ قبول و تسلیم
کرتے ہین وہ بعد شش ماہ از وفات آن حضرت صلعم یعنے پس از وفات سیدہ
صلوات اللہ علیہا کے کہ اوسوقت لوگ آپکو زیادہ تر ضعیف جاننے لگے تھے اور قدر و
منزلت مین آپکے کمی تصور کرنے لگے تھے بحالت جبر و زور بسیار اور روایات اہل سنت
بھی بالکلیہ اسکے خلاف نہین چنانچہ انکار و تکرار و دعوائے خلافت اور بھی جبر و زور
مثل قصد احراق بیت وغیرہ روایات اہل سنت مین بھی وارد ہے اور کتب تواریخ
و احادیث مین اونکے موجود و مشہور مگر نسبت ایام بیعت کے روایات اہل سنت
مختلف واقع ہین بعض روایات سے بعد سہ روز اور بعض سے بعد چہل روز
اور بعض سے بعد شش ماہ پس از وفات جناب سیدہ علیہا السلام کے ظاہر ہوتا ہے
اور روضۃ الاحباب مین قول آخر اصح لکھا ہے جو کچھ ہو مگر دعوائے خلافت و انکار
و مکث بیعت بہرحال ثابت ہے لیکن وجوہ بیعت پس اول وجہ شرعی ظاہر ہے کہ
بحالت جبر و زور ان تین امر سے مفر نہین یا قتال و جہاد کرنا یا بغیر جنگ بطور عبث
جان دینا یا بیعت کرنا اگر تردید تو ہم اول مین ثابت ہوچکا کہ جہاد اوسوقت بباعث
عدم موجودگی شرائط جہاد جائز نہ تھا اور ارتکاب ناجائز ناروا اور بطور عبث جان
دینا عقلاً اور بھی بموجب حکم خدا کہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ

کہ نہ ڈالو اپنی جانون کو ہلاکت مین) ممنوع اور ارتکاب ممنوع ناجائز لہذا بیعت و تبعیت ظاہری جابران حق متصور مجبور کے لیئے نہ واسطے جابر کے اور اسیکو تقیہ کہتے ہین یعنی بحالت خوف جان، واجب و عادتی و عدم موجودگی شرائط جہاد تبعیت ظاہری جابران کی اختیار کر لینا جیسے آنحضرت صلعم نے بحالت خوف جان و عدم موجودگی حکم جہاد کلمۃ الکم و بنکم ولی دین خلاف رسول عمدۂ رسالت اپنے بحکم خدا فرمایا و آبعد ازان ہجرت مثلوبانہ لیئے لطف خفیہ اختیار کی پس تقیہ بحالت موجودگی شروط حق ہے کیونکہ حق وہ امر ہے جو مطابق حکم خدا کے ہو اور ناحق وہ امر ہے جو مطابق حکم خدا کے نہو پس تقیہ بمصداق آیہ مذکور مطابق حکم خدا و حق متصور پس اہل تشیع بیعت کرنے کو جناب امیر علیہ السلام کے ناحق نہین کہتے و سمجھتے ہین بلکہ انکار بیعت و بیعت کرنا دونون حق سمجھتے ہین یعنی جبتک شروط تقیہ موجود نہوئے آپ نے انکار فرمایا پس وہ انکار بسبب رسنے خلافت ناحق کے حق تھا اور جب شروط تقیہ یعنی جبر و زور موجود ہوگیے تو بیعت کرلی - پس یہ بیعت بہ سبب حق ہونے تقیہ کے حق جیسے حرام چیز کا کھانا حرام و ناحق ہے مگر بحالت فاقہ سہ روزہ حلال و حق ہے بلکہ بالعکس حرام و ناحق ہے لیکن یہ علت تا عدم میسر رزق حلال کے جائز رہیگی نہ ہمیشہ کیلیے بصورت مین بیعت ناحق سے شیعون کے یہ مراد ہے کہ جابرین کا جناب امیر علیہ السلام سے بجبر بیعت لینا ناحق ہے نہ آپکا بیعت کرنا پس یہ ہین مطلب اوس حدیث کے کہ پھرتا ہے حق اوس طرف جس طرف علی پھرے علیہ السلام جیسے مولوی عبدالعزیز دہلوی نے اپنے تحفہ اثنا عشریہ مین بہ طمطراق تمام نسبت حقیت خلافت خلفاء بسبب بیعت جناب امیر علیہ السلام استدلال کیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ نقیض و

متضاد اقوال یعنے انکار و اقبال دونون حق نہین ہوسکتے اور ظاہر ہے کہ اہلسنت
کے یہان انکار بیعت و بیعت کرنا دونون ثابت ہے تو جبتک دونون امر حق ثابت
نہ کیئے جائین حقیت قایل کی ثابت نہین ہوسکتی اور نہ اوسکے ذریعہ سے استحقاق
خلافت ناحق کا ثابت ہوسکتا ہے اور تقیہ کو جو بموجب حکم خدا ثابت ہے نفاق قرار
دینا خالی از جہالت نہین کیونکہ نفاق قائم رکھنا کفر کا ہے قلباً اور تقیہ بالعکس قائم
رکھنا ایمان خدا کا ہے قلباً مصرع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؎ پس نفاق
بسبب پوشیدہ رکھنے کفر کے بد نہین ہے کیونکہ اخفاء کارہاے بد نسبت اظہار
اولی متصور عقلاً و نقلاً بلکہ نفاق بسبب بد رہنے اوسکی اصل کے کہ کفر ہی بد ہے
اور چونکہ اصل تقیہ کہ ایمان خدا ہے بد نہین لہذا تقیہ بد نہین ہوسکتا یعنی قائم
رکھنا امر ناحق کا ہر طرح ناحق اور قائم رکھنا امر حق کا ہر طرح حق جسطرح آنحضرت
صلعم نے کلمہ لکم دینکم ولی دین خلافت واب رسالت اپنے فرماکر ایمان خدا
کو قائم رکھنا چاہا اور بعد ازان بہ ہجرت خفیہ قائم رکھا صرف اسقدر ہے کہ اظہار
کارہاے نیک نسبت اخفاء اوسکے بہتر ہے بخیال اختیار کرنے دوسرون کے سوا
بحالت مجبوری عیب نہین ہوسکتا چنانچہ فتوح شام مین لکھا ہے کہ جنگ فارس
مین ہرگاہ کچھ اہل اسلام بادشاہ فارس کے یہان اسیر ہوگئے تو ابو عبیدہ جراح
امیر لشکر اسلام نے خالد بن ولید کو مع ہزار جوان بنظر سبیل رہائی اونکے روانہ کیا
جب یہ لوگ قریب شہر شاہی پہونچے تو ایک دیر کی راہب نے از روے کتب
سابقہ فتح اسلام کی خبر دی کر کہا کہ ہمکو ایک برارت نامہ لکھدو کہ جب تمھاری فتح
ہو تو کوئی ہمسے مزاحمت نکرے چنانچہ خالد بن ولید نے بعوض ہزار صلیب و ہزار

زنار کے لکھدیا اور چونکہ بادشاہ فارس نے کسی شاہ نصرانی سے مدد طلب کی تھی لہذا یہ لوگ بذریعۂ اوس زنار وصلیب کے بشکل نصارا بنکر باظہار مددنصبار شہر شاہی مین داخل ہوئے جب دربار مین گئے تو لوگون نے کہا کہ حسب دستور بادشاہ کو سجدہ کرو۔ تب یہ لوگ گھبرائے اور آپسمین مشورہ کیا آخر رائے اسی پر قرار پائی کہ خدا فرماتا ہے کہ نہ ڈالو اپنی جانون کو ہلاکت مین اسلیئے سجدہ کرنا اسوقت مین مضائقہ نہین چنانچہ سب نے سجدہ کیا پس اس حال سے ظاہر ہے کہ یہان تقیہ سے بھی زیادہ کیا گیا۔ کیونکہ اوسوقت مسلمانان خود بر سرجہاد تھے اور جملہ شروط وقیود جہاد موجود اور بھی تقیہ شیعیان مین اصلی از اصول دین کا مخفی رکھنا ہوتا ہے زبانی اور یہان کل اصول دین کا اخفا و انکار ثابت نہ صرف زبانی بلکہ صدور فعل ناجائز سجدہ اوسیطرہ اور بھی ظاہر ہے کہ اسوقت جو مسلمانان ہندوستان تبعیت آئین نصارا کی کررہے ہین بیرون از تقیہ نہین بلکہ بخوشی اوس آئین کے مطابق مقدمہ دائر کرنا و انصاف چاہنا اور اونکے فیصلجات کو بخوشی اجراے کرانا اور اوس سے نفع یاب ہونا بیش از تقیہ متصور ہے حالانکہ اسوقت دار ہجرت موجود ہے اور اوسوقت کوئی دار ہجرت بھی موجود نتھا دوم مصلحت چون باظہار خدا و رسولؐ اور بھی بعلم امامت اپنی جناب امیر علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ایک وقت وایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ بعین مخالفان و دشمنان کو آپکے ایسا فروغ و غلبہ حاصل ہوگا کہ محبان و تابعان آپکے نام محبت و تبعیت سے آپکے واجب القتل تصور کیئے جائینگے تو اسصورت مین اگر آپ یہان بوجہ بخوفی و غلبہ اپنے تقیہ نفرماتے تو یہی سنت آپکے تابعان کیواسطے

بھی قائم وستند ہو کر اون لوگون کو بھی کسی حال مین تقیہ جائز نہوتا تو اونکے گونگی
جان بری کی کوئی صورت قائم نہوتی اور سب کے سب سخت ہلاکت مین پڑتے
کیونکہ اونہین تو کوئی غالب علی کل غالب متصور نہین بلکہ قائم رہنا مذہب حقہ کا
دشوار ہو جاتا اسلیے ضرور تھا کہ جناب امیر علیہ السلام باوجود رہنے غالب علی کل غالب
کے بہ مصلحت قائم کرنے سنت تقیہ اور ظاہر کرنے تاویل کلام الٰہی کے تقیہ فرمائین
جسطرح آنحضرت نے بنا بر قائم کرنے سنت ہجرت خفیہ کے پوشیدہ ہجرت فرمائی
ورنہ ظاہر ہے کہ جو ایک چٹکی خاک سے سبکو اندھا بنائے اوسکو علانیہ نکل آنا کیا
مشکل تھا۔ پس اگر بعیت تقیہ شایان امام نہین تو ہجرت خفیہ بھی شایان پیغمبر نہین
ہو سکتی اور اگر ہجرت خفیہ خلاف شان پیغمبر نہین تو بعیت تقیہ بھی خلاف شان
امام نہیت ہو سکتی جیسے ہجرت خفیہ کفار سے روا ویسا ہی بعیت تقیہ منافقین سے جائز
کیونکہ بعیت منافقین نسبت ہجرت بطرف کفار اولیٰ متصور ہے اس صورت مین ہر
اعتراض اہل سنت نسبت تقیہ جناب امیر علیہ السلام بیجا و ناروا متصور ۔ + +

توہم سوم

اگر خلافت غصب ہوتی تو جناب امیر علیہ السلام خلفا کے ساتھ اکثر مشورہ مین
کیون شریک رہتے اور اکثر امور مین کیون اونکے معین و مددگار ہوتے اور وقت
محاصرۂ مکان خلیفۂ سوم کیون پانی وغیرہ پہونچانے سے اونکی اعانت کرتے۔
پس جواب ہرگاہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ مامور بامر اللہ تھے تو لوگون
کے قبول نکرنے سے موقوف ہو نہین سکتے اور نہ کسی کے خلیفہ بننے سے معطل
ہان اطاعت کرنے و نہ کرنے کا لوگون کو اختیار تھا پس اس حالت مین جہانتک

ممکن ہو سکے آپکو اپنا کام یعنی راہ خدا کو قائم و ظاہر رکھنا اور جہانتک ممکن ہو رفع فتورات و صورت قیام دین مین کوشش و پیروی کرنا ضرور تھا اور ظاہر ہے کہ شراکت آپکی ایسی ہی کامون مین تھی نہ غیر انکی مثلاً بہ تردید و تصفیہ قضایاے خلافت و بجواب سوالات اہم سایلان و بہ تسکین طالبان ثبوت رسالت وغیرہم اور کار خلیفہ اصلاہی ہے اسصورت مین آپ درحقیقت کار متعلقہ اپنا انجام دیتے تھے جسکے لیئے مامور تھے نہ اون لوگون کے شریک و معین رہتے تھے اور مدد کرنا خلیفہ سوم کے وقت محاصرہ ساتھ پہونچانے پانی وغیرہ کے بہ تقاضاے اخلاق حمیدہ تھا نہ بنظر محبت اور اخلاق ساتھ دوست و دشمن دونون کے ہو سکتا ہے چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہین کہ مصرع با دوستان تلطف با دشمنان مدارا + اور جیسے آنحضرت صلعم نے واسطے اولاد حاتم کے چادر مبارک اپنی بچھا دی حالانکہ وہ کافر تھے چنانچہ یہ رباعی اسی امر کی مصداق ہے رباعی شربت دیا قاتل کو سخی ایسے تھے + روشن ہی خدا پرستی جیسے تھے + جی چاہتا ہی پوچھتے پیغمبر سے یا رو تھین واللہ علی کیسے تھے +

توہم چہارم

اگر خلافت اجماعی ناحق تھی اور جناب امیر علیہ السلام خلیفہ برحق و مامور خدا تھے تو حین شورۂ خلافتِ سوم کیون خلافت قبول نفرمائی اور پھر بعد خلیفہ سوم وقت رجوع اہل دین کیون اختیار خلافت سے انکار فرماتے تھے اور بغیر رضاے صحابہ کبار قبول و منظور نفرمائی۔ پس جواب واضح ہو کہ خلافت ماموری نہ کسی کے قائم کرنے سے قائم ہو سکتی ہے نہ کسی کے برطرف کرنے سے برطرف ہان نفاذ و نفع

خلافتِ اموری بغیر حصول اجماع کے ممکن نہین سود و نفع خود مسلمانون کی ذات کیلیے ہے نہ ذات خدا و خلیفہ کے لیے اس صورت مین کوئی انکار آپکا بحیثیت خلافتِ اموری کا کے نہ تھا بلکہ بحیثیت خلافت اجماعی مقرر کردہ مسلمانان کے تھا کہ مسلمانان اسی حیثیت پر آپکو خلیفہ بنانا چاہتے تھے نہ اعتقاد خلافتِ اموری کیطرف رجوع کرکے

پس وجہ انکار اول معلوم ہے کہ وقتِ شورۂ خلافت سوم عبدالرحمان بن عوف نے امیر شورہ نے آپ سے کہا کہ اگر حکم خدا و سنت رسول و سیرت شیخین پر قائم رہنے کا اقرار کرو تو ہم شامل تمھارے بیعت کرتے ہین۔ آپ نے اختیار سیرت شیخین سے انکار فرمایا نہ خلافت سے اگرچہ جواب جناب امیر علیہ السلام مین اہل سنت مختلف ہین مگر سوال عبدالرحمان بن عوف مین کسیکو کلام نہین لیکن رعائے اہل حق سوال ہی سے ثابت ہے یعنی ظاہر ہے کہ اگر سیرت شیخین کے کل مطابق حکم خدا و سنت رسول کے ہوتی۔ تو قید علحدہ کی ضرورت نہ تھی اور جب قید علحدہ پر تمسک کیا گیا تو اسی سے ظاہر ہے کہ کل سیرت شیخین کے مطابق حکم خدا و سنت رسول کے نہ تھی اور خلاف حکم خدا و سنت رسول بدعت ہے اور اختیار بدعت خلیفہ برحق سے ممکن نہین اور نہ تخلف قول و عہد لہذا بیشک انکار آپکا بوجہ اسی قید بیجا کے تھا نہ دوسری وجہ سے ورنہ قبل شورۂ و بعد شورہ کسی وقت طلب و دعواے خلافت منصوص آپ نے نہ چھوڑا جیسا معائنہ تواریخ اہل سنت سے ظاہر ہوگا اور اگر یہی جواب جناب امیر علیہ السلام کا فرض کرلیا جاسکے کہ حتی الوسع انجام کرینگے جیسا اکثر اہل سنت کہتے ہین تو یہ جواب کہ جسمین انجام کار او پر اعانت خدا کے رکھا گیا ہے کیا برا تھا کہ جسکے سبب عبدالرحمان بن عوف نے (باوجود آگاہی از عصمت و صداقت و حقیت قول و فعل جناب امیر علیہ السلام

اونکو واسطے خلافت کے قبول نہین کیا وہذا من الکفر پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اختیار سیرت شیخین سے انکار فرمایا کما لایخفے اما وجہ انکار دوم - پس ظاہر ہے کہ خلافت ماموری کے لیے ضرور ہے کہ اطاعت حکم خلیفہ کے مثل اطاعت خدا و رسول بغیر چون وچرا کے لازم کیجاے اور اعتقاد رکھا جاسے کہ اوس سے خلاف حق صادر ہو نہین سکتا - مگر اوسوقت لوگ عادی خلافت اجماعی مقرر کردہ اپنے کے ہو گئے تھے خلیفہ کو مثل اپنے سمجھتے تھے اور جو بات خلیفہ کی اچھی معلوم ہوتی تھی اوسمین اطاعت کرتے تھے اور جو اچھی نہین معلوم ہوتی تھی اوسمین اطاعت ضرور نہ جانتے تھے بلکہ خلیفہ اونکی عقل ورا سے پر چلتے تھے اس سبب سے اوسوقت انجام ایسے کار اہم خلافت کا بقاعدۂ حق وصواب دشوار متصور تھا لہذا آپ نے اول بنظر اختتام حجت وامتحان قلوب انکار فرمایا اور بعد رجوع ہونے اکابر صحابہ کے کہ صلاح وفساد دونون انہیں سے صورت پذیر ہو سکتا ہے - پس از ضد مسلمانان (جب بحث اوپر اوسکے آئی کہ سواے آپ کے کوئی لیاقت خلافت کی نہین رکھتا) قبول کیا - اگرچہ یہ خلافت بدرجۂ خلافت ماموری کے نہ تھی یعنے کل مسلمانون کا اعتقاد مثل اعتقاد لائق خلیفہ مامور کے نہ تھا - لیکن بوجہ مصالح کثیر قبول فرمائے گئے تھے کہ بعض اوسمین سے یہ ہین - اول بذریعہ اس خلافت کے بیان کرنے عقائد مذہب حقہ و قائم کرنے راہ صواب کا موقع ملا اور ظاہر کرنے تفسیر وتاویل ضروری اکثر آیات قرانی کا محل حاصل ہوا - دوم جو کچھ احادیث واخبار

فضائل جناب امیر علیہ السلام و ائمہ طاہرین علیہم السلام کے بسبب بر خلاف بنی
مسلمانان مخفی رہ گئے تھے یا بہ خلاصگی بیان نہیں ہوسے تھے بعد اس خلافت
کے بہ خلاصگی تمام بیان اور مشہور ہو گئے جسکے سبب مخالفین کو اوپر افعال
و اقوال آپکے اونگلی رکھنے کی جگہ نہ رہے اور مومنین کو صورت و دلیل تقویت
راہ حق کی ہاتھ آئے سوم بسبب انحرافی معاویہ جسکے عزل مین اکثر لوگ
معترض ہوتے ہین (بنیاد تفریق مذہب حق کی) جو اصل مقصود خدا تھا صورت
قائم ہو گئی خصوص بعد حکم حکمین صلح معاویہ کے کہ اوسوقت علاوہ متابعان
معاویہ کے متابعان جناب امیر علیہ السلام مین تین فرقے ہو گئے بعضون نے
کہا کہ لا حکم الا اللہ - یعنی سوائے خدا کے کسی کا حکم نہین اور یہ فرقہ خارجی
کہلایا اور یہ فرقہ دونون کو برا کہتا و سمجھتا تھا چنانچہ جناب امیر علیہ السلام نے
ساتھ اس فرقے کے جنگ کی اور بعضون نے حکم حکمین پر رضا دے کر کہا کہ
ہمنے ان دونون مرد کے کام کو خدا کے سپرد کیا اور یہ فرقہ مرجئہ کہلایا اور
جو لوگ جانتے تھے کہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ مامور بامر اللہ ہین نہ کسی کے
مقرر کرنے سے مقرر اور نہ کسی کے برطرف کرنے سے برطرف ہو سکتے ہین انھون
نے کہا کہ حکمین نسبت تجویز خلافت اجماعی مقرر کردہ مسلمانان کے مقرر ہوئے تھے
نہ نسبت تجویز خلافت منصوصی و ماموری خدا کے پس اگر خلافت اجماعی مقرر کردہ
مسلمانان بموجب حکم حکمین جناب امیر علیہ السلام کو نہین رہی تو خلافت منصوصی
و ماموری خدا کہین جا نہین سکتی ہے۔ لہذا ہر حال مین سوائے جناب امیر
علیہ السلام کے دوسرے کو خلیفہ جاننا روا نہین اور یہی فرقہ شیعہ علی کہلایا

اور بعد ازان ساتھ جناب امیر علیہ السلام کے رہا چہارم مسلمانون نے
جو حدیث اجماع کو حسب مطلب اپنے نسبت اجماع خلافت کے تاویل کرکے تمسک
کیا تھا وہ اجماع اس خلافت مین بوجہ اجماع معاویہ غلط ہوکر اہل حق کو نسبت
تردید خلافت اجماعی کے دلیل مستحکم ہاتھ آئی - پنجم اس خلافت سے وہ
قول بے ثبوت اکثر اہل خلاف کا کہ خلافت باطنی و خلافت ظاہری دو چیز علیحدہ
علیحدہ ہین اور دو جگہہ ہونی چاہئیں اور جناب امیر علیہ السلام نے خلافت ظاہری
کو بسبب رہنے کار ذلیل و ادنے و متعلقہ خواہشات دنیا و ناقابل الاختیار
خاصان کے خود ترک فرمایا - رد ہوگیا کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو جناب
امیر علیہ السلام باین جلالت مرتبت و رکھنے صداقت و عصمت اور دینے تین طلاق
دنیا کو - اسوقت بھی خلافت ظاہری ناقابل الاختیار کو ہرگز اختیار نفرماتے
اور جب اختیار فرمایا تو اسی سے ثابت ہوگیا کہ خلافت باطنی و ظاہری دو شئے
متضاد نہین اور نہ خلافت ظاہری کار دنیا و ذلیل ہے اور نہ خلاف شان صاحبان
باطن و خاصان الٰہی کے ہے اور نہ جناب امیر علیہ السلام نے کسی وقت مین
خود ترک فرمایا مگر بعضیان اہل دین جیسا ہر وقت دعوی کرنا جناب امیر علیہ السلام
کا نسبت خلافت ظاہری اپنے خود کتب اہل سنت سے ثابت ہے غرض کہ مقصود
خدا کسی حال مین فوت نہین ہوسکتا مگر ہم حیران ہین ایمان و انصاف پر اہل
خلافت کے کہ یہان تو دنیا کو جناب امیر علیہ السلام سے اسقدر علیحدہ کرتے ہین
کہ خلافت ظاہری کو بھی (جو اصلی از اصول و باعث درستی و سلامتی دین ہے)
واسطے اونکے گوارا نہین کرتے اور وہان جنگ جناب امیر علیہ السلام و عائشہ وغیرہ مین

جنگ وجدال دنیاوی۔ عداوت دنیاوی کو باہم جناب امیر علیہ السلام و عائشہ وغیرہ کے روا رکھتے ہین جیسا مولوی عبد العزیز دہلوی نے اپنے تحفہ اثنا عشریہ مین لکھا ہے اور بھی جس کام کو کار دنیاوی لکھتے ہین اوسی کے اختیار کرنے والون کو صاحب دین و جلیل سمجھتے ہین کہ یہ تخبط و اختلال ہے یا التعصب و عناد کما لا یخفیٰ بلکہ شایان ایمان و انصاف کے یہ سمجھنا ہے کہ ہرگاہ عصمت و صداقت و حقیت جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ بسیاری آیات و احادیث صحیحہ متفقہ کے ثابت ہے تو ہر قول و فعل جناب امیر علیہ السلام کا مثل قول و فعل خدا و رسول صلعم کے مستند صحیح و صادق و فعل دین ہے اور جو شخص اونسے مقابلہ کرے یا اونکے قول و فعل کو رد کرے وہ بیشک بر سر ناحق و باطل ہے۔ ششم اس خلافت مین بوجہ جنگ جمل و صفین و نهروان (جسمین اکثر اصحاب جلیل القدر جنگ کرنے مین ساتھ عالم و صادق و معصوم یعنے جناب امیر علیہ السلام کے اور جسکی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جسنے جنگ کی علی سے اوسنے مجھسے جنگ کی اور جسنے عداوت کی علی سے اوسنے مجھسے عداوت کی اور جنگ و عداوت علی کی عین کفر و نفاق ہے اور مین جنگ کرنے والا ہون اوس سے جو علی سے جنگ کری شریک تھے) بدی و نفاق دلی و حب ہوا و ہوس دنیاوی بسیار سے اصحاب رسول صلعم کا جو نیک و متبرک سمجھے جا سکتے تھے اور اہل خلاف کے یہان سمجھے جاتے ہین مثل بدری اصحاب حضرت موسیٰ و دیگر اشان کے بخوبی و یقینی طور پر ثابت ہوگیا اور کسی کے قول یا فعل کا اعتماد باقی نہین رہا مگر جسکی نیکبختی از روی قول خدا و رسول صلعم یا بتصدیق معصوم ثابت ہو۔ ہفتم اس خلافت کے

قائم ہونے سے رد و جھوٹھی ہوگئے وہ حدیث جیساکہ روایت کیا خلیفہ اول نے
وقت نزاع خلافت کے کہ فرمایا ہے آنحضرت صلعم نے کہ رسالت و امامت دونون ایک
خاندان مین جمع نہوگی اور گواہی دی اوسکی نسبت خلیفہ دوم و ابو عبیدہ جراح وغیرہ
چار شخصون نے اور جھوٹے اور دروغگو ثابت ہوگئے یہ پانچون اشخاص بہ سبب
جھوٹ روایت کرنے اس حدیث کے۔ و باللہ التوفیق۔

توہم پنجم

اگر خلافت ائمۂ معصومین علیہم السلام کی منصوص و ماموری خدا تھی تو حضرت امام حسن
علیہ السلام نے باوجود قائم رہنے اوپر تخت خلافت کے کیون خلع خلافت کرکے
معاویہ سے (جو باعتقاد شیعیان فاسق و فاجر بلکہ کافر تھا) صلح فرمائی۔

پس جواب - واضح ہو کہ اول وجہ شرعی معلوم ہے کہ بعد جناب امیر
علیہ السلام کے جسوقت لوگون نے شامل حضرت امام حسن علیہ السلام کے بیعت
کی تو اکثر لوگون نے کہا کہ بیعت کرتا ہون مین اوپر متابعت احکام قرآن اور جہاد
با معاویہ کے جسکے جواب مین آپ نے فرمایا کہ اگر جہاد ساتھ معاویہ کے مطابق
حکم قرآن کے نہین ہے تو جائز نہین اور اگر مطابق حکم قرآن کے ہے تو قید
علیحدہ کی حاجت نہین اس سے معلوم ہوا کہ اعتقاد اون سب کا ساتھ
آپ کے مثل اعتقاد لائق خلیفۂ مامور کے نہ تھا۔ کیونکہ خلیفۂ مامور سے کوئی قید
جائز نہین بلکہ وہ اکثر لوگ بنظر جنگ و جہاد بطمع ملک و مال شریک ہوسے تھے
اور خدا و خلیفہ برحق کو اویسے لوگون سے کام ہے جو بے لوث دنیا راہ حق
اختیار کرین اور عہد جناب امیر علیہ السلام مین بخوبی تفریق اعتقاد حق و مذہب

حقہ کے ہو چکی تھی اسلیے آپ نے بنظر امتحان وتفریق مومنین اصلی کلمۂ خلافت مقصود
اونکے ظاہر کیا یعنے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ معاویہ سے صلح کردون تاکہ جو لوگ
اعتقاد نسبت خلافت ماموری کے رکھتے نہونگے وہ علیحدہ ہو جاوینگے چنانچہ
امتحان پر بہت لوگ خلاف ہوکر معاذ اللہ آپکو برا کہنے لگے اور اوپر قتل آپکے
مستعد ہوگئے بلکہ پاے مبارک پر زخم پہونچایا اور لبساط مبارک چھین کر لے
گئے اور قدرے قلیل صحیح الاعتقاد جو باقی رہ گئے اونکو بمقابل معاویہ قوت
نہ تھی جو جہاد واجب ہوتا اور جب جہاد واجب نہین رہا تو صلح ضرور بشرط
جائز چنانچہ باین وجہ ونیز بنظر چند مصلحت دیگر کے جو بعد ازین ظاہر کیجاوینگی
انشاء اللہ تعالے۔ آپ نے معاویہ سے صلح کرکے خلافتِ اجماعی سقیفہ کردہ
مسلمانان کو خلع فرمایا نہ خلافت ماموری خدا کو کہ وہ ہرگز خلع ہو نہین سکتی اور اگر
قیود جہاد موجود بھی سمجھے جائین تو بھی حسب مصلحت وقت صلح کرنے مین کوئی
مضائقہ متصور نہین کیونکہ ہرگاہ آنحضرت صلعم نے باوجود موجود رہنے شرائط جہاد کے
حدیبیہ مین بہ مصلحت وقت کفار سے صلح مغلوبانہ کرلی تو فاسق ومنافق سے کہ ظاہر
اپنے کو دین اسلام مین ظاہر کرتا تھا صلح غالبانہ کرنے مین کیا مضائقہ متصور
ہوسکتا ہے تو اس صورت مین اس صلح کو ترک جہاد کہنا چاہیے نہ خلع خلافت
پس یہ صلح ہر طرح افضل وبہتر متصور ہے صلح حدیبیہ سے باین وجہ کسی طرح
خلاف شرع تصور ہو نہین سکتی اور نہ اس روسے معاویہ نیک سمجھا جا سکتا ہے
اور نہ خلافت ماموری مین آپ کے کوئی نقصان لاحق ہوسکتا ہے ۔ دوسرے وجہ
مصلحت۔ پس پہلے ظاہر ہے کہ مذہب حق قریب بعہد خلافت جناب امیر علیہ السلام

کے تفرق ہوا تھا اور جو لوگ اس مذہب پر راسخ الاعتقاد تھے وہ بہت قلیل تھے
پس اوس وقت اون لوگون کو جہاد مین ضائع کرنا کسی طرح قرین مصلحت و مناسب
نہ تھا۔ کیونکہ اونکے قائم رہنے مین اشتہار اعتقاد حق کا اور ترقی مذہب حقہ
کی متصور تھی اور اونکے ضائع ہوجانے مین بالکلیہ ضائع ہوجانا مذہب حق کا
اور بھی ضائع ہوجانا اون کل اقوال جناب امیر علیہ السلام کا جو بتائیدہ مذہب
حق اونسے ظاہر کئے گئے تھے اور بھی ضائع ہوجانا اون کل فضائل جناب امیر و ائمہ
علیہم السلام کا جو لبعہد خلافت جناب امیر علیہ السلام اونکے روبرو بخلاصگی بیان
و روایت ہوے تھے اور بھی ضائع ہوجانا اون کل کرامات و معجزات جناب
امیر علیہ السلام کا جو اونکے روبرو ظاہر ہوئے تھے اور بھی ضائع ہوجانا
اون کل مسائل شرعیہ تاویلیہ وغیر تاویلیہ و دیگر اقوال جناب امیر علیہ السلام کا جو اونسے
یا اونکے روبرو بیان فرمائے گئے تھے متصور تھا دوسرے وہ صحیح الاعتقاد لوگ
خلاف اعتقادون و سست اعتقادون مین مخلوط تھے اور بغیر تفرق کرلینے کے
اوس زمانہ شر و فساد واجب التقیہ مین علانیہ استحکام کیا جانا اونکے
اعتقادون کا مناسب و ممکن تھا۔ اسلیے ضرور ہوا کہ جہاد موقوف رکھا
جاسے۔ تا معتقدین اعتقاد حق بخوبی تفریق ہوجائین کیونکہ اس حالت
مین بسبب نہین رہنے کوئی علت نفاق کے اس طرف وہی لوگ رجوع لانیکے
جنکو سواے عقبیٰ کے دوسری غرض نہوگی۔ پس اونسے بیان احکام و وجوہ
حقیت مذہب حق مین کوئی مضائقہ تصور نہوکر بخوبی و بفراغت تمام صورت
استحکام و ترقی و قیام اس مذہب حق قریب الانعقاد کی (جس سے اصل مقصود

خدا ہے) پیدا کی جائیگی جیسا کہ کیئے گئے۔

توہم ششم

اگر تقیہ درست و جائز ہے اور جناب امیر علیہ السلام نے مجبوری باعث نہین حاصل رہنے قوت کے بعیت کی۔ تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے باوجود عدم حصول قوت کے کیون بعیت یزید قبول نکرکے مفت جان دی اور تقیہ نفرمایا۔ اگر بسبب فسق و فجور علانیہ یزید کے تھا تو اس صورت مین بعیت جناب امیر علیہ السلام ساتھ خلفاء اجماعی غیر فاسق و فاجر یعنے خلفاء ثلاثہ کے جائز تو خلافت اونکی ناجائز متصور ہو نہین سکتی۔

الجواب

پس اول وجہ شرعی ظاہر ہے کہ بعیت بہ تقیہ بحالت مجبوری و عدم موجودگی شرائط جہاد کے جائز ہے اور بحالت غیر مجبوری و قبل مجبوری و موجودگی شرائط جہاد کے انکار ضرور۔ لہذا جب حضرت امام حسین علیہ السلام سے ابتدا اًخواہش بعیت کی گئی انکار فرمایا اور جب دار الحکومت مدینہ مین بنظر حاصل کرنے بعیت کے طلب فرمائے گئے تو چالیس ادمی اپنے اقران سے کہ اوسوقت آپکے ساتھ تھے اپنے شامل لیکر گئے۔ تا بحالت جبر و زور جہاد جائز ہو اور بعد ازان اسی خیال سے کہ شاید مجبور کیے جائین مدینہ منورہ کو چھوڑکر مکہ معظمہ مین چلے گئے۔ لیکن وہان کوفیون نے بہ اظہار اعتقاد و محبت راسخ و بوعدۂ مدد و اعانت مستحکم آپکو طلب کرنا اور جہاد مین

آمادہ کرنا شروع کیا۔ مگر چونکہ بدعہدی و بد اعتقادی اونکے ساتھ جناب امیر علیہ السلام کے وہی ساتھ حضرت امام حسن علیہ السلام کے ظاہر و ثابت ہو چکی تھی۔ جو حجت قوی تھی اوپر عدم اعتبار اونکے اس سبب سے آپ برابر انکار فرماتے رہے یہانتک کہ دوازدہ ہزار خطوط اونکے جمع ہوگئے اور الحاح وزاری اونکی حد کو پہونچی۔ تو بنظر اسکے کہ حجت اونکی حجت خدا پر غالب ہوئی جاتی تھی آپکو ضرور ہوا کہ قصد جہاد فرمائین اسپر بھی آپ نے احتیاطاً حضرت مسلم کو روانہ فرمایا۔ کہ لوگون سے بیعت لیکر تعداد و اعتقاد سے اونکے آگاہ کرین تا حال قوت وضعف کا یقیناً دریافت مین آوے چنانچہ حضرت مسلم نے جاکر لکھا کہ ستر ہزار یا چالیس ہزار آدمی آمادہ جہاد بیعت مین آئی اوسوقت آپ آمادہ جہاد ہوکر اوسطرف روانہ ہوئے۔ اور علاوہ اسکے آپکے شامل بھی بہت مجاہدین موافقت مین تھے۔ لیکن اثنائے راہ مین حال دغابازی کوفیان آپکو معلوم ہوا اوسوقت چونکہ قلباً آمادہ جہاد ہو چکے تھے۔ اسلئے بموجب سنت حدیث جنگ احد کے کہ نہین کھولتے پیغمبران کمر جہاد پر باندھکر فسخ ارادۂ جہاد کر نہ سکے اور بھی واپس آنے کی فرصت آپکو دی نہ گئی چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ یا مجھے واپس جانے دو یا یزید کے پاس لیچلو۔ لیکن ان دو باتون مین سے کوئی بات قبول نہ کی گئی۔ تو چونکہ ہمراہیان سے آپ کے۔ (باوجود روگردان ہو جانے بہت آدمیون کے باستماع حال دغابازی کوفیان اور دریافت خبر شہادت کے) تو بھی چالیس آدمی سے زیادہ یعنی بہتّر آدمی آمادۂ جہاد و مشتاق شہادت آپ کے شامل رہ گئے۔

اور علاوہ اسکے خود اقران سے آپ کے چالیس آدمی آپکے شامل موجود تھے
کہ جسکے سبب شرائط جہاد بدرجہ اخیر موجود وغیر زائل متصور۔ لہذا آپکو انکار بیعت
وجہاد شرعاً ضرور رہوا۔ پس اس بیان سے ظاہر ہے کہ جناب امام حسین
علیہ السلام نے صرف بہ سبب فسق و فجور علانیہ یزید کے انکار بیعت و
جہاد نہیں کیا ورنہ اس صورت مین کل بادشاہان اسلام کے ساتھ
کہ کوئی خالی از بیعت نہ نکلے گا جہاد جائز ہوجاے اور مسئلہ جہاد مین
قید کفار و دارالحرب وغیرہ کی باقی نہ رہے بلکہ بسبب ہونے خلافت یزید ناحق
وموجود رہنے شرائط جہاد کے باعث عدم جواز تقیہ بنظر قائم کرنے اصول
دین کے انکار بیعت وجہاد فرمایا۔ اسلیئے ظاہر ہے کہ یہ ہلاکت داخل ہلاکت
متصور ہو نہین سکتی۔ کیونکہ ہلاکت وہی ہے جو خلاف حکم خدا وغیر نفع عقبے
جان دی جاے یعنی خلاف جہاد دوم مصلحت۔ پس واضح ہو کہ چونکہ
افعال آل عبا محتوی کی گئی تھی اوپر مصالح کثیر و قیام دین و تفریق مومنین
ومنافقین و دریافت و تصفیۂ راہ حق و یقین کے صرف اسی وجہ سے فضائل
کثیر انکے از روے آیات متواتر و احادیث متکاثر ظاہر کی گئی اور اظہار
صداقت و عصمت مین انکے بڑے مبالغہ کیا گیا۔ جیسا کل فرقہ ہاے موجودہ
اسپر اجماع رکھتے ہین کسی کو جاے کلام نہین تا ہر قول وفعل انکا مثل
حکم خدا ورسول مستند یقینی ہو کر کسیکو از موافق و مخالف کسی قول وفعل پر
انکے انگلی رکھنے کی جگہ نہ ملی اور انکار انکے قول وفعل کا گویا انکار آیات خدا
واحادیث رسول متصور ہو کر انکار خدا ورسول پر دال ہو۔ تا بذریعہ جسکے راہ حق

بخوبی ثابت و ہویدا ہو کر صاف ہوکر حجت خدا صاف صاف بطریق قابل یقین
ہر کس و ناکس پر تا بقیامت قائم رہی اور اہل ایمان و یقین کو کسی طرح کی
شک کی نوبت دریافت و تفریق راہ حق و صواب مین جسطرح کہ یقین کے
لیئے کافی ہو نہیں نہ آوے چنانچہ اسی سبب سے محبت انکی عین ایمان -
اور عداوت انکی عین کفر و نفاق قرار دی گئی اور چونکہ حضرت امام حسین
علیہ السلام خاصکر آخر آل عبا تھے لہذا آپکے افعال پر راہ حق کی تفریق
اور صاف ہونیکا خاتمہ کیا گیا۔ یعنی راہ حق و یقین اون کل خس و خاشاک
شبہات سے جو بسبب افعال و اقوال خلافت اہل اسلام کے جو اصحاب
رسول و شرکت نصرت پیغمبر جانتے تھے لاحق ہو گئے تھے اور اون تمامی
گرد و غبار شکوک سے جو بوجہ تقیہ و صلح ضروری و مصلحتے دو امام یعنی جناب
امیر و امام حسن علیہم السلام کے ناشی ہو گئے تھے بخوبی صاف و منجلی
کر دیے گئے۔ پس جسقدر مصلحتین آپکی شہادت مین رکھی گئی ہین دریافت
کرنا اونکا وسعت انسانی سے باہر ہے مگر جو ظاہر و اس مقام پر ضروری الاظہار
ہین بیان کیجاتی ہین — واضح ہو کہ چونکہ اکثر واقعات ضروری دین
اسلام کے جو بعد رسول صلعم باہم جناب امیر علیہ السلام و خلفاء اہل
خلافت کے پیش آئی تھی۔ مثل اصرار جناب امیر علیہ السلام کے بدعوائے
خلافت منصوصی اپنے اور انکار بیعت و تبعیت خلفاء اجماعی کے و ظلم و جور و جبر
و تعدد و بغض و عداوت اکثر اہل دین کے نسبت خاندان رسالت و جناب امیر
علیہ السلام وغیرہ کے۔ بسبب واقف رہنے صرف بعض خاص اہل دین کے اور

انھین اشتہار ہونے بخاص و عام خلائق کے اکثر اخفاء وانکار اونکا کیا گیا اور
تاحال (با وجود وارد رہنے روایات متعدد و متکثر کے) بذریعہ توہمات باطل
و تشکیکات لاطائل کے اخفاء وانکار اونکا کیا جاتا ہے جسکے سبب سے طالبان
راہ حق وصواب کو دریافت وتفریق کرنے مین راہ اصلی دین کی البتہ شبہہ
پیش آسکتا ہے اور عوام خلائق کے لیے اختتام حجت خدا مین رخنہ پڑ سکتا ہے
باین وجہ یہ واقعہ یعنے واقعہ کربلا بسبب کثرت اشتہار بخاص و عام خلائق
و مزید تواتر ہر مخالف و موافق کے ایسا یقینی رکھا گیا کہ کوئی واقعہ دینی اسلام
مین اس سے زیادہ متواتر و مشتہر و یقینی نہین اور کسیکو از موافقین و
مخالفین نسبت اس واقعہ کے مجال انکار و اخفاء و نکتہ چینی نہین تاکہ جو
دعوی اہل ایمان و یقین کا بذریعہ اس واقعہ بدیہی و یقینی تر کے ثابت
اور جو توہمات اہل خلاف کے بذریعہ اس واقعہ ثابت تر کے رد کیے گئے
کل حتمی و یقینی ہون اور کوئی شک و شبہہ اونکی ثبوت یا اونکی تردید مین
باقی نہ رہکر راہ حق و یقین واسطے عام خلائق کے بخوبی قائم و ثابت ہوجائے
اور جو خلاف کرے حجت اوسپر ختم ہوکر جرم و عصیان اوسکا بلا عذر ثابت
ہوسکے۔ چنانچہ اسی سبب سے اول اشتہار اس واقعہ کا زبان معجز بیان جناب
پیغمبر صلعم سے کروایا گیا۔ اور باوجود ثابت رہنے عصمت و صداقت ائمہ اثنا عشر
علیہ السلام کے بآیات متعدد و احادیث متکثر علحدہ کرکے نسبت خاص اس
واقعہ کے حقیت امام حسین علیہ السلام کے۔ اور بدی اونکے قاتلین کی۔
بخوبی و تشریح و بسیط تمام و بنام و نشان ظاہر کروائی گئی تاکہ سکو حقیقت مین

...امام حسین علیہ السلام کے اور بدی مین اونکے قاتلین کے جگہ کلام کرنے کی باقی نرہے اور اسی سبب سے اصرار جناب امام حسین علیہ السلام کا نسبت خلافت یا امارت منصوصی اپنے اور انکار اونکا خلاف یا امارت اجماعی یزید سے بدرجہ شہادت مظلومانہ کے پہونچایا گیا تا کہ اب کسیکو کوئی پہلو اس اصرار و انکار کے اخفار یا انکار کے لیئے مل نہ سکے اور اسی سبب سے تشہیر ہونا ناموس نبوت کا شہر بشہر اور لیجانا اونکا دربارِ عام یزید مین بہ آن بیحجوفی و بیباکی قبول و گوارا کیا گیا تا کہ یہ واقعہ عظیمہ باعث رہنے ایک عجائب و غرائب فعل کے ہر خاص و عام خلائق و ہر اہل دین و ملت اور ہر ملک و دیار مین مشتہر ہو کر کسی کو مجال اخفار و انکار کی اس واقعہ عظیمہ کی (جو موثر ہے اوپر اثبات و تردید یقینی اکثر دعواے حق و توہمات باطل اہل خلاف کے) باقی نرہے اور وجود پر اس واقعہ کے کل اہل دین کا اجماع ہو جاے۔ تا کہ جو دلیل بنیاد پر اس واقعہ یقینی کے قائم کیجاے دلیل اجماعی و یقینی تصور ہو۔ اب چند ... اور چند توہمات جو بذریعہ اس واقعہ یقینی تر کے ثابت و رد ہو سکتے ہیں ... جاتے ہیں۔ **اول** یہانتک پہونچکر دلیل اجماع (کہ جسپر اہل سنت کو ... تمسک تھا وہی) بالکل رد و غلط ہو گئی۔ کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر کسی طرحکا اجماع واقع نہوا نہ اہل حل و عقد و نہ غیر اہل حل و عقد کا بخلاف یزید کے کہ اوسپر اہل حل و عقد و غیر اہل حل و عقد کل جمع تھے اس صورت مین یا فعل جناب امام حسین علیہ السلام کا ناجائز یا تمسک اجماع غلط مگر فعل امام بوجہ ثبوت صداقت و عصمت و حقیت اونکے ازروے

بسیاری آیات واحادیث صحیحہ متفقہ متواترہ بالاجماع ناجائز تصور ہو نہیں سکتا
لہذا تمسک اجماع بالکلیہ ناجائز وغلط وغیر صحیح **دوم** یہانتک پہونچکر وہ دلیل
جونسبت جواز قتال جناب امیر علیہ السلام ساتھ معاویہ کے (بوجہ غلط ہوجانے
دلیل اجماع کے بسبب اجماع مفقود اہل دین بخلافت معاویہ) بذریعہ اس
حدیث ساختہ کے درست کی گئی تھی کہ اذا اختلفین فاقتلوا الاخر منهما
یعنی جب بیعت کیجائے ساتھ دو خلیفہ کے تو قتل کرو آخر کو اونمیں سے جیسا
کہ صاحب مناقب تقوی نے لکھا ہے بالکل رد ہوگئے کیونکہ حضرت امام حسین
علیہ السلام بھی مثل معاویہ صاحب بیعت آخر تھے تو اس حدیث کے بروسے
معاذ اللہ واجب القتل وبرسر ناحق ہوسے اور قاتلین اونکے برسر حق-
حالانکہ از روے بسیاری آیات واحادیث متفق حقیت آپکی اور کفر قاتلین
کا آپکے ثابت ہے- لہذا حدیث و دلیل مذکور بالکل غلط متصور اور جب
حدیث و دلیل غلط ہوگئی تو تردید اجماع بسبب عدم اجماع بخلافت جناب
امیر علیہ السلام جیسا کہ بحث ما قبل میں ظاہر ہوا صحیح وثابت- **سوم** یہانتک
پہونچکر بالکلیہ غلط ہوگیا- وہ بیان خلافت عقل لبعض اہل خلافت کا راجع
بوجہ ظہور افعال نادرست ومخرب دین از خلفاء مابعد یعنے مروانیہ وعباسیہ
کہ بموجب اصول اونکے خلیفہ یا امیر ہوتے گئے تھے- بغرض قائم رکھنے اصول
خلافت ناحق کے کہا جاتا ہے کہ خلافت تا خلع خلافت حضرت امام حسن علیہ السلام
ختم ہوگئی بالکلیہ غلط ہوگیا اور بھی رفع ہوگئی وہ کل شبہات جو لبسبب خلع خلافت
وصلح مصلحتاً حضرت امام حسن علیہ السلام کے ناشی ہوسکتی تھی کیونکہ اگر خلافت

ختم ہو جاتی اور آگے نہوتی تو حضرت امام حسین علیہ السلام جنکی عصمت وصداقت وحقیت باتفاق ثابت ہے بطور ناجائز یدعوی خلافت وامامت اپنے دبہ تردید خلافت یا امارت اجماعی یزید باین اصرار ہرگز جہاد نفرماتے۔ پس اس روسے ظاہر ہے کہ بسبب صلح حضرت امام حسن علیہ السلام کے نقص اصول ناقصۂ اہل خلافت دور نہین ہو سکتا اور بیشک ثابت ہوتا ہے کہ صلح حضرت امام حسن علیہ السلام کی مثل صلح حدیبیہ مجبوراً بہ مصلحت وقت واقع ہوئی تھی۔ نہ بخلع خلافت جیسا ردّ توہم ماقبل مین ظاہر ہو چکا اور بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو حدیث موثر اختتام خلافت ظاہر کیجاتی ہے وہ بے شک غلط اور ساختہ ہے۔ بلکہ وہ حدیث صحیح ہے کہ نہین زوال پکڑے گا یہ دین روز قیامت تک جبتک رئیس انکے بارہ خلیفہ ہون قبیلۂ قریش سے چہارم یہانتک پہونچکر بخوبی ظاہر وعیان ہو گیا نفاق دلی وافراط ہوا وہوس ودنیا و کل اہل اسلام کا اور بغض اونکا ساتھ خاندان نبوت کے بسبب ظہور انتہاے ظلم وجور کربلا کے کیونکہ ظاہر ہے کہ کوئی رسم دنیا مین ایکبارگی بافراط قائم نہین ہوتی بلکہ رفتہ رفتہ بڑھتی ہے۔ پس یہ ظلم مفرط و زائد از حد وشمار باآن بیخوفی وبیباکی اوپر محبوب ترین رسول وعزیز ترین خدا کے بنیاد اول کو بخوبی ثابت کرتا ہے جیسا شیخ سعدی فرماتے ہین۔ کہ بنیاد ظلم درجہان اندک بود ہر کہ آمد برآن مزید کرد۔ تا باین درجہ رسید اور بھی رفع ہو گیا وہ کل شبہہ جو کہا جاتا ہے کہ اصحاب رسول صلعم بد نہین ہو سکتے کیونکہ اس قتال مین اکثر صحابہ واولاد صحابہ کے جنہون نے

عہد آنحضرت صلعم کا دیکھا تھا اور صحبت آپکی اونھانی تھی شامل تھے۔ تعجب
ظاہر ہے کہ جس طرح یہ لوگ برے ہوگئے اوسیطرح اور لوگون کا بھی برا
ہوجانا امکان ہے۔ عجب نہین اور اس سبب سے کسی اہل اسلام کا اعتماد
و اعتبار باقی نہین رہا۔ مگر جنکا اعتبار از روے قول خدا و رسولؐ ثابت ہو
پنجم یہانتک پہونچکر بخوبی ثابت ہوگئی۔ خصوصیت خلافت و امامت
کی خاندان نبوت مین۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ فوج یزیدیین ہجوم کثیر تھا۔ اور
آپکے جانب موجود گی شرط جہاد بدرجۂ اخیر۔ یعنی صرف بہتر آدمی تھے
جسمین کسی طرح امید فتح وجان بری کی ثابت نہین ہوسکتی اور راہِ نجات
کی یہ بیعت یزید کشادہ تھی۔ پس باوجود اسکے باین امرِ عظیم جہاد فرمایا
کہ باوصف اون سب ظلم ہاے کثیر کے جو معلوم و مشہور ہین معہ کل انصار
واقربا کے بدرجۂ شہادت کے پہونچے اور ہتک ناموس طاہرہ کا گوارا کیا۔
لیکن بیعت یزید کو قبول نہین فرمایا اور اپنے دعوے سے روگردان نہین
ہوے۔ اس سبب سے کوئی شبہہ لوث دنیا کا اس جہاد مین باقی نہین رہا ہے
نہ نزدیک اہل دین کے و نہ نزدیک غیر اہل دین کے۔ اور بخوبی ثابت ہوتا ہے
کہ یہ جہاد سواے خوشنودیِ خدا و اثبات حق کے دوسرے امر کے لئے
نہین کیا گیا۔ کیسلیے کہ کوئی شخص ایسی نا امیدی کے حالت مین سبیل و طریق
نجات کو چھوڑکر اسقدر جانہاے عزیز تلف نہین کرسکتا مگر واسطے کسی
کارِ ضروری دین کے۔ کہ وہ بجز اثبات حق خلافت خاندان نبوت کے
دوسرا مفید و معقول نہین ہوسکتا۔ بلکہ اس مقام پر غور کرنے سے علاوہ

حق خلافت حقیت اس دین کے بھی بخوبی ثابت ہوئی جاتی ہے - اور بھی اس
قتال سے بخوبی ثابت ہوگیا وہ قول جناب امیر علیہ السلام کا - جو فرماتے تھے
کہ اگر چالیس آدمی بھی مجھپر جمع ہوتے تو مین جہاد کرتا - ششم یہانتک
پہونچکر بالکل ناقص ہوگیا اصول خلافت ہاے ناحق کا یعنے اصول اجماع
بسبب انتہاے بدی یزید کے جو بموجب اوسی اصول اجماع کے خلیفہ یا امیر
بنایا گیا تھا - کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر یہ اصول محکومہ یا مقررہ یا مقصودہ یا
پسندیدۂ خدا و رسول ہوتا - تو اس اصول کے رو سے ایسا بدشخص ہرگز
خلیفہ یا امیر نہو سکتا اور جب ایسا بدشخص اس اصول کے رو سے خلیفہ یا امیر
ہوا تو اسی سے ثابت ہے کہ یہ اصول ہرگز محکومہ یا مقررہ یا مقصود یا پسندیدہ
خدا و رسول صلعم نہین ہفتم یہانتک پہونچکر بخوبی صاف و ظاہر ہوگئی
راہ حق واسطے اہل حق و یقین کے اور بخوبی قائم ہوگیا مذہب حقہ اور
اور نہین باقی رہا کوئی شک و شبہہ اور رد و نظری ہوگئین کل بحثین اور
کل دلیلین اثبات خلافت ہاے ناحق کے کیونکہ خلافت کی دو ہی صورتین
باجماع اہل اسلام ثابت ہین - اجماعی و منصوصی - اور ظاہر ہے کہ جناب
امام حسین علیہ السلام کو حسب اصول اہل خلافت کے خلافت یا امارت اجماعی
کسی طرح حاصل نہ تھی بلکہ وہ خلافت یا امارت یزید کو بدرجۂ اتم و اکمل حاصل
تھی اس صورت مین اگر صرف خلافت اجماعی کو حق تصور کیا جاے تو دعواے
خلافت یا امامت یا امارت اور بھی جہاد امام حسین علیہ السلام کا بمقابلہ یزید پلید
کسی طرح حق و جائز قرار نہین پا سکتا - حالانکہ حقیت و عصمت امام حسین

علیہ السلام کے باتفاق ثابت ہے لہذا ضرور ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے بدعوائے خلافت یا امارت یا امامت منصوصی جہاد فرمایا ہو اور چونکہ خلافت یا امارت منصوصی کا درمیان مین قائم ہونا بعد خلفائے اجماعی کے بسبب انقطاع وحی الٰہی ممکن نہین۔ اسلئے ضرور ہے کہ خلافت یا امارت منصوصے ابتدا سے قائم ہوا اور جب خلافت یا امارت منصوصی ابتدا سے قائم ہوئی تو خلافت یا امارت منصوصی جناب امیر علیہ السلام کے کہ جسکا آپ برابر مطالبہ اور دعوے فرماتے رہے بخوبی ثابت اور خلافت ہائے اجماعی جنکا کوئی ثبوت یقینی نہین ملتا ہے بے شک ناحق و باطل اور یہی ظاہر ہے کہ اگر اصول اجماع و خلافت اجماعی حق و درست ہوتی اور جناب امیر علیہ السلام بخوشی تبعیت اوس خلافت کے اختیار کئے ہوتے تو جناب امام حسین علیہ السلام باوجود رکھنے عصمت و صداقت کے خلاف اصول مقررہ الٰہی و خلاف فعل مستند جناب امیر علیہ السلام کے ہرگز یزید سے جو بموجب اصول اجماع بخوبی خلیفہ یا امیر ہو چکا تھا۔ باین اصرار قتال و جہاد نفرماتے۔ اور ہرگاہ باین اصرار جہاد فرمایا تو بسبب ثابت رہنے حقیت فعل امام حسین علیہ السلام کے بے شک اصول اجماع و خلافت اجماعے ناحق و باطل ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ واقعات جناب امام حسین علیہ السلام کے یعنی اصرار اونکا خلافت و امامت پر اپنے و انکار خلافت و بعیت یزید سے باتفاق یقینی ہے اور واقعات جناب امیر علیہ السلام کے خود کتب اہل خلافت مین مختلف واقع ہوئے ہین۔ جو محل یقین متصور اس صورت مین جو واقعات

اوسوقت کے۔ اس واقعہ یقینی کے موافق ہوں۔ وہی ثبت تصور ہو سکتے
ہین نہ وہ جو خلاف اس واقعہ یقینی کے ہون ۔اس روسے بخوبی ثابت ہے
کہ بیشک دعوی کرنا جناب امیر علیہ السلام کا نسبت خلافت منصوصی اپنے صحیح
و درست ہے اور بیشک خاموشی اونکی بوجہ عدم موجودگی شرائط جہاد کے تھی
اور بیعت اور تبعیت خلافت اجماعی کی نسبت جبر وزور و مجبوری و تقیہ کے
جیسا اوپر ظاہر ہو چکا - اب اہل سنت کہین گے کہ یزید خلیفہ نہین تھا کیونکہ
خلافت فتح ہو چکی تھی لہذا اگرچہ تردید اس قول کی اوپر لکھی گئی تاہم اگر حسب
قول باطل اونکے تسلیم کرلیا جائے کہ خلافت ختم ہو چکی تھی تو خلافت کے ختم
ہو جانے سے حدیث اجماع منسوخ ہو جانی نہین سکتی ہے کیونکہ حدیث اجماع
مین قید صرف اجماع خلافت کی نہین ہے بلکہ حدیث مذکور کل امردن کے
اجماع کے مصدق ہے تو جیسے خلافت باجماع حق خود تصور ہوئی ویسے ہی
امارت بالاجماع بھی حق متصور ہو تردید ہر حق نا جائز لہذا ہرگاہ حسب دلیل
بالا امارت بالاجماع صحیح وحق نہین بنی تو خلافت بالاجماع بھی صحیح وحق نہین
رہ سکتی۔ کما لا یخفی ۔ ہشتم یہانتک پہونچکر رفع ہو گئی کل شبہات اون
کل توہمات کے جنکو اہل خلاف خلاف روایات موجودہ کتب اپنے بنظر اختفار
وانکار از فعل ظالمانہ مقتدایان بنا بر مغالطہ دہی عوام کے ظاہر کیا کرتے
ہین کہ اگر خلفاء ثلاثہ جناب امیر علیہ السلام پر کسیطرح کا جبر وزور و ظلم
موجب نکئے ہوتے تو جناب امیر علیہ السلام باوجود رہنے غالب علی کل غالب
ور کھنے زور اعجاز یہ کے اون سب جبر وزور و ظلم وجور پر کیون صبر کرتے

اور ننگ اپنی روا رکھتے کیونکہ ظاہر ہے کہ حسب عقائد شیعہ کل امامین علیہم السلام تقرب و مراتب و قوت اعجازیہ مین مساوی ہین کوئی فرق انمین نہین گو بسبب ضرورت و عدم ضرورت کوئی امر کسی سے ظہور مین آیا ہو اور کسی سے نہ آیا ہو اور باتفاق فریقین ظاہر و ثابت ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اس معرکہ کربلا مین صبر عظیم فرمایا۔ اپنے بھوکھا رکھا اہل دین نے اور بھوکے رہے اور پیاسا رکھا اہل دین نے اور پیاسے رہے۔ یہانتک کہ اطفال صغیر سن بھوک اور پیاس کے مارے تڑپا کیے اور دیکھتے رہے۔ اور ایک ایک انصار اور ایک ایک اقران کو آپکے اہل دین نے ساتھ ہزار ہزار آدمیون کے شہید کیا اور گوارا فرمایا۔ حتی کہ چھ چھینے کے بچے کو بھی نہ چھوڑا اور صبر کیا اور اگرچہ ننگ ناموس طاہرہ کا پیش نظر تھا باوجود اسکے مع کل انصار و کل اقران اپنے (کہ ایک ایک محبوب و معشوق سے بڑھکر عزیز تھا) درجۂ شہادت مظلومانہ کو پہونچے۔ مگر غیر از انسان کسی کی امداد و اعانت قبول نفرمائی اور صبر کیا۔ اور جسوقت وہ گروہ ناپاک ناموس طاہرہ کو سر برہنہ کرکے شترہاے برہنہ پر لے چلا اور قریہ بقریہ و شہر بشہر پھرایا اور دربار عام یزید مین لیگیا تو ایک امام یعنے امام زین العابدین علیہ السلام اونکی شامل تھے اور دیکھتے رہے۔ نہ آونھون نے کوئی زور اعجازیہ دکھلایا اور نہ خدا نے اون لوگون کا ہاتھ خشک کیا اور اندھا بنایا۔ پس ہرگاہ ان دو امامان علیہم السلام سے (باوجود رکھنے قوت اعجازیہ اور رہنے مقرب خدا کے) ایسے واقعہ عظیمہ پر صبر کرنا یقیناً ثابت ہے تو پھر صبر مین جناب امیر علیہ السلام کے کیا کلام باقی

ہتا ہے۔ بلکہ اس بیان سے بخوبی ثابت ہے کہ جن امور پر ہم انسانوں سے صبر نہین ہوسکتا ہے اوسپر مقربانِ درگاہ الٰہی (باوجود رکھنے زور قدرتی و اعجازی کے) بنظر قائم رکھنے اصول مقررۂ خدا و برقرار رکھنے مصالح صالحین کے صبر فرماتے ہین۔ اور زور قدرتی کا دکھلانا برخلاف اصول مقررۂ خدا و قبیح جانتے ہین۔ جس طرح سے خدا خود باوجود رہنے قاہر و قادر کے اوپر شرک و بت پرستی کے کہ اوسکو کوئی فعل اس فعل سے زیادہ تر ناپسند نہین۔ صبر فرماتا ہے اور کسیطرح کی زور قدرتی سے پیش نہین آتا۔ جیسا بحث مسئلہ جبر و اختیار مین معلوم ہوا۔ اور اسی جگہہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ اگر جناب امیر علیہ السلام اوسوقت بہ تشدد پیش آتے تو بسبب کم رہنے احباب و انصار کے اونکی بھی یہی نوبت ہوتی جو جناب امام حسین علیہ السلام کی ہوئی یعنے نوبت بہ جان آتی۔ کیونکہ اہلِ دین حسنین علیہم السلام کو (بسبب رہنے سبطین و جگر گوشہ رسول صلعم) افضل و اعلی سمجھتے تھے جناب امیر علیہ السلام سے۔ تو ہرگاہ ساتھ حسنین علیہم السلام یعنے محبوب ترین اپنے کے اس طرح پیش آئے تو شامل جناب امیر علیہ السلام کے پیش آنا کوئی تعجب کی بات نہ رہی۔ اور اب ہرگز کوئی یہ بات نہین کہہ سکتا کہ اگر جناب امیر علیہ السلام کسی بات مین بہ تشدد پیش آتے تو اہل دین بسبب عظمت و بزرگی اونکے کچھ نہ بولتے باقی رہا مثل جناب امام حسین علیہ السلام کے جان دینا وہ اوسوقت بسبب عدم موجودگی شرائط جہاد کے خلاف شرع اور بھی خلاف اون مصالح کے

ہوتا جو ردو تو ہم اول مین ظاہر ہو چکی - نعشم یہانتک پہونچکی صورت تفریق
مومنین و منافقین یعنے ایمان قلبی و زبانی کی بخوبی قائم ہو گئی - کیونکہ ظاہر ہو چکا
کہ عہد پیغمبر صلعم مین لضرورت چند مومنین و منافقین دونون کو اس دین
مین جگہہ دی گئی تھی - اور ظاہر ہے کہ خدا کو غرض اصلی مومنین سے ہے
نہ منافقین سے - لہذا پروردگار کو بنابر عطاے نعمات بقایات اپنے
تفریق کر لینا مومنین کو منافقین سے باین صورت کہ مقصود و اصول مقررہ
دین مین بھی کچھ فرق آنے نپائے - (یعنے جسمین صلاح عام ہے فوت
نہوسکے) ضرور (تاکہ اون منافقین کو دعوائے تساوی مومنین سے باقی
نرہے جو بموجب تلف حقوق مومنین کا ہو - چنانچہ اسی نظر سے اوس داناے
برحق عادل مطلق نے ملک و مال عطا فرماکر دین و دنیا دونون کو سامنے رکھا
اور دین و ایمان اصلی کو ساتھ محبت واجبی اہل بیت علیہم السلام کے
جسمین کل اہل دین متفق ہین کوئی مختلف نہین) متعلق کر کے اونکو دعویدار
اوس ملک و مال کا قرار دیا یعنے خلیفہ رسول صلعم بنایا تاکہ جنکو ایمان
قلبی حاصل ہوگا وہ بخیال وجوب خدا اس محبت کے پابند ہوکر دین اصلی
کو حاصل کرینگے اور جنکو ایمان قلبی حاصل نہوگا وہ وجوب خدا کا کچھ
خیال نکر کے بے شک ملک و مال کی طرف رجوع لاوینگے - پس روگردان
ہوجانا اونکا وجوب خدا سے محبت کا ل ہوگا اور عدم ایمان قلبیہ کے
چنانچہ اسی نظر سے پروردگار نے اکثر احکامات دینیہ مین تاویلات باطلہ
کا بھی راستہ رکھا ہے - تاکہ ایسا نہو کہ درصورت نہ پانے ایسے تاویل کے

ایکبارگی دین سے علیحدہ ہو جائین جسکے سبب صلاح عام مین بھی فرق آگر مقصود واصول اصلی دین فوت ہو جائے جیسا بعد آنحضرت صلعم بسیارے اہل دین بذریعہ تاویلات بیہودہ راہ اصلی دین کو چھوڑکر طرف ملک ومال دنیاوی کے متوجہ ہو گئے۔ مگر چونکہ اوسوقت بسبب عدم فمایش علانیہ جناب امیر علیہ السلام کے مذہب حقہ کی تفریق بخوبی وحتمی طور پر نہین ہوئی تھی۔ اسی سبب سے جناب امیر علیہ السلام نے بعہد خلافت اپنے عزل معاویہ مین خلاف راے دیگر اصحاب جلدی فرمائی۔ تاکہ دین ودنیا دو طرف قائم ہو کر تفریق مذہب حقہ کی بخوبی ہو جاوے۔ جیسے کچھ اوسوقت ہوئی۔ اور بعد حکم حکمین صلح معاویہ کے بخوبی وحتمی طور پر تفریق ہو گئی۔ بس یہ ہین مصالح عزل وصلح معاویہ کے جسمین اکثر لوگ معترض ہوے اور ہوا کرتے ہین مگر چونکہ اظہار محبت بھی بغیر حاصل رہنے محبت قلبی کے امکان۔ لہذا اس تدوین وتفریق کا واقعہ کربلا پر خاتمہ کیا گیا از روے ظہور وعدم ظہور اندوہ وبکا بمصیبت عظیمہ مذکور کے بوجہ آنکہ ظہور اندوہ وبکا بغیر حاصل رہنے محبت قلبیہ کے غیر امکان ہے۔ بس ظاہر ہے کہ ظہور اندوہ وبکا بمصیبت مذکورہ مثبت محبت قلبیہ اہل بیت علیہم السلام متصور اور محبت قلبیہ اہل بیت علیہم السلام کے باعث وجوب کے مثبت ایمان قلبیہ کی۔ جیسا فرمایا پیغمبر خدا صلعم نے کہ محبت اہلبیت نہوگی مگر مومن کو اور عداوت اہل بیت نہوگی مگر منافق کو۔ اور ظاہر ہے کہ محبوب صاحب ایمان کا وہی ہے جو محبوب خدا ورسول

اور بے اعتباری کل دعویداران محبت وغیر دعویداران محبت کے۔
لہذا آپ لوگ جاینگا ترک جہاد کرکے تدبیر و کوشش قیام و ترقی
و استحکام راہ حق مین مصروف ہوے تاکہ احکام ضروریہ ولازمیہ مذہب
حق کے بخوبی بستین و مرتب ہوجایئن۔ اور کوئی شخص جو لوٹ دنیا
رکھتا ہو اس مذہب مین شامل نہو سکے کہ اوسوقت کی مصلحت یہی مقصود
ہے کما لا یخفے۔

بحث ہفتم رفع توہمات غیبت مین جناب صاحب العصر والزمان علیہ السلام کے

اول۔ اگر کہا جاے کہ حسب اصول مذہب شیعہ ضرور و واجب کیا گیا
ہے کہ کوئی حجت خدا ہر وقت و ہر زمان مین موجود ہو اور کوئی زمانہ حجت
خدا سے خالی نہ رہے۔ مگر اس زمانہ مین وہ اصول صادق نہین آتا ہے
کیونکہ اس زمانہ مین کوئی حجت خدا خلق مین موجود نہین ہے۔

پس جواب

واضح ہو کہ اس زمانہ مین بھی حسب اعتقاد شیعہ دنیا حجت خدا سے خالی
نہین بلکہ صاحب الامر اس زمانہ کے مطابق روایات شیعہ و بعض روایات
اہل سنت جیسا اونکی تواریخ کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا پیدا ہو کر موجود
ہین۔ مگر غیبت مین ہے دوم اگر کہا جاے امام کا غیبت مین رہنا مثل
نہین رہنے کے ہے کہ کوئی فائدہ متصور نہین۔ نہ کسیکو کچھ ہدایت ہوتی ہے

نہ کسی پر حجت خدا ہوتی ہے ✣

پس جواب

ظاہر ہے کہ اس مادہ مین بموجب عقائد شیعہ جو کچھ خدا کو ضرور ہے اور
جو کچھ اوسپر واجب سمجھا گیا ہے وہ لطف ہے پروردگار کا یعنے کسی پیغمبر
یا نبی یا امام کو کہ یہی حجت خدا متصور ہین واسطے ہدایت کے بھیجنا و قائم
رکھنا لقاعدہ مناسب و جائز جو واسطے ہدایت و اختتام حجت کے ضرور
و کافی ہو۔ نہ خواہ مخواہ اوس لطف کا قبول کروانا بلکہ بندگان مختار
پیدا کیئے گئے ہین اسبات پر کہ اوس لطف کو بخوشی اپنے قبول کرین
یا رد قبول کرنے مین بھلائی اونکی ہے۔ اور رد کرنے مین برائی اونکی جسکے
جاننے کے لیئے عقل عنایت فرمائی گئی ہے مگر ظاہر ہے کہ بحالت رد اگر
پروردگار اپنے لطف کو اوٹھالے تو کچھ الزام اوسپر عاید نہین ہو سکتا
کیونکہ وہ اپنے کار واجبی سے ادا ہو گیا اگر قصور ہے تو بندگان مختار کا
کہ تارک اپنے وجوب کے ہوسے یعنی اوس لطف واجب القبول کو رد کیا
اور اگر بعد رد بھی فہمایش قبول نہ چھوڑی جاسے تو یہ لطف مزید تصور ہوگا
نہ واجبی ضروری۔ جب یہ معلوم کیا تو اب جاننا چاہیے کہ اول پروردگار
نے پیغمبر آخر الزمان یعنے آنحضرت صلعم کو بھیجا مگر اہل دنیا نے اس لطف
کو رد کیا۔ اور اونکو ایذا پہونچائی اور خدا نے صبر کیا مگر بعض نے بعلت
و بے علت قبول کیا اور ایمان لائے بعد ازان پروردگار نے امام اول
یعنے جناب امیر علیہ السلام کو مامور کیا مگر اہل دین نے اس لطف کو رد کیا

یعنی خلافت اونکی نہین قبول کی اور اونکو ایذا پہونچائی اور خدانے صبر کیا
بعد ازان پروردگار نے امام دوم یعنی حضرت امام حسن کو امور کیا۔ مگر
بسیاری اہل دین نے اس لطف کو رد کیا اور اکثر متابعین وغیر متابعین
نے خلاف کیا اور ایذا پہونچائی اور باوجودیکہ صلح کرکے خلافت ظاہری
وجہاد سے دست بردار ہوگئے اسپر بھی باز نہ رہکر ہزار مکر وزور سے شہید
کیا۔ اور خدا نے صبر فرمایا۔ بعد ازان پروردگار نے امام سوم یعنے حضرت
امام حسین علیہ السلام کو مامور کیا۔ مگر اہل دین نے اس لطف کو بھی رد
کیا یعنے خلافت مین اونکو قبول نہ کیا۔ بلکہ بساتھ ہزار ظلم وجور کے شہید کیا
اور کسی نے دوست ودشمن سے مدد واعانت نہ کی بلکہ خود وہ لوگ جنہون
نے ساتھ ہزار ہزار اصرار کے واسطے خلافت وجہاد کے طلب کیا تھا۔
اور ساتھ ہزار تپاک کے محبت اپنی ظاہر کی تھی بد عہدی اور دغابازی
کے ساتھ پیش آئے۔ اور خدانے صبر کیا صبر عظیم بعد ازان پروردگار
نے دیگر اماموں علیہم السلام کو از چہارم تا یازدہم یکے بعد دیگرے مامور
کیا۔ مگر اہل دین نے رد کیا ہر ایک کو۔ اور باوجودیکہ اونھون نے بوجہ
ظاہر ہونے بیوفائی عظیم از جانب ہر موافق ومخالف نسبت حضرت
امام حسین علیہ السلام کے وبے اعتباری ہر دشمن ودوست کے یکقلم
ترک جہاد فرمایا۔ اوسپر بھی باز نہ رہکر سبکو بظلم وجور شہید کرتے گئے۔
اور کسی نے مدد نہ کی اور خدانے صبر کیا۔ پس ظاہر ہے کہ اوتعالی نے
اپنے لطف وصبر کا انتہا کیا۔ بعد ازان پروردگار نے امام آخر دوازدہم

کو اسوقت کیا - مگر مخالفین اونکے بھی تلاش وجستجو کرنے لگے بنا بر نیست ونابود کرد
خاندان امامت کے جیسا اکثر تواریخون سے اہل سنت کے بھی ظاہر ہے پس
اگر بعد انتہاے رد وظلم بندگان وانتہاے لطف وصبر اپنے پروردگار نے
اپنے لطف کو بنظر قائم وبرقرار رکھنے حجت کے مخفی کر لیا - نہ کہ بالکلیہ اوٹھا لیا
تو خدا پر نسبت انجام کار واجبی اوسکے کیا الزام عائد ہوسکتا ہے - اور ہم
بندگان کو کوئی عذر وحجت پیش لانے کا کیا منہ باقی ہے - سوم اگر کہا جاے
کہ یہ رد وتردید اس زمانے کے لوگون سے واقع نہین ہوئی تو پھر اس
زمانہ کی لوگون کی کیا خطا ہے کہ جسکے سبب اس لطف سے محروم رکھے
جاتے ہین -

پس جواب

واضح ہو کہ لطف ظاہری اپنے کا اوٹھا لینا نوعے از عتاب پروردگار مخصوص
اور ظاہر ہے کہ جس طرح لطف وصبر پروردگار کا عظیم ہے اوسی طرح
قہر وعتاب بھی اوسکا عظیم اور جس طرح انعام واکرام اوسکا عام ہے
اوسیطرح غصہ وغضب بھی اوسکا عام - چنانچہ عادتاً وتجربتاً بھی
دیکھا جاتا ہے کہ جیسے ایک حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کی تقصیر
پر کل اولاد اونکی اس محنت ومشقت دنیاوی مین مبتلا کی گئی - اور
جس طرح ایک گروہ حضرت نوح کے ظلم پر کل عالم غرق طوفان قہر
کر دیا گیا علیٰ ہذا - تو ہرگاہ عادت پروردگار مثل لطف واکرام عام
نسبت قہر وعتاب عام کے ثابت ہوتی ہے - اور ظاہر ہے کہ ہر فعل اوسکا

مستند تر ہے چون وچرا کا مقام نہین۔ تو اس صورت مین اس غیبت
امام مین بھی کچھ جاے کلام نہین۔ اور اگر کلام باقی بھی ہے تو عدل وظلم
مین ایسے عتاب کے تو اسکے لیئے اسیقدر معلوم کرنا کافی ہے کہ گو وجوہ
عدل ہمارے عقول ناقص سے قائم ہو سکین یا نہ۔ مگر فعل خدا بیرون
از عدل متصور نہین۔ کسلیئے کہ ظلم اوس سے ناممکن الوقوع۔ اور علاوہ
اسکے ہو سکتا ہے کہ خطاے آبا واجداد کے ثمرہ مین اولاد بھی شریک
کیجاے۔ بسبب دستورِ ناقص اصرار و تمسک دین آبائی کے۔ اور بھی
ہو سکتا ہے کہ علم پروردگار مین اسوقت کے لوگ بھی قابل اظہار اوس
لطف کے نہون۔ اور اس صورت مین کسی کو از قائلینِ عدل و علم
خدا جاے کلام نہین۔ بلکہ حال حسرت مال پر اپنے گریہ وزاری کا مقام
ہے۔ اور بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ زمانہ مابعد کے افعال ظالمین متقدمین
کو بد نہ سمجھین اور اوس سے تبرا نہ کرین وہ شریک اونکے قصور ہون۔
اور جو لوگ اونکے افعال کو بد سمجھین اور اوس سے تبرا کرین اونکے
نسبت پروردگار کوئی اور لطف فرماے۔ یعنے بخشایش جو حاصل لطف
واکرام کا ہے۔ اور بھی ہو سکتا ہے کہ پروردگار کل گناہان اہل غیبت کی
جو لطف واجبی پروردگار سے محروم رہے اور جنپر حجت خدا ختم ہو نپائے
اون سب پر اور اون سب کے پیرو انپر بار کرے جو اس غیبت کے
باعث ہوئے از ازل تا آخر تا بخوبی چکھین مزا اپنے ظلم کثیر۔ اور پروردگار
عالم کے قہر عظیم کا کہ اس صورت مین صورتِ اظہار صفت رحمانی وغفاری

وصفت قہاری وجباری دونوں کی بوجہ اتم واکمل قائم ہوئی جاتی ہے
جو خلق خلائق کا اصل مقصود ہے اور کوئی ظلم بھی متصور نہیں ہوتا کما لا یخفی
اور بھی مطلب اوس آیہ کے بخوبی ظاہر ہوگئے جاتے ہین۔ جو شان
مین آنحضرت صلعم کے نازل ہوئے تھے یعنی آیہ وما ارسلناک الا رحمۃ
للعالمین۔ بہ سبب قائم فرمانے صورت آسایش وبخشایش اسقدر
اہل غیبت کی۔ بنزول قہر وعتاب اوپر قلیل باعثان غیبت کے پس یہ
غیبت قہر عظیم متصور ہے نسبت اونکے جو باعث اس غیبت کے ہوے
اور نسبت اونکے پیروان اصلی کے آذر رحمت عظیم متصور ہے واسطے دیگر
خلائق کے۔ اس صورت مین یہ غیبت عتاب خاص قرار پاتی ہے اوپر
باعثان غیبت کے نہ عتاب عام۔۔ الغرض اہل دین کو کہ یہان پر اصل
غرض وبحث اونسے ہے بسبب ظاہر وصاف رکھے جانے راہ حق کے کچھ
جاے عذر وحجت باقی نہین ہے باقی رہے غیر دین امام غیبت تو اونکے
نسبت علمانے ہمارے رضوان اللہ علیہم جو کچھ راے قائم کی ہے کافی ہی
یہ رسالہ اوسکی شرح کی گنجایش نہین رکھتا۔ لیکن ہم اسقدر کہہ سکتے
ہین کہ چونکہ وحدانیت پروردگار صریحًا وبدیہًا عقلی ہے اسلیئے مشرکان
کسی حالت مین معاف ومعذور رہ نہین سکتے باقی رہے موحدان سو
اونکو بوجہہ نہین پہونچنے دعی خاص کے بنظر اخذ احکام الٰہی کے متابعت
دین پیغمبری از پیغمبران ضرورت دلبعد ازان تجسس وتلاش دین پیغمبر زمان
کی لازم جو بدلائل صریحہ اسوقت بھی ممکن ہے۔ پس وہ اگرحتی الوسع بایمان

والضاف تجسس و تلاش کرین اور نپائین تو شاید معاف و معذور رہین
واللہ اعلم بالصواب

بحث ہشتم ثبوت حقیت مذہب حقۂ امامیہ مین

علاوہ دلائل مندرجہ بحث ہاے ماقبل کے ظاہر ہے کہ چونکہ بعہد رسالت
آنحضرت صلعم کے بوجہ نافذ رہنے حکم جہاد مصلحتاً و ضرورتاً خوف و طمع
دونون علتین نفاق کی جمع ہو گئی تھین جسکے سبب سے مومن و منافق
وسست اعتقاد تینون قسم کے لوگون کا جمع ہونا آپ کے دین مین ممکن
متصور جیسا بحث تشخیصات مین ظاہر ہوا۔ تو اس سبب سے ظاہر
ہے کہ بعد وفات آن حضرت صلعم کے بحالت اختیار و بخوفی علت طمع
کی طرف رجوع کرنا اور بغلبہ حرص و ہواے دنیاوی حکم خدا و رسول
کو سہل و آسان سمجھنا اور بقدر حصول مقصود اپنے اوس سے روگردان
ہو جانا ایسے لوگون سے کچھ جاے عجب نہین چنانچہ خود آنحضرت
صلعم نے بقریب زمانۂ وفات ساتھ دیگر نصایح کے فرمایا تھا کہ نہین
خوف کرتا ہون مین تم لوگون سے ساتھ شرک کے مگر خوف کرتا ہون مین
ساتھ طمع و ہوا و حرص دنیاوی کے یعنی ساتھ نفاق کے۔ جیسا کہ
مدارج النبوت وغیرہ کتب اہل سنت مین بہ تفصیل درج ہے۔ پس
جس بات کا خوف آن حضرت صلعم کو ہو ممکن نہین کہ وہ بات اونمین
موجود نہو اور اونکے وقوع مین نہ آوے۔ کیونکہ یہ خوف آپکا بے سبب

و بغیر سمجھے بوجھے ہو نہین سکتا - اور بھی ظاہر ہے کہ لاکھون احادیث
جھوٹی جو روایت ہو گئین جو باتفاق فعل کفر ہے اور اسقدر اختلافات
کثیر جو دین مین پڑ گئے کہ تہتر فرقے ہو گئے - اور اسقدر خرابی و تباہی
ہاے بیشمار جو دین مین لاحق ہو گئین کہ خلاف تاکیدات محبت باخود
کشت و خون عظیم آپس مین واقع ہوتا رہا (نہ صرف عہد جناب امیر
علیہ السلام مین - بلکہ ہر زمانہ مین تا عہد خلفاء عباسیہ کے) خالی از
سبب و علت و غیر از بدخیالی و بدطینتی اہل دین کے نہین ہو سکتا -
کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ سب اختلافات و خرابیان مقصود خدا و باختیار راہ
مجوزہ و مقررہ خدا و بہ قیام و تمسک طریق مقصودہ و محکومہ خدا کے
ممکن نہین بلکہ ضرور ہے کہ پروردگار نے ان سب اختلافات و خرابیہا
ہاے غیر مقصود و غیر محمود کے انسداد و دفعیہ کا کوئی راستہ رکھا ہوتا
کہ کشتی دین کو اس طوفان بلا مین چھوڑا ہو - مگر بسبب نہین اختیار
کرنے اہل دین کے اوس راہ کو اور چھوڑ دینے ساحل امن و امان
کو یہ سب اختلافات و خرابیان پیش آئین اور واقع ہوئین - اس
صورت مین حسب بنیاد مذہب اہل سنت افعال پر ایسے لوگون کے
اعتبار کرنا اور اوسکو مستند جاننا صریح بے عقلی اور نادانی ہے - اور
ظاہر ہے کہ وہ راہ مقررہ و مقصودہ خدا و دافع اختلافات و خرابیہا
غیر از راہ باب علم رسول اور راہ ان لوگون کے ہو نہین سکتی جو کہ ہمیشہ
ساتھ قرآن کے ہین - اور کبھی قرآن سے جدا ہو نہین سکتے - اور جو

سفینۂ نوح ہین طوفان کفر و نفاق مین واسطے تمسک کرنے والون کے۔ اور وہ کہ تمسک جنکا باعث ہدایت اور موجب نجات از ضلالت ہے اور وہ کہ پھرتا ہی حق ساتھہ اونکی جسطرف پھرین۔ اور وہ کہ پاک وطاہر ہین کل رجس سے لائق و پاک وطاہر ہونیکے۔ اور وہ کہ محبت جنکی عین ایمان ہے اور عداوت جنکی عین نفاق ہے۔ یعنی راہ اہلبیت رسول صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر کل اہل دین ایک ایسے صادق ومعصوم عالم علم لدنی۔ حافظ شرع الٰہی کے۔ اطاعت وفرمانبرداری بصدق دل اختیار کرتے تو کوئی اختلاف وخرابی لاحق ہونے نہ سکتی اور نہ کوئی مشقت ودشواری بہ تصحیح وتصدیق تفسیرات واحادیث کے پیش آتی۔ لہذا بجز اس راہ کے کوئی راہ حق متصور نہین ہو سکتی۔ اور بھی ظاہر ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے بطرف صاحبان اصول خلافت مختار شیعہ کے) یعنے جناب ائمہ معصومین علیہم السلام کیطرف) کوئی علت نفاق کی باقی نرہی نہ خوف۔ نہ طمع۔ یعنے نہ زور شمشیر جہاد نہ ملک ومال۔ تو اس صورت مین ظاہر ہے کہ کوئی شخص بعبث طرف عقائد مذہب شیعہ کے رجوع لانے اور توجہ کرنے نہین سکتا۔ مگر وہ کہ جسکو حقیت اس مذہب کی بخوبی تحقیق ویقین ہو۔ اور عقبیٰ سے بوجہ اتم ڈرتا اور دنیا کو محض ہیچ سمجھتا ہو بخلاف خلفاء اصول مختار اہل سنت کے کہ بطرف اونکے خوف وطمع دونون علتین برابر موجود رہین۔ اور ہر خلیفہ تا زمانہ خلفاء بنی عباس بنظر حفظ خلافت اپنے پاس اوس اصول کا کرتا رہا۔ لہذا ممکن ہے کہ لوگ چہ عالم

وجہ جاہل طرف عقائد اہل سنت کے بخوف۔ خصوص لطمع کہ عالمگیر ہے
راہ حق سے آنکھیں چھپا چھپا۔ اور تاویلات خلاف دل مین ٹھہرا ٹھہرا
رجوع لائے اور ستوجہ ہوئے ہون۔ بحکم آنکہ الناس علی دین ملوکھم
اور بھی ظاہر ہے کہ مذہب اہل سنت مین بسبب جاری رہنے پیری
ومریدی کے آج تک وہ طمع واعزاز واسطے عالمون کے) جو اصل
اصول مذہب ہین) قائم وموجود ہے۔ جسکے سبب وہ لوگ باوجود سمجھنے
حقیت مذہب حقہ کے ترک پر اپنے مذہب کے قادر نہین ہوسکتے۔
اور لفکر وخیال قائم رکھنے اپنے مذہب کے تاویلات بیہودہ اونکے
سامنے آسکتے ہین۔ جیسا کسی شاعر نے کہا ہے کہ مصرع ع بروز وطمع
دیدہ ہوشمند + پس ظاہر ہے کہ ایمان وطریق ایسے لوگون کا ہرگز
لائق اعتبار ہو نہین سکتا۔ اور نہ تبعیت اونکی ایمان وطریق کے
قابل تسلیم وقبول ہے۔ مگر ایمان وطریق اون لوگون کا جو اوس
زمانہ شوز وفساد مین علت ہاے نفاق سے روگردان ہوکر (یعنے اوس
خوف کو جو ہر وقت محمول لقتل تھا قبول کرکے اور اوس طمع سے جسمین
خلائق گرفتار رہتی درست بردار ہوکر) اوسطرف رجوع لائے۔ کہ
جس طرف سوائے غصے کے نہ خوف تھا نہ طمع تو البتہ بغیر تحقیق بے
انتہا۔ اور بلا خوف آخرت وعقبیٰ کے ہو نہین سکتا اور بیشک ایمان
اونکا قابل اعتبار وتبعیت ہے۔ جیسا بحث اول بحث تشخیصات مین
بھی معلوم ہوا۔ آپ اہلسنت کہین گے کہ ہم بھی ائمہ معصومین علیہم

السلام کے معتقد ہین اونسے منحرف نہین مگر یہ قول بے عمل اونکا ہرگز قابل قبول نہین ہوسکتا۔ کیونکہ غرض اعتقاد سے اونکے طریق و حکم پہ چلنا ہے۔ نہ زبانی کہنا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر چہار مجتہد ان اونکے عین عہد اماان علیہم السلام مین۔ علحدہ اجتہاد کرتے گئے اور نہ حاصل کرنا اجازت اجتہاد کا ظاہر ہے اور نہ تصدیق کروانا اپنے اجتہاد کا ثابت بلکہ کتب اہل سنت سے ظاہر ہے کہ اکثر اجتہاد اونکے۔ خلاف اقوال اماان علیہم السلام کے ہین۔ اس صورت مین اہل سنت اپنے کو ہرگز معتقدین اماان علیہم السلام مین قرار دے نہین سکتے اور علاوہ اسکے ظاہر ہے کہ ہفتاد و دو فرقہ ہاے دین اسلام مین ازروے اختلافات اصل اصول کے دو مذہب ہین اہل سنت و اہل تشیع۔ اور باقی انہین دو مذہبون کی شاخین اور اختلاف اصولی ان دو مذہبون مین یہی ہے کہ اہل سنت خلافت کو اصول دین سے شمار نہین کرتے اور نہ خلیفہ کو منصوص و مامور بامر اللہ جانتے ہین۔ بلکہ کہتے ہین کہ امر خلافت مسلمانون کی راے پر چھوڑا گیا تھا۔ اور اہل تشیع خلافت و امامت کو اصلی از اصول دین سمجھتے ہین۔ اور خلیفہ کو منصوص و مامور بامر اللہ جانتے ہین۔ اور نصب خلیفہ باجماع خلاف حکم خدا القصور کرتے ہین پس ان دو اعتقاد متضاد مین ضرور ہے کہ کوئی ایک ہی راست ہو۔ نہ دونون راست۔ نہ دونون ناراست۔ اس صورت مین اگر بالفرض بروز قیامت اعتقاد اہل سنت کا حق و راست ٹھہرا۔ تو بھی واسطے شیعون کے

کوئی قباحت وہرج لازم نہین آتا۔ کیونکہ شیعہ منکرِ اصولِ دین اہلِ سنت کے نہین ونہ بموجبِ اصول اونکے منکر امرِ خداکے بیش ازین نیست کہ اپنے اشالون کی آراے وافعال کو اجتہاد آبیجا جانکر پسند وقبول نہین کرتے۔ اور ظاہر ہے کہ جو چیز عام کی راے پر چھوڑی جاتی ہے اوسمین ہر شخص کو کلام کرنے کا ایک حق حاصل ہوتا ہے۔ لہذا کلام اہلِ تشیع خلافِ حق نہین۔ اور نہ بذریعہ اوسکے کفر ونفاق اونپر عائد ہوسکتا ہے بلکہ بوجہ حاصل رہنے حقِ اجتہاد کے باموِر غیر اصول کوئی خطا بھی اونپر لازم نہین آتی ہے اور اگر کاش بروزِ قیامت مذہب اہلِ تشیع راست ودرست ٹھہرا۔ تو اہلِ سنت کا کیا حال ہوگا۔ کیونکہ اہلِ سنت بموجب مذہبِ شیعہ منکر اونکے اصول دین کے ہین۔ اور بھی منکر امرِ خدا کے اور منکر اصولِ دین وامرِ خدا کا بیشک کافر ومنافق متصور اور واگذاشت اصولِ دین مین۔ اجتہاد کو بھی دخل نہین اور نہ عذر تقلید مقبول۔ اس صورت مین ثابت ہے کہ مذہب امامیہ ہر حال مین بمقابلۂ مذہب اہلِ سنت بہتر وخوب وقابل تسلیم وتبعیت ہے۔ وباللہ التوفیق

بحثِ نہم تردیدِ ایمان وثبوتِ نفاقِ مذہبِ اہلِ خلافت مین

واضح ہو کہ جو اہلِ مذہب از مذہبِ اسلام معتقد وقائل امامت جناب امیر وائمۂ معصومین علیہم السلام کے نہین ہین۔ ایمان اونکا اور کسی اصل کے اصولِ دین سے درست ہو نہین سکتا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ایمان اصلی ہو نہین

ہے اوپر اقرار و تصدیقِ اصول دین اور اونکے متعلقات کے۔ اور تصدیقِ کامل وقلبی بغیر ثبوت یقینی کے محال۔ اور زبردستی تصدیق کرلینا کسی امر کو بغیر حصول ثبوت یقینی کے تصدیق کامل ہو نہین سکتی بلکہ ناجائز متصور۔ کیونکہ ایسی تصدیق عادی کرسکتی ہے قلب و ذہن کو اوپر تصدیق باطلات کے۔ اور ایسے ہی تصدیق کے عادی ہونے سے ظن و یقین وحق و باطل مین تمیز باقی نہین رہتی۔ اور یقین کے لیے ثبوت عقلی بدیہی وحتمی۔ یا بیانِ صادق معصوم یقینی و بدرجہ آخر اتفاق و اجماع امت درکار ہے جیسا کلام اول مین مقدمہ کے ظاہر ہوچکا۔ جیسے تصدیق وجود خداے دانا و قادر و مختار کے لیے معائنہ مخلوقات و مصنوعات الٰہی و اعجاز پیغمبران کا اور تصدیق رسالت و صفات لازمی پیغمبران کے لیے (جسمین صدق و عصمت و علم و عدل داخل ہین) معائنہ اونکے معجزات عجائب و غرائب کا اور تصدیق معاد۔ و دیگر متعلقات ایمان کے لیے۔ ایمان پیغمبرانِ صادق و معصوم یقینی کا اور تصدیق اقوال و اخبار دینی کے لیے (بصورت نہ ہونے کسی صادق و معصوم یقینی کے) اجماع امت کا۔ جب یہ معلوم کیا تو اب جاننا چاہیے کہ تحصیل ایمان کی دو صورتین متصور ہین تقلیدی و تفہیمی۔ مگر ایمان تقلیدی بغیر تقلیدِ صادق و معصوم یقینی کے تصدیق کے لیے کافی ہو نہین سکتا اور نہ مقلد بصورت اختیار تقلید نا جائز معاف و معذور ہوسکتا ہے کیونکہ مقلد کے لیے اتنا دیکھ لینا بہر نوع ضرور و لازم ہے کہ جسکی تقلید کرنا چاہتا ہے اوسکی تقلید جائز ہے یا نہین

پس چونکہ اصول دین متعلق با یمان ہین اور ایمان متعلق بہ تصدیق اور تصدیق
متعلق بہ یقین - لہذا اصول دین اوسی کی تقلید جائز متصور ہے کہ جسکا بیان حتماً
قابل یقین ہو - تو چونکہ ظاہر ہے کہ غیر از صادق و معصوم یقینی کے کسی کا بیان
حتماً قابل یقین ہو نہین سکتا - لہذا اصول دین غیر از صادق و معصوم یقینی کے
دوسرے کی تقلید کسی طرح جائز متصور نہین - اس صورت مین ظاہر ہے کہ
تصدیق قول و فعل عام صحابہ (جنکی صدق و عصمت باتفاق امت ثابت نہین)
اصول مین کیونکر جائز ہو سکتی ہے - بلکہ بسبب موجود رہنے علت نفاق و دشواری
تشخیص صلاح و تقوی اصلی کے حسب بیان بحث تشخیصات و ثابت رہنے غیر صالحی اونکے
(مثل غیر صالح) اصحاب دیگر پیغمبران کے بطور قابل یقین لینے بسبب شراکت اکثر
صحابہ و اولاد صحابہ بجنگ جمل و صفین و نہروان و بواقعہ عظیمہ کربلا وغیرہ کے جسمین
اکثر فعل باتفاق امت فعل کفر و نفاق ہے اور بذریعہ بسیاری احادیث
صحیحہ متفقہ ثابت جیسا بحث چہارم و ششم مین بحث ہذا کے ظاہر ہوا - تقلید
اصولی اونکی یقیناً و حتماً ناجائز و غیر قابل اعتماد بلکہ فروع مین بھی غور و تحقیقات
درکار - باقی رہا پیش کرنا حدیث اصحابی کالنجوم کا تو (علاوہ تردیدات
علماے شیعہ) چونکہ حدیث مذکور متفق نہین و نہ مذہب اہل سنت مین متواتر -
بلکہ محتمل باغراض راویان اول و منافی بیان یقینی ماقبل اور بھی نجوم مین سعد و
نحس دونون داخل - اور بھی معنی لفظ اصحاب غیر فیصل جیسا کہ بحث ششم
بحث تشخیصات مین ظاہر ہو چکا - لہذا واسطے قائم کرنے اصول ایمان کے
ایسی حدیث پر عمل کرنا ہرگز جائز متصور ہو نہین سکتا - اس صورت مین بجز لی

ظاہر و ثابت ہے کہ تقلید امام صحابہ اصول مین بنا بر تصدیق یقینی کسی طرح کافی نہین۔ تو اسیطرح تقلید اصولی اامام اربعۂ اہل سنت بھی (کہ تحقیقات اونکی مبنی اوپر ایسے ہی بیان و عقل نامعتبر اپنی تھی۔ چنانچہ نامعتبری اونکی راے کی اونکی آپس کی کثرت اختلاف ہی سے ظاہر ہے۔ زیادہ تر غیر کافی بجز تقلید جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے جنکا صدق و عصمت و اعجاز و کرامت باتفاق امت ثابت ہے۔ اور اون لوگون کے جو اوس زمانہ شر و فساد مین طرف سے علت نفاق کے روگردان ہوکر طرف ملت ایمان کے رجوع لائے تھے جیسا بحث ماقبل مین بھی معلوم ہوا۔ تو چونکہ بنیاد جملہ مذاہب خلاف کے اوپر اونہین تقلیدات ناجائز غیر قابل یقین کے ہے لہذا بخوبی ثابت ہوا کہ ایمان تقلیدی کل مذاہب خلاف کا ناجائز و نادرست چنانچہ اسی نظر سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ حق۔ الخ علی کے ساتھ ہے اور علی ساتھ حق کے اگر دیکھو تم کل خلق کو ایک راستہ پر اور علی کو دوسرے رستہ پر تو جاؤ تم ساتھ علی علیہ السلام کے۔ باقی رہا ایمان تفہیمی تو اوسکے لیئے ثبوت عقلی یقینی لازم ہے اور بنا بر یقینیات اخبار امت استدلالیہ ثبوت مذکور کے بیان صادق و معصوم یقینی کا با اجماع امت ضرور۔ تو چونکہ مباحثات ماقبل مین ثابت ہوچکا کہ مامور من جانب خدا کے لیئے سواے ظہور معجزات باجتماع صفات کے کوئی دوسرا ثبوت حتمی و قابل یقین نہین۔ اس صورت مین اگر غور کیا جاے تو اسوقت باتفاق و اجماع جمیع امت ثابت ہے کہ جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام معجزات

رکھتے تھے و بجمیع صفات حمیدہ بالعموم و بصفات علم و عدل و صدق و عصمت
بالخصوص موصوف تھے اور کوئی دوسرا دعویدار خلافت اوسوقت ایسا نہ تھا
کہ جسمین ان سب صفات ضروری کا اجتماع قابل یقین ثابت ہو۔ تو اس
صورت مین ظاہر ہے کہ رد کرنا ایسے ثبوت حتمی و یقینی کا نسبت تصدیق امامت
اونکی اور تصدیق کرلینا اون لوگون کے خلافت و امامت کو۔ جنکے لیئے کوئی
ثبوت یقینی (بجز تقلید رائے اون اصحاب کے جنکے صفات اوپر ظاہر ہوچکے)
موجود نہین۔ گویا قلب و ذہن کو اپنے یقینیات کی طرف سے پھیر کر ظنیات
کی طرف رجوع کرتا ہے اور بصورت رجوع ہوجانے قلب و ذہن کے بطرف
ظنیات مذکور ضرور ہے کہ بعادت و بنظیر اوسکے یقینیات متعلقہ ہر ایک اصول
کے اونکی نظرون مین معدوم و کالعدم ہوکر ظنیات اونکے مقام پر قائم و
و قبول ہوجائین۔ تو چونکہ تصدیق ظنی تصدیق کامل نہین ہوسکتی بلکہ
تصدیق فرضی یا تسلیمی یا تعصبی متصور ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تصدیق فرضی یا تسلیمی
یا تعصبی بنا بر حصول ایمان اصلی کے غیر کافی۔ لہذا بیشک ایمان ایسے لوگون
کا جو تصدیق امامت جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کا نہین کرتے
ہین۔ نسبت کسی اصل کے اصول دین سے درست نہین ہوسکتا۔ یعنے
ظاہر ہے کہ ہرگاہ بنا بر تصدیق ماموری پیغمبران منجانب خدا کے سواے
ظہور معجزات و اجتماع صفات اونکے کوئی دوسرا ثبوت نہین اور وجود ایسے
ثبوت کا جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام مین بذریعہ آیات وافرہ و
احادیث متکاثرہ باتفاق و اجتماع جمیع امت ثابت تو اس صورت مین

ظاہر ہے کہ بصورت رد کرنے اس ثبوت کے یا انکار کرنے اس ثبوت سے نسبت امامت جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے ضرور ہے کہ اون رد و انکار کرنے والون کے نزدیک یہ ثبوت واسطے ماموری امام منجانب خدا کے کافی متصور نہو۔ لہذا ضرور ہے کہ نزدیک اونکے یہی ثبوت بنا بر ماموری پیغمبر زیادہ تر کافی نہو تو چونکہ بہ ثبوت ماموری پیغمبر ہر شخص کے پاس وحی نہین آئی و نہ کوئی دوسرا ثبوت موجود۔ بلکہ نسبت تصدیق امامت کے بعض آیات و احادیث کافی و ایمانی مددبھی دے سکتی ہین اور نسبت تصدیق رسالت کے کوئی دوسرا مددگار بھی نہین۔ اسصورت مین ضرور ہے کہ جو لوگ اس ثبوت کو نسبت تصدیق امامت جناب امیر و ائمہ معصومین علیہم السلام کے رد کرین یا اوس سے منکر ہون وہ تصدیق رسالت مین آنحضرت صلعم کے بھی بسبب رد ہو جانے ثبوت کافی کے اور نہین موجود رہنے کسی دوسرے ثبوت کے باطناً مذبذب و متزلزل ہونا۔ تو ضرور ہے کہ جو کچھ رسول صلعم لائے یا اونھون نے بیان فرمایا اون سب کی تصدیق مین مذبذب متزلزل ہوون۔ اور جب اون سب کی تصدیق مین مذبذب و متزلزل ہونگے تو ظاہر ہے کہ ایمان اونکا کسی اصل کی نسبت اصول دین سے کامل نہین رہا اور اگر تصدیق رسالت مین آنحضرت صلعم کے مذبذب و متزلزل نہین تو چونکہ تصدیق رسالت کے لیے سوائے ثبوت مذکورہ بالا کے کوئی دوسرا ثبوت نہین۔ لہذا ضرور ہے کہ اوس ثبوت کو نسبت ماموری رسول منجانب خدا کے کافی سمجھتے ہون۔ تو ضرور ہے کہ اوسی ثبوت کو نسبت ماموری امام

منجانب خدا کے زیادہ تر کافی سمجھتے ہوں مگر با غراض و تعصب تصدیق نکرتے ہوں۔ تو اس صورت میں بھی ظاہر ہے کہ تصدیق نکرنا امر مقررہ خدا و رسول کا با غراض و تعصب بسبب ثبوت انکار امر خدا و رسول کے کل اصول کے ایمان کو باطل کرتا ہے۔ چنانچہ پوشیدہ نہیں کہ اسی سبب سے مذاہب خلاف میں زور و مکاری بذریعہ پیری و مریدی و فقیری وغیرہ کے کسقدر بکثرت پھیلی ہوئی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ کوئی کامل الایمان ایسے زور و مکاری ہرگز روا نہیں رکھ سکتا۔ اگرچہ ہم اسکا کوئی ثبوت یقینی نہیں دے سکتے مگر وہ لوگ اپنے دل میں اپنا تأمّا غور کرکے سمجھ سکتے ہیں اور دوسرے لوگ اونکے اقوال و افعال و احوال کے طرف نگاہ کرکے پوچھ سکتے ہیں۔ اور بھی ظاہر ہے کہ ہرگاہ پروردگار بجمیع صفات کمال موصوف ہے۔ تو ضرور ہے کہ کوئی فعل یا ترک فعل اوسکا منافی صفتی از صفات نہو۔ مگر مباحثات ثبوت خلافت میں ثابت ہو چکا کہ بنظر قائم رہنے ثبوت یقینی رسالت کے (کہ اختیار دین و ایمان موقوف اوپر اوسکے ہے) اور بنابر تصفیۂ اختلافات و دریافت احکام و اخبار صحیحہ دین کے بعد از پیغمبر قائم رہنا کسی ایسے خلیفہ کا ضرور ہے کہ جو معجزات پیغمبر رکھتا ہو۔ اور جملہ صفات پیغمبر میں بالعموم اور علم و عدل و صدق و عصمت میں بالخصوص متصف ہو۔ تو ظاہر ہے کہ بصورت نرکھے جانے ایسے خلیفہ کے ترک لازم و نفی اکثر صفات کا اوپر خدا کے لازم آتا ہے اور اکثر تکلیفات شرعی تکلیف زائد و ظلم تصور ہوتی ہے۔ جو خدا سے محال و غیر امکان جیسا غور کرنے سے ظاہر ہوگا

تو اس صورت مین (اپنے بصورت عدم تسلیم موجودگی خلیفۂ موصوف) ان دو
صورتوں سے چارہ نہین یا ترک لازم و نفی صفات خدا پر محال سمجھ کر کل دین
کو غیبی و حقیقتاً تصور کیا جاے یا خدا کے لیے لزوم صفات ضرور نبا نا چاہے
پس بصورت اول ایمان اہل دین بالکل غایب اور غیر دینون کا اوس دینا
کو اختیار کرنا بجبل و تقلید نا جائز تصور ہو یا بہ نفاق - یا محال اور بصورت
ثانی - علاوہ اسکے کہ یہ امر سراسر خلاف عقل و خلاف دین ہے اور قائل
اوسکا صریحًا بیرون از دین تاہم ظاہر ہے کہ چونکہ تشخیص و تعین ذات
معبود کا بسبب ظاہر رہنے بدیہیات مین اور بھی ثبوت رسالت پیغمبران و
معاد وغیرہ کا منحصر و موقوف و متعلق ہے ساتھ تشخیص و تعین صفات لازمی
اوسکے جیسا مبحث اول و دوم و سوم مین ظاہر ہو چکا - تو جب صفات اوسکی
لئے لازم نہ ہے تو تشخیص و تعین ذات و ثبوت رسالت و معاد وغیرہ بھی
بالکلیہ محال ہو کر بنیاد دین بالکل منہدم و وجود ایمان بالکل معدوم و
کالعدم ہو گیا - جیسا مبحث سوم مبحث اول و مبحث دوم مین معلوم ہو چکا - اس
صورت مین بخوبی ثابت ہوا کہ جو مذہب والا معتقد و قائل امامت خلفاے امیر
و ائمہ معصوم علیہم السلام کا نہین اوسکو کسی اصل کی نسبت اصول دین سے
ایمان کامل حاصل ہو نہین سکتا - اور جب ایمان کامل حاصل نہین ہوا
تو اظہار ایمان خالی از نفاق نہین چنانچہ اسی نظر سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
کہ جو مرا اور نہین پہچانتا اپنے امام زمان کو بس مرا وہ اوپر موت جاہلیت کے
اور اسی نظر سے اوتعالے نے محبت اہل بیت علیہم السلام کی واجب فرمائی ہے

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ محبت اہل بیت کی عین ایمان ہے اور عداوت
اہل بیت کی عین کفر و نفاق۔ اور فرمایا ہے کہ مثل اہلبیت میرے کے مثل ہے
کشتی نوح کے جو سوار ہوا اوسنے نجات پائی اور جسنے تخلف کیا وہ ہلاک
ہوا وبالله التوفیق۔

بحث دہم بیچ درستی غیر جوازی اعتقاد و بیچ تجزیہ حقیقت اولیاے معتقدہ اہل سنت

واضح ہو کہ اہل سنت نے تمسک کیا ہے وجود مین اولیاؤن کے اور انکی
نسبت سلسلہ ہاے کثیر ظاہر کرتے ہین کہ ہر سلسلہ بواسطہ اماماں یا بیواسطہ
اماماں علیہم السلام کے جناب امیر علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ اور
بعد ازاں آنحضرت صلعم پر آور بھی اونکے نسبت انواع کشف و کرامات
درج کتب کرتے گئے ہین کہ جسکے سبب اپنے مذہب پہ فخر کرتے ہین فخر عظیم
پس واضح ہو کہ بصورت صدق وجود انکے بھی اعتقاد نسبت انکے بموجب
دین متین درست نہ ہیں جائز و روا نہین ہو سکتا اور نہ ہین انکے شک
عاصی و خاطی متصور ہین کیونکہ لتعین انکا اور انکے سلسلون کا نہ از روے
کلام خدا ظاہر ہے نہ از روے قول رسول ثابت جو کچھ تحریر و تقریر
اہل سنت سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ رازدار دین خدا ہین
از جانب رسول بواسطہ کسے از ائمہ معصومین علیہم السلام کے یعنی کچھ
راز دین انکے درمیان رکھا گیا ہے۔ تا مطابق اوسکے عامل ہون اور بعضے

شیعہ و غیرہ انکی تاویل سے بعض آیت و حدیث و روایت کے اثبات
وجود ثابت کرتے ہین - مگر ظاہر ہے کہ ثبوت وجود بنابر تشخیص شخص غیر مشخص و
متعین و غیر معین کے متواتر و حاوی ہو نہین سکتا - اور وجود ولایت
انکا ... نہین کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام خالی از درجہ ولایت نہ تھے - اور
ظاہر ہے کہ اہل اسلام کو اعتقاد کسی امر کا راست ہو یا کذب بالغیر ثابت
اور خلاف ہونے از قول خدا و رسولؐ جائز نہین - جیسے اقوال حکما کے
بالکلیہ نا راست ہو نہین سکتے مگر جو قول از روے قول خدا و رسولؐ ثابت
نہین - اعتقاد و یقین اوسپر ناجائز ہونا روا - تو اس صورت مین بوجہ عدم
ثبوت تعین و تشخص از روے قول خدا و رسولؐ بصورت راست و حق
ہونے انکے بھی اعتقاد انکا جائز ہو نہین سکتا ہے - وعلاوہ اسکے ہرگاہ
نہین انکا بذریعہ راز کہا جاتا ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ اہل دین کو کوئی
کام اونسے متعلق نہین نہ اعتقاد انکا ضرور - مثل اون انبیاؤن کے جو اپنی
ذات پر مبعوث ہوے کہ بجز انجام کار معینہ و متعلقہ اپنے نہ اونکو خلائق سے
کام تھا نہ خلائق کو اونسے - اور نہ خبر اونکے کلام شریف و حدیث وغیرہ مین
ظاہر کی گئی - ورنہ اگر کوئی فائدہ اہل دین کا اونسے متعلق ہوتا یا اونکا اعتقاد
ضرور ہوتا تو مثل دیگر احکام شرعیہ نافعیہ کے ظاہر کہا جاتا نہ مخفی - بلکہ اہل
دین اوسپر مامور کئے جاتے - اور ظاہر ہے کہ بحالت غیر ماموری و خلاف ماموری
عمل نیک بھی ناجائز متصور - جیسا بحث افعال منشار اعمال مین ظاہر ہوا - تو
اس صورت مین بصورت راست و حق ہونے انکے بھی اعتقاد انکا روا

ہو نہین سکتا ۔ مثلاً ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ پیغمبر برحق و توریت کتاب اللہ راست ہے لیکن بندگان اسوقت مامور ہین اوپر ماننے دین آنحضرت صلعم اور تعمیل احکام قرآن کے تو اگر خلاف ماموری دین حضرت موسیٰ کو مانین اور احکام توریت پر عمل کرین ۔ تو باوجود حق ہونے اوسکے یہ عمل داخل خطا ہوگا نہ داخل ثواب باقی رہا اعتقاد بذریعہ کشف و کرامات کے ۔ سو اسکے لئے دعوی ضرور ہے و تصدیق حسب دعوی نہ بغیر دعوی و خلاف دعوے حالانکہ بتحریر و تقریر اہل سنت سی دعوے کرنا انکا ظاہر و ثابت نہین ہوتا ہے بلکہ ظاہر یہہ ہوتا ہے کہ اکثر انمین سی مخفی رکھتے ہین اپنے کو نظر انسان سے اور جو پوشیدہ نہین رہتے وہ متنفر رہتے ہین دنیا و اہل دنیا سے ۔ اور اکثر چھپاتے ہین اپنے ولایت کو بخوف ہجوم اہل دنیا کے یہان تک کہ بذریعہ ارتکاب امور ناجائز و خلاف شرع و بہ تمثل غیر پرہیزگاران ۔ اور جو کچھ دعوی بھی بعضونکا ثابت ہوتا ہے تو دعواے خدائی نہ دعوے ولایت مثل دعوے انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ کے ۔ تو گو اس دعوی کے اندر کوئی معنی پوشیدہ ہون مگر ظاہر امحض خلاف دین و یقین و خلاف شرع مبین متصور کسی طرح اہل دین کو ماننا جائز و روا نہین ۔ اسصورت مین بخوبی ثابت ہوا کہ بصورت راست و حق ہونے انکے بھی کسی طرح اعتقاد انکا اہل دین کو جائز نہین ہے بلکہ سراسر عصیان و خطا ہے ۔ لیکن یہ شبہہ کہ بصورت صدق وجود انکے جیسا کثرت روایات مندرجہ کتبہائے کثیر اہل سنت سے قیاس ہوسکتا ہے رہنا انکا بمذہب غیر قوت اوس مذہب کے ثابت کرتا ہے ۔ پس واضح ہو کہ (علاوہ اسکے کہ روایات غیر مذہب کو راست جاننا

جائز نہین وعلاوہ اسکے کہ بصورت ثبوت قطعیہ یقینیہ بنسبت حقیت مذہب حقہ
اور نہین ثابت رہنے بنسبت حقیت انکے کوئی دلیل یقینی یہ قیاس وخیال بیش از
وہم وقابل اعتبار ومحل یقین نہین ہوسکتا) عجب نہین بلکہ ضرور ہے کہ بصورت
صدق وجود انکے یہ لوگ حقیقتاً مذہب حقہ مین ہون نہ مذہب خلاف مین مگر
بسبب رہنے زمانہ تقیہ کے مصلحتاً (کہ عنقریب ظاہر ہوتی ہے) یہ تقیہ مذاہب
غیر مین ظاہر ہون - کیونکہ ہرگاہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ رازدار دین ہین یعنی
کچھ راز دین درمیان انکے رکھا گیا ہے تو ضرور ہے کہ وہ راز ایسا ہو کہ اوسکے
اخفا ہی مین کوئی نفع دین متصور ہو - اور بصورت اظہار مرتب ہوتا اوس نفع
مقصودہ کا ممکن نہو - ورنہ اگر ایسا نہوتا تو ظاہر کہا جاتا نہ مخفی - لہذا بنابر دریافت
حقیقت انکی ان دو امرون کی تجویز کافی ہے - اول یہ کہ کون ایسا امر ضروری
متعلق اس دین کے قرار پا سکتا ہے کہ جسکے لئے ایسے رازدار مخصوص ضرور درکار
ہون اور بغیر ذریعہ راز وبغیر ایسے رازدارون کے انجام اوسکا مشکل ومحال ناہو
دوسرے یہ کہ ان لوگون سے کون ایسے امر ضروری متعلق دین کا انجام ہونا
ظاہر وثابت ہوتا ہے جسکے لئے مخصوص بطور راز کہا جانا ضرور متصور ہو اور جسکا
انجام بصورت اظہار ناممکن ودشوار ہو - بعد ازان بصورت مطابقت ان دونون
تجویزون کے حقیقت انکی بخوبی قیاس مین آجا سکتی ہے - پس واضح ہو کہ بغور و
تجویز منصفانہ کوئی امر متعلق اس دین کے ایسا قرار نہین پا سکتا ہے کہ جسکے
لئے راز مذکور ضرور متصور ہو اور بغیر راز انجام اوسکا محال ہو بجز اسکے کہ خدا
ورسولؐ جانتے تھے کہ اہل دین بہوا وہوس دنیاوی راہ حق سے انحراف اختیار

کر کے مخالفت خلیفہ برحق لیئے جناب امیر علیہ السلام کی اختیار کرینگے جسکے سبب عداوت آپکی یہانتک شائع ہوگی۔ کہ لوگ معاذ اللہ سب آپکے جائز سمجھنے لگینگے بلکہ علانیہ ممبرون پر کیا کرینگے۔ پس انحراف راہ حق و مخالفت خلیفہ برحق ہر شخص کو واسطے اپنے مضر ہے نہ مضر واسطے خدا و رسول و خلیفہ کے۔ باقی رہی اختتام حجت تو اوسکے لیئے اظہار صفات ظاہرا اور تشہیر فضائل علانیاً ضرور و کافی۔ ورد و کد ارباب شرع والدین وافی۔ کوئی ضرورت راز پوشیدہ کی۔ اور کوئی حقیقت ستر خفی کی نہین اور نہ واسطے دوسرے امور دینی کے کہ کل محتاج لشرع ظاہری ہین۔ نہ محتاج بہ راز مخفی۔ مگر سب ناروا کہ باعث کسر شان والا انشان جناب امیر علیہ السلام متصور اور یہی باعث کراہت عظیم خدا و رسول و مومنان ظاہر ہے لہذا خدا کو ضرور تھا کہ حکمت محکمہ اپنے سے کوئی تدبیر ایسی قائم کرے کہ جس سے دفعیہ اس امر نالائق و ناپسندیدہ کا صورت پذیر ہو۔ اور مومنان اس امر نامعقول و نامقبول کے ظلم و عذاب سے۔ (کہ واسطے اونکے کوئی ظلم اس ظلم سے افزون تر۔ اور کوئی عذاب اس عذاب سے عظیم تر نہین) نجات پائین۔ اور یہی باعث دفع کراہت خدا و رسول کا ہو۔ مگر ظاہر ہے کہ بوجہ جنگ معاویہ یہ مذہب نالائق۔ غالب تر کل مذاہب اسلام سے قائم ہوگیا تھا۔ اس صورت مین دفعیہ اس امر ناملائم کا رد و کد ارباب ظاہر سے کسی طرح ممکن نہ تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ہمذہب خود رد و کد نہین کر سکتے۔ باقی رہی خلاف مذہب تو رد و کد خلاف مذہبان خلاف مذہبون کو کب مقبول و اثر پذیر ہو سکتا ہے بلکہ باعث ہوتا ہے ازدیاد نفسانیت کا۔ اور اگر اثر پذیر ہو بھی تو بعض کو نہ کل کو۔ اور علاوہ اسکے

بسبب غلبۂ مذہب نالائق مذکور کے خلاف مذہبان ضعیف کو کب رد و کد صحیح
کے مجال تھی - باقی رہا خوف امرا - تو امرا اوسوقت کہ خود اوسی مذہب نالائق
مین گرفتار تھے اور جو خلاف تھے خوف اونکا زبان مجمع عام کو بند کر سکتا تھا
نہ دل کو اور زبان مجمع خاص کو پس دفعیہ اس امر کا بوجہ احسن و اکمل سواے
اس صورت کے ممکن تصور ہو نہین سکتا کہ ایسی ہم مذہبان جنکو گروہ خدا
رسیدہ و بزرگ اور امرا سے زیادہ تر واجب الاطاعت سمجھین بطور مناسب
ہدایت کرین - لہذا ضرور متصور کہ خدا و رسولؐ بواسطہ ائمہ طاہرین علیہم السلام
کچھ لوگ معتقد و بزرگ بذریعۂ راز کے مقرر و معین فرما دین کہ بہ تقیہ اپنے کو
مذہب مذکور یا قریب مذہب مذکور مین ظاہر کر کے تدبیر مناسب بنا بر دفعیہ
امر نا ملائم مذکور کے عمل مین لائین اور بھی ضرور متصور کہ اون لوگون کو بنا بر اظہار
بزرگی اونکے اور بنا بر رجوع ہونے اور واجب الاطاعت سمجھنے اہل دنیا کے
کشف و کرامات متعلقہ اغراض و نفع دنیاوی کے عطا فرمائے جائین - پس
ظاہر ہے کہ اگر رازدار اس دین مین ضرور ہین تو واسطے اسی کام کے نہ واسطے
دوسرے کام کے - اور بھی بطرف افعال اونکے نگاہ و خیال کرنے سے دیکھا
جاتا ہے کہ سراپا ہدایت اونکے اوپر ترک عداوت و سب جناب امیر کے
محتوی تھے اور سواے اسکے کوئی ہدایت ظاہری اونکی ایسی نہ تھی جو علماے
شرع سے ممکن نہو اور ہدایت باطنی و مخفی معتمدان کی طرف اصل مذہب اپنے
متصور - اس صورت مین بصورت صدق سواے اسکے کوئی کام ضروری اس
دین مین لائق راز کے قائم ہو نہین سکتا کہ اخفا جسکا بخوف افشاے راز

موافق ومخالف دونون سے ضرور ہے اور یہی ظاہر ہے کہ اوسوقت تبرا کہنے والے
جناب امیر علیہ السلام کے بہت اور بکثرت تھے اور یہ مذہب غالب تر تھا کل مذاہب
پر توجب تک کوئی تدبیر کامل وکوئی کوشش بلیغ نہین ہوئی تو دفعیہ اس امر
ناملائم کا صورت پذیر نہین ہوا۔ کہ اب اسوقت ایک متنفس بھی اونہین باقی نہین ہے
خلافت اسکے کہ تبرا کہنے والے دوسرون کے اوسوقت قلیل تھے مگر روز بروز تر تے
پاتے گئے۔ یہانتک کہ اسوقت لاکھو در لاکھو ادمی قائم وموجود ہین۔ اسصورت
مین لبصورت صدق ضرور ہے کہ وہ لوگ مذہب حقہ رکھتے ہون اور بایں مصلحت
تقیہ اوپر غیر مذہب کے ظاہر ہون۔ چنانچہ ثابت ہے کہ اوسوقت تقیہ مذہب
حقہ کا مذہب صوفیہ مین تھا۔ کہ اکثر قصہ ہاے مندرجہ تواریخ مثل قصہ شاہ طاہر
مندرجہ تاریخ فرشتہ دال ہین۔ اس مدعا پر اور بھی واسطہ ہونا صرف جناب امیر
وائمہ معصومین علیہم السلام کا زیادہ تر ثابت کرتا ہے اس مدعا کو اور بھی اقوال
خاص اکثرون کے نسبت اعتقاد بائمہ معصومین علیہم السلام صریحاً خواہ معنیاً
مطابق مذہب حقہ پائے جاتے ہین جیسا مناقبات وغیرہ سے اکثرون کے ظاہر
ہوتا ہے۔ اور بھی اصول مذہب صوفیہ کا بخوبی اصول مذہب حقہ کا موید ہے
جس سے اونکا باطناً مذہب حقہ مین رہنا ثابت ہوسکتا ہے مگر اوس بیان ضرور
کے یہ رسالہ گنجایش نہین رکھتا۔ لیکن چونکہ کوئی انمین سے بزبان خود مذہب حقہ
رکھنے کے مقر نہ تھے اور نہ کبھی مقر ہوسے اور نہ اقرار صریحی اونکا ثابت لہذا اہل حق
ولیقین کو ہم مذہب اپنے سمجھنا ضرور نہین چنانچہ اسی سبب سے اون لوگون نے
علانیہ دعوی ولایت کا نہین کیا۔ اور جو دعوی کیا وہ خلاف شرع ساتھ کسی معنی

مراد یہی ہے کہ تا اہل حق کو اتباع اونکا ضرور نہو۔ اور کوئی شبہہ پیدا نکر سکین کہ
ہمارا جانا اگر [illegible] اور اگر یہہ لوگ بصورت صدق اونھون نے اپنا کار متعلقہ مقررہ
رانہ [illegible] اپنا [illegible] بسبب نہین ہے [illegible] خبر صریح از کلام خدا و رسول جن لوگون نے
اتباع اونکا باعتقاد ولایت اختیار کیا بیشک خلاف شرع کے قائل اور خطا و عصیان
کے مرتکب ہوئے ہین۔ عجب ہے آیندہ لوگ اتباع دجال سے کہ وہ بڑی بڑی قدرتین
دکھائیگا [illegible] اور دیکھنے سے خوارق کے حضرت یہ سبب تصدیق دعوی خدائی کے کہ سراسر
خلاف عقل و بداہہ و ثبوت یقینی کے ہے گنہگارون اور کافرون مین داخل ہونگے
اور ایسے لوگ شاید اوسکو بھی ولی سمجھہ لین تو تعجب نہین ہے بلکہ اسی حالت مین
اور نیز ایک حجت خدا کی یہہ قائم ہوتی ہے کہ ہرگاہ غیر مستحقان و غیر متدینان غیر معروف
کو صرف بذریعہ کشف و کرامات غیر دعوی و خلاف دعوی کے مقرب خدا جانکر
امرا اہل اسلام سے زیادہ تر واجب الاطاعت سمجھا۔ تو مستحقان و متدینان
صاحب کشف و کرامات با دعوی و موصوف بصفات یقینی کے امیر و امام بنانے
اور امیر و امام سمجھنے کے لیے کیا امر مانع ہوا۔ اب جاننا چاہیے کہ اس بیان
سے یہہ غرض ہماری نہین ہے کہ بصورت صدق کل لوگ جو اہل سنت کے یہان
مشہور ہوئے ہین۔ ولی صادق ہین بلکہ ممکن ہے بصورت صدق بھی بہت اونمین
اولیا غریبی ہون کیونکہ غیر دعواے عام مین فریب کو بہت گنجایش و دخل ہے

واللہ عالم بالصواب ۔ بیت

رموز مملکت خویش خسروان دانند ۔ مقتدا بیان دلی را چہ کار با تحقیق

خاتمہ بیان مین اون امورات کے جنکا بیان کرنا خاتمہ مین

مناسب تصور ہوا اور اسمین تین کلام ہین

کلام اول مختصراً ثبوت معاد مین

چونکہ اصول خمسہ دینیہ سے تین اصول کے معرفت مین کچھ نہ کچھ دخل عقل ہر حال
مین ضرور ہے یعنی معرفت خدا و معرفت رسول و معرفت امام۔ لہذا ان تینون اصول
سے جن امور کی معرفت محض عقل سے متعلق ہے۔ طریق معرفت و ثبوت انکا ضرورتاً
بقدر مناسب و ضرورت و گنجایش اس رسالہ کے صراحتاً لکھا گیا۔ باقی رہے دو اصول
یعنے عدل و معاد پس چونکہ دریافت و تیقن ان دو اصول کا ارشاد پیغمبر و امام سے
بخوبی ممکن۔ لہذا صراحت انکی ضرور تصور نہوئی۔ لیکن چونکہ عدل خدا عقلاً بھی ساتھ
ثبوت صفات مجموعی و اجمالی اوسکے بحث سوم بحث اول مین و نیز بذیل بحث دوم
بخوبی ثابت ہوا۔ مگر ثبوت عقلی معاد کسی مقام سے پیدا نہین۔ اور اس زمانہ
غیبت مین کہ کوئی معصوم موجود نہین ہے استعداد عقل بقدر و بجاے مناسب
ضرور متصور۔ خصوص معرفت اصول دین مین کہ معرفت تقلید غیر معصوم اسمین
ناروا۔ لہذا مختصراً ثبوت عقلی معاد اس مقام پر لکھا جاتا ہے تا پانچون اصول
پورے ہو جائین۔ پس واضح ہو کہ بحث سوم بحث دوم مین ثابت ہو چکا۔ کہ
پروردگار کو بہ نظر ضرورت اصلاح انسان کے ضرور ہے کہ کوئی شرع مناسب
صلاح قائم کرکے حسب مناسب و بطریق احسن اجراے و رواج دین مین کوشش
فرماے تا اجتماع صفات ذاتی مین اوسکے نقص لازم نہ آئے جیسا بارسال پیغمبران
وغیرہ کے کوشش فرمائے مگر ظاہر ہے کہ بسبب مختاری انسان حسب اصول

خلقت جیسا بحثِ مسئلہ جبر و اختیار مین ظاہر ہوا قبول کرنا اور نہین قبول کرنا دین کا
اور قائم رہنا اور نہین قائم رہنا اوپر احکام شرع کے دونون انسان سے ممکن ۔ اسیلیے
بنا بر ترغیب قبول کرنے دین اور قائم رہنے اوپر احکام شرع مبین کے تعین ثواب
اور بنا بر تہدید نہین قبول کرنے دین اور نہین قائم رہنے اوپر احکام شرع متین کے
تقرر عقاب دونون ضرور ورنہ اختیار قیود دین وقیام باحکام شرع (کہ اصلاح
موقوف اوپر اوسکے ہے) بسبب ہونے خلاف طبع انسانی کے بغیر امکان ۔ اور چونکہ
دنیا مین عطا ہونا ثواب قدرتی ظاہر کا برطبق ہر عمل صالح کے بسبب رجوع ہو جانے
قلبون کے بطرف طمع دنیاوی ۔ و فسخ ہو جانے نیت خالص کے خلاف تہذیب
ہے تو خلاف صلاح متصور اور تسلط کیا جانا عذاب قدرتی علانیہ کا برطبق ہر فعل
مذموم کے بوجہ ثبوت نوعی از جبر خلافِ اصول خلقتِ انسانی ہے تو خلاف مقصود
متصور ۔ اور بھی عطا ہے ثواب تام و تسلط عذاب عام دنیا مین خلاف اصولِ
خلقت دنیا متصور ہوتا ہے ۔ کیونکہ راحت و رنج کا توام رہنا اصولِ
خلقت دنیا سے معلوم ہوتا ہے جیسا بحث دوم مبحث دوم مین ظاہر ہوا اور
بھی صریحاً و بدیہاً ظاہر ہے اور بھی تعین ثواب تام و تقرر عذاب تام کا دنیا
مین اون سب قدرتہا ے کاملہ قادر مطلق کے اظہار کا مانع ہوتا ہے جو
متعلق الاظہار اخروی متصور ہین اور اون سب صفتہا ے وافرہ ممدوح برحق
کے اثبات کا مانع ہوتا ہے جو متعلق الاثبات عقبی متصور ہین جیسا عنقریب ظاہر
ہوتا ہے انشاء اللہ تعالے ۔ لہذا ضرور ہوا کہ او تعالے ایک روز معین بعد
اختتام خلقت جملہ خلائق مقرر فرماکر اوس روز کل بندگان کو زندہ کرے ۔ اور

عدل و انصاف اور حساب وکتاب اونکا فرمایئے اور حسب عمل نیک ثواب
دے - اور حسب فعل بد عقاب کرے - اور اسیکو معاد کہتے ہین - پس
ظاہر ہے کہ معاد حسب وجوہات بالا واسطے دین کے ضرور ولابد ہے
چنانچہ کوئی اہل ملت و مذہب وجود معاد مین مختلف نہین - مگر طریق معاد
مین کہ تشریح اوسکی لائق گنجایش اس رسالہ کے نہین - لیکن امامیہ
اثنا عشریہ معاد جسمانی کے قائل ہین - اور بہشت و دوزخ کو حق جانتے
ہین - کیونکہ بتمہید بحث مسئلہ جبر و اختیار مین ظاہر و ثابت ہوچکا کہ پروردگار
عالم جملہ قدرتون اور اوسکے جملہ مخلوقون پر قادر ہے اور جمیع صفات
کمال سے موصوف و اظہار ہر قدرت و اثبات ہر صفت کا باعث نہ ہوگی
عدم و ترک محامد کے اوسکو ضرور اور ظاہر ہے کہ مقام اوپر دو قسم کے
ہوسکتے ہین - فانی - و باقی - اور پھر اوپر تین قسم کے ہوسکتے ہین -
ایک وہ کہ جسمین راحت و رنج دونون شامل ہون اور دوسرا وہ کہ جسمین
صرف راحت ہو رنج نہو - اور تیسرا وہ کہ جسمین صرف رنج ہو راحت نہو اور
یہی ظاہر ہے کہ راحت و رنج توام (کہ جسکے واقعات کا ہمیشہ تغیر و تبدل و
عدم قیام ضرور ہے) مناسب مقام فانی کے ہے - اور صرف راحت یا صرف
رنج قائم مناسب مقام باقی کے - پس مقام فانی جسمین راحت و رنج توام ہین
یہی دنیا ہے جیسا صریحًا و بدیہًا ظاہر ہے تو دو مقام باقی بھی (یعنی ایک وہ
کہ جسمین صرف رنج ہو راحت نہو اور دوسرا وہ کہ جسمین صرف راحت ہو رنج نہو
بنا بر اظہار جمیع قدرت کے خلق ہونا ضرور - اور ظاہر ہے کہ یہ تینون قسم کے

مقامات (باعث رہنے ضدّین و نقیضین کے) شامل جمع ہو نہین سکتے۔ لہذا
دو مقامات آخر الذکر (کہ اقوال دینی مین بہشت و دوزخ تعبیر اونسے ہے)
اور اونکے اندر کی کل قدرت و صنعت ہاے ضروری (کہ اظہار جنکا دنیا مین
خلاف اصول خلقت دنیا متصور ہے) متعلق الاظہار اُخری ہین۔ اور چونکہ
بسیار سے صفات ہاے الٰہی (مثل قدرت تام و عدل و عفو و رحم و عطا
و کبر و قہر تمام و غیرہم سوائے حلم و صبر کے) اس دنیا مین عملاً بدرجہ اتم
و اکمل ظاہر و ثابت نہین ہوسے ہین اور نہ بسبب ہونے خلاف اصولِ خلقت
دنیا کے۔ دنیا مین عملاً ظاہر و ثابت ہونا اونکا مناسب لہذا یہ سب صفات
متعلق الاثبات عقبیٰ متصور ہین۔ پس اس دلیل سے وجود بہشت و دوزخ
بالجسم بخوبی ثابت ہے اور جب وجودِ بہشت دوزخ بالجسم ثابت ہوا تو معاد
جسمانی بھی بہر نوع ثابت چنانچہ او تعالےٰ فرماتا ہے اولیس الذی خلق
السّموات والارض بقادر علیٰ ان یخلق مثلھم بلیٰ و ھو الخلاق العلیم
انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون فسبحان الذی بیدہ ملکوت
کلّ شیءٍ و الیہ ترجعون اور بھی فرماتا ہے کہ واذا الوحوش حشرت
امام فخر رازی بہ تفسیر اسکے لکھتے ہین کہ حق تعالےٰ بروز قیامت مگس تک کو
زندہ فرمائیگا۔ مگر امامیہ اثناعشریہ رؤیت خدا کی قائل نہین ہین۔ بلکہ رویت
خدا کو بسبب نہین ہونے جسم خدا کے ناممکن سمجھتے ہین اور کلمہ لن ترانی سے
جو بجواب سوالِ ارنی حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام کے کلام شریف مین
واقع ہوا ہے غیر امکانی رویت پر استدلال کرتے ہین کما ہو الحق۔ باقی رہا

بازگشت خاک شدگان۔ پس ظاہر ہے کہ جو قادر کتم عدم سے عرصۂ وجود و ظہور مین لایا اوسکے نزدیک خاک موجود سے اوٹھانا کیا دشوار ہوگا۔ اور کیا دشوار تصور ہو سکتا ہے اس سے زیادہ تشریح کی یہ رسالہ گنجایش نہین رکھتا۔ وباﷲ التوفیق۔

کلام دوم عملاً اظہار تسہیل معرفت امور واجب المعرفت دین مین

واضح ہو کہ کلام سوم مین مقدمہ کے عقلاً ثابت کیا گیا ہے کہ ثبوت وطریق معرفت امور واجب المعرفت دین کا سہل و آسان رکھا گیا ہوگا نہ دشوار و مشکل۔ لہذا اب عملاً بھی دکھلایا جاتا ہے کہ پروردگار عالم نے ثبوت و طریق معرفت امورات دین کا کسقدر بدیہی و سہل و آسان رکھا ہے۔ کہ کوئی عقل اوسکے فہم مین عاجز رہ نہین سکتی۔ مگر بعصیان۔ اور کسی مقام پر قیاسات عقلی کو کہ کلمہ و کلام غیر فیصل و ناتمام اوس سے متعلق ہے دخل نہین دیا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اصول خمسہ دین سے جن اصول کی معرفت مین کچھ دخل عقل ضرور ہے وہ اصول ثلثہ ہین یعنی معرفت خدا و معرفت رسول و معرفت امام۔ پس ثبوت وطریق معرفت انکا جو معرفت کیلئے کافی ہو سہل و آسان تر رکھا گیا ہے جملہ مفہومات عقلی سے اور ایک دوسرے سے یعنی اول معرفت خدا مین معرفت وجود خدا متعلق ہے فہم و عقل سے۔ پس ثبوت اوسکا خود بدیہی و سہل و آسان رکھا گیا ہے کیونکہ معائنہ اوسکی صنعتہاے عجیبہ اور قدرتہاے غریبہ کا کافی تر ہے واسطے معرفت وجود اوسکی جیسا بحث

ثبوتِ وجود خدا مین ظاہر ہوا۔ دوم معرفتِ رسولؐ مین صداقت رسالت
ضروری الدخل عقل ہے۔ پس ثبوتِ اوسکا بدیہی و سہل و آسان تر رکھا گیا
ہے۔ کیونکہ ظاہر ہونا اونھین قدرتہاے پروردگار کا جنکے روسے اوسکی
وجود کے قائل ہو چکے ہین پیش نظر بذریعہ پیغمبر کے۔ یعنی ظہور معجزات باہرہ
وافی تر ہے واسطے صداقت رسالت کے جیسا بحث ثبوت رسالت مین ظاہر ہوا
سوم معرفت امام مین صداقت امامت بصورت نہین ثابت سمجھا جانے از قول
خدا و رسولؐ یا بحالت اختلات اہل دین کے ضروری الدخل عقل ہے۔ پس ثبوت اوسکا
بدیہی تر از بدیہی تر لینے سہل تر از سہل تر و آسان تر از آسان تر رکھا گیا ہے۔
یعنی وجود اونھین معجزات کا امام مین جنکے روسے پیغمبر کے قائل ہو چکے ہین بس
و مکتفی ہے واسطے صداقت امامت کے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جبین معرفت پیغمبر
بنسبت معجزات اوسکے یہ غور ضرور ہے کہ یہ بنا بر ثبوتِ تقرب خدا کے کافی ہین
یا نہین۔ اور بوقت معرفتِ امام بنسبت معجزات اوسکے وہ غور بھی باقی نہین رہتا
کیونکہ غور مذکور جبین معرفت پیغمبر فیصل و طے ہو چکا اور علاوہ اسکے اقوال خدا
و رسولؐ (جسقدر تائید امامت اوسکے صریحاً و بدیہاً یا معنیاً و کنایتاً ثابت
سمجھے جاوین) مزید ہین اوپر اس ثبوت کے۔ اور بھی دریافت صفات ضروریہ
پیغمبر مین جبین تصدیقِ رسالت پہ نظر درکار ہوتی ہے کہ صفات موجودہ پیغمبر
فی الحقیقت اصلی ہین یا مصنوعی۔ اور دریافت صفات امام مین یہ نظر بھی درکار
نہین۔ کیونکہ صفات اوسکے قابلِ یقین و غیر قابل انکار لینے بہ تصدیق خدا
و رسولؐ بخوبی ثابت جیسا بحث ہاے ثبوت خلافت و صفات مین ظاہر ہوا بلکہ

اس صورت مین اہل دین کے لیے کوئی احتیاج معائنہ اعجاز کی بھی باقی نہین
رہتی - کیونکہ ظاہر ہوتا گیا کہ معجزہ صرف تقرب خدا کو صاحب اعجاز کے ثابت
کرتا ہے اور اثبات تقرب صدق وصفات کو اور اثبات صدق وصفات
صدق دعوی کو - پس ہرگاہ صدق وصفات بہ بیان صادق خدا و رسول
صلعم ثابت ہین تو دعوے خلافت بھی ہر نوع ثابت مگر بیان اعجاز مثبت
و شبیہان معنی آیات واحادیث صفاتیہ صاحب اعجاز موصوف کے ہو سکتے
ہین - جیسا اوپر ظاہر ہوتا گیا - باقی رہے دو اصول یعنے عدل خدا و معاد
یہ بھی دور از عقل نہین بلکہ موجودگی صفت عدل خدا مین بصورت یقین وجود
خدا قریب تر ہے جملہ مفہومات عقلی سے کہ ساتھ یقین صفات مجموعی اوسکے
خود بخود یقین اوسکا ہو جاتا ہے اور خلاف اسکی ہرگز قلب قبول نہین کرتا جیسا بحث
سوم مبحث اول مین ظاہر ہوا - اور ضرورت معاد بصورت یقین رسالت
نزدیک تر ہے جملہ ممیزات تمیزی سے کہ ساتھ یقین تکلیفات شرعیہ کے خود بخود
معلوم ہو جاتی ہے جیسا کلام اول مین خاتمہ کے ظاہر ہوا - اور علاوہ اسکے
یہ دونون اصول مع دیگر امورات متعلقہ ہر یک اصول و جملہ فروعات اور
جو کچھ علاوہ انکے ضرور تصور ہون کل اظہار خدا و ارشاد و استفسار پیغمبران سے -
درکہ معتمد تر ہوتے ہین عقل انسانی سے بسبب رہنے دانا و عالم و صادق بمعلوم
شیا از جملہ خلائق و عقل خلائق کے - جیسا بحث چہارم بحث رسالت مین ثابت
ہوا) بخوبی وبوجہ احسن معلوم و متیقن ہو سکتے ہین - حاجت تکلیف عقول ناقص
کی نہین ہے - بلکہ ناجائز و ناروا - اور بعد پیغمبر سب امورات مع جملہ تفسیرات

وتاویلات کلام الٰہی ومع جمیع اخبارات وارشادات صحیحہ پیغمبر کے جیسا کہ یقین و
اعتماد کو کافی ہو ارشاد و استفسار امام لیتے تا بیان پیغمبر سے بخوبی دریافت ہو
سکتے ہین کیونکہ امام بھی مثل پیغمبر دانا و عالم تر ہوتا ہے جملہ شرائع وغیر
شرائع سے اور صادق و معصوم تر ہوتا ہے جملہ خلائق سے۔ تو اسصورت
مین ظاہر ہے کہ اگر کل اہل دین لبعد از پیغمبر ایک ایسے امام کے تابع
و مطیع رہین تو کوئی اختلاف نامقصود و کوئی شبہہ نامحمود امورات دین
مین لاحق ہونے و پیش آنے نہین سکتا۔ جملہ اختلافات اجتہادی اوس
امام دانا و عالم تک پہونچکر قابل یقین فیصل و جملہ شبہات صحت و صحت
اخبارات اوس امام صادق و معصوم تک پہونچکر قابل یقین تصحیح ہو جا سکتے
ہین۔ پس یہی ہے راہ سہل و طریق آسان و خالی از اختلاف و کلام کلام غیر
فیصل و ناتمام رہبر و ان از تردد و اضطراب ہر خاص و عام یعنی جسپر کسی
عقل کو چلنا دشوار نہین اور جسکے کسی مقام پر جاسے تردد و اضطرار نہین لیجئے
جسمین ہر امور اصول و فروعی قابل المعرفت پر ہر خاص و عام کو یقین حاصل
کرنا بطریق سہل و آسان ممکن ہے۔ اور جسمین ہر شخص پر حجت خدا بطور لائق
و مناسب ختم و تمام ہے اور جس راہ مین بطریق سہل و آسان یقین ہر امر
دین کا ممکن ہو وہی راہ حق و صراط مستقیم و راہ مقصودہ و مقررہ خدا مقصود
ہے نہ دوسرے۔ ورنہ اکثر امور مین بہت لوگون پر تکلیف مالایطاق متصور
ہو گی۔ جو ظلم ہے اور خدا سے ناممکن الوقوع۔ پس ہر گاہ ثابت ہوا کہ بنظر
اختیار راہ حق و یقین اطاعت ایسے امام کی مثل اطاعت پیغمبر کے

کل اہل دین بلکہ خلائق کو ضرور متصور ہے تو بعد حکومت و امارت پیغمبر کے حکومت و امارت امام موصوف کی لازم و واجب اور جس طرح بحالت موجودگی پیغمبر کے سلطنت کل بادشاہان کے و حکومت کل حاکمان دنیا کی خلاف مقصود خدا متصور ہوتی ہے گو وہ مقبول خلائق ہون یا نہ اوسیطرح بحالت موجودگی ایسے امام کے حکومت کل حاکمان و امارت کل امرا کی جو مطیع و مامور کردہ اوسکے نہون ناجائز و خلاف مقصود خدا ظاہر ہوتی ہے۔ ورنہ قائم رہنا اوس راہ حق و یقین کا بطریقہ ضروری سہل و آسان وحسب مقصود خدا کے مشکل۔ جیسا بطرف تجربہ بھی نگاہ کرنے سے ظاہر و آشکارا ہے۔ یہ رسالہ اس تشریح مطول کی گنجائش نہین رکھتا اسصورت مین یہ قول بے ثبوت بھی اکثر اہل خلاف کا کہ خلافت باطنی ایک کو ہو اور خلافت ظاہری دوسرے کو خلاف عقل و نقل و ناجائز و باطل متصور ہے۔ اب اس بیان سے عملاً بھی بخوبی ظاہر ہوگیا کہ پروردگار عالم نے ثبوت و طریقہ معرفت یقینی امورات دین کا کسقدر سہل و آسان رکھا ہے کہ کوئی عقل اوسکی فہم مین اور کوئی شخص اوسکے دریافت مین جسطرح کہ یقین کے لیئے کافی ہو عاجز رہ نہین سکتا۔ مگر بعصیان۔ اور بھی اسطریقہ سے ظاہر ہے کہ راہ دین کے کسی مقام پر کلمہ و کلام غیر فیصل و ناتمام کو جگہہ نہین دی گئی۔ پس اسصورت مین اگر لوگ بے راہ جاکر لیئے راہ یقین کو چھوڑکر اور راہ حق کو طریق یقینی سہل و آسان مین نہ ڈھونڈھکر اپنے کو کلمہ و کلام غیر فیصل و ناتمام یعنے نظریات و قیاسیات و وہمیات مین مبتلا

و سرگردان کرین - تو بسبب مختار ہی خلقت اونکو اختیار ہے - خدا پر کوئی الزام
نہین و حجت - خدا سر طرح ختم و تمام متصور ہے - اور ممکن نہین کہ پروردگار عالم
فہم اپنے امور دین کی کہ جسمین ہر خاص و عام یکسان مکلف ہین اوپر کلمہ و
کلام کے کہ غیر فیصل و نا تمام رہنا اوسکی خاصیت سے ہے - منحصر کرے اور حجت
اپنی بذریعۂ کلمہ و کلام کے کہ عین علت ازدیاد حجت و تکرار ہے ختم کرنا چاہیے
تا آن بزمانۂ شر و فساد کہ بسبب خطا و عصیان بندگان سلطنت عالمان معصومین
اصلی کے قائم ہونے نہ پائے - بخصوص اس زمانہ غیبت مین کہ ظاہراً کوئی معصوم
موجود نہین ہے استمداد عقل بیش از ضرور ضرور ہو گیا ہے یعنی اول فہم و
معرفت اصول دین مین جو ہر مکلف و مقلد پر ضرور ہے کہ وہ خود بدلائل یقینی
ثابت ہے - جیسا ظاہر ہوا - دوم دریافت و تفریق تفاسیر و دیگر اخبارات
دینیہ و اخذ احکام فرعیہ مین جسکے لئے مجتہدان دین ضرور ہوے ہین اگرچہ
اس دریافت و تفریق و اخذ پر جو بقاعدۂ جائز ثابت ہون اعتقاد و یقین
کامل نہین ہو سکتا مگر بحالت اضطراب کافی متصور بموجب قولہ تعالےٰ کہ نہین
تکلیف دی کسی کو اللہ نے مگر بقدر وسعت اوسکے اور ممکن ہے کہ وبال اخذ
خلاف مومنین کا اوپر عائد ہو جو باعث غیبت امام کے ہوے - اب جاننا چاہیے
کہ اکثر مغروران عقل پیروان عقل فلاسفہ بسبب غرور عقل حقیقت و ماہیت
عقول ناقصۂ انسانی کے دریافت نکرکے چاہتے ہین کہ امور سریع الفہم کو زیادہ
تر دشوار کرکے سمجھین - مثلاً چاہتے ہین کہ پیغمبرون کو بنظر وعدا قوال افعال احکام او
پہچانین اور بغیر نظر عقلی انقیاد اقوال و احکام پیغمبر کا عیب و بیوقوفی سمجھتے ہین

اور کہتے ہین کہ کیا ہم بیوقوف ہین کہ جاہلون کی طرح بے سمجھے بوجھے قبول کرلین مگر چونکہ معرفت پیغمبران کا یہ رستہ نہین ہے کیونکہ تعقل ہرامر لطیف حق عقول ناقصہ انسانی سے مشکل - لہذا بسبب بیراہہ روی عاجزرہ کر عقل کو اپنے ناقص نہین سمجھتے ہین بلکہ انکار رسالت کر بیٹھتے ہین۔ اور بسبب انکار رسالت انکار خدا بھی اونکو ضرور ہوجاتا ہے اور بسبب ناگواری عجز عقل معتمد الیہ اپنے شبہات کثیر مین مبتلا ہوکر ایسے اندھے بن جاتے ہین کہ یہ سب بدیہات اونکی نظرون مین معدوم و کالعدم معلوم ہونے لگتے ہین۔ آخرکار پیروی فلاسفہ اختیار کرکے اپنے تا حق دریافت کنندۂ حقائق اشیاء و امور کہنے و سمجھنے لگتے ہین۔ حالانکہ یہ نہین سمجھتے کہ حاصل دریافت حقائق اشیاء و امور کا معرفت خالق جل و علا ہے جب وہ حاصل نہوئی تو پھر دریافت سے اوسکے کیا فائدہ متصور ہے۔ جیسا دریافت ہوا و نہوا دونون برابر ہے پس نادانی اونکی صریح ظاہر ہے کیونکہ اسمین کسی قائل وجود خدا کو کلام نہین ہوسکتا کہ پروردگار عالم (جسنے خود انسان اور اوسکی عقل کو اور ایسے عالم عجیب و غریب کو بقدرت کاملہ اپنے پیدا کیا ہے۔ جسکی ماہیت کی سمجھنے مین عقل دنگ و عقلا عاجز ہین) وہ ضرور بیش از بیش دانا و عالم ہوگا اپنے مخلوق ادنی و ضعیف یعنی انسان سے پس ظاہر ہے کہ جو امور لائق تعقل اوس عقل و دانائی افزون کے ہونگے ہونگے وہ عقل کمتر انسانی کے سمجھ مین کیونکر آسکتے ہین۔ مگر شرح و بیان پیغمبران سے یعنی جن کو اوسنے عقل بیش از خلائق عطا فرماکر خود تعلیم فرمایا ہو اور جہانتک تعلیم فرمایا ہو ورنہ خود اظہار و بیان سے اوسکی اور وہ بیان کرنے منع کرنے مین

محتاج ہے۔ کسیکو جبر اوسپر پہونچتا نہین اور بھی ظاہر ہے کہ اگر وجوہ ہر امور و اشیاء
کے بیان کیجائین تو اہل دین تمام عمر اوس مین اولجھے رہ جائین تو بھی فراغت
نپائین۔ تعلیم و تعمیل احکام دین کے کہ اصل مقصود اوس سے ہے بالکلیہ
بالاے طاق رہ جاسے۔ اور بھی ظاہر ہے کہ وجوہات عقلی صرف واسطے دریافت
حقائق امور کے ضرور ہوتی ہین۔ تو ہرگاہ حقائق امور بیان سے ایسے عالم
صادق کے جو معتبر تر ہے عقل سے معلوم ہو گئی تو پھر معلوم کرنا وجوہات
عقلی کا بیفائدہ و عبث و غیر ضرور اور بھی ممکن کہ بہت امور ایسے ہون کہ جنکی حقیقت
کا اظہار کرنا واسطے دین کے مصلحت نہو اور جو اظہار کیا گیا حسب مصلحت کسی
معنے مرادی مین مثل اقوال متشابہ وغیرہ کے تو اونکا دریافت کرنا عقل انسانی سے
کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ بلکہ ایسے اقوال مین جو ظاہرا خلاف عقائد و اثقہ و مضبوطہ
یا متشابہ یا محتمل المعنی یا خلاف بدیہہ و تجربہ پائی جائین اوسمین سکوت لازم ہے
یا یہ سمجھنا کہ حسب مصلحت دین کسی معنی دقیق یا کسی معنی مرادی مین فرمائے گئے
ہونگے۔ کیونکہ کل اقوال دینی خالی از کنایہ و تاویل نہین ہین چنانچہ ہمسی لیے
عقائد علیحدہ کیے گئے ہین۔ اور بھی ممکن ہے کہ بہت امور ایسے ہون کہ بصورت
شرح و بیان بھی قابل تعقل عقول ناقصہ انسانی کے نہون۔ اسصورت مین
شرح و بیان اونکا انسان سے صریح بیفائدہ متصور اگر اس حالت مین کہا جاسے
کہ جن امور کو خدا صرف آپ ہی سمجھہ سکتا ہے اونکا اظہار عبث ہے اور فعل عبث
خدا پر قبیح ہے۔ تو جواب اوسکا یہ ہے کہ معلوم ہے کہ خلق کرنا پروردگار کا
اسقدر مخلوقات گونا گون کو۔ اور ظاہر کرنا ان سب قدرتہاسے رنگارنگ کا

صرف بہ نظر اظہار قدرت و دانائی اور وحدت اپنی ہے نہ دوسری غرض سے تو اس صورت مین اگر کل امورات و مخلوقات و صناعات و قدرتون کو اپنی مطابق تعقل عقل انسانی رکھتا تو عقل اوسکی مطابق عقل و دانائی انسان کے تصور ہوتی نہ زیادہ اسصورت مین ضرور تصور کہ پروردگار عالم بنابر اظہار کمال عقل و دانائی و قدرت و وحدت اپنے۔ ایسے امور و مخلوق و قدرتون کو ظاہر کرے جسکے تعقل مین عقل انسانی عاجز و دنگ ہو کر کمال عقل و دانائی و قدرت و وحدت کی اوسکے قائل و مقر ہو۔ اس صورت مین ظاہر ہے کہ کل امور خدا و رسول کے منافع و مصالح اور کل اقوال دینی کے معنی و مقصود اصلی کو عقل سے دریافت کرنے کی خواہش کرنا اور معرفت امور دینیہ کو جنکی معرفت کا طریق سہل و آسان تر رکھا گیا ہے۔ ازروے مشکلات کے چاہنا صریح خلاف عقل و بیراہ روی ہے اور یہ وہی مثل ہوئی جاتی ہے کہ جیسے کوئی چیز کسی کے نزدیک روشنی مین گم جاسے اور وہ دور جاکر تاریکی مین ڈھونڈھے۔ ظاہر ہے کہ ہرچند تمام عمر ڈھونڈھتا رہے ہرگز نہ پاسکے۔ و باللہ التوفیق۔

کلام سوم خلاصہ کتاب مین

واضح ہو کہ جملہ امور عقل سے ادراک ہوتے ہین اور جتنے امور عقل سے ادراک ہوتے ہین۔ یا ظنی و قیاسی۔ ہین۔ یا یقینی۔ ظنی و قیاسی کا اعتبار نہین ممکن ہے کہ مطابق اوس ظن و قیاس کے ہو یا نہ۔ مگر یقینی بہر حال قابل اعتبار ہین۔ پس امور دینی کا یقینی ہونا ضرور ہے ورنہ راہ خلاف اختیار کرنا ممکن ہے

عجب نہین۔ اور ظاہر ہے کہ راہِ خلاف راہِ حق وراہِ خدا ہو نہین سکتی۔
اس صورت مین ضرور ہے کہ پروردگار عالم نے کوئی ایسی راہ رکھی ہو کہ
جسمین کل امور دین پرچہ اصولی وچہ فروعی ہر شخص کو یقین حاصل کرنا ممکن ہو
اور بھی بسبب یکسان مکلف کرنے عام الشان کے ضرور ہے کہ وہ راہِ یقین
سہل وآسان ہو یعنے جسمین ہر شخص اچہ عالم وچہ جاہل جملہ امور اصولی وفروعی
دین پر باسانی یقین حاصل کر سکے ورنہ اکثر امور مین اکثر لوگون پر تکلیف مالایطاق متصور
ہوگی۔ جو صریحًا ظلم ہی اور خدا سے غیر ممکن الوقوع۔ پس ہر گاہ ثابت ہوا کہ واسطے دین کے راہِ یقینی
سہل وآسان کا ہونا ضرور ہی تو ہر شخص کو لازم ہے کہ دین کو اوس راہ یقین سہل گذار مین تلاش کرے
کہ وہی راہ حق وراہ خدا متصور ہے نہ راہِ غیر یقین ودشوار ومشکل گذار۔ جب
یہ معلوم کیا تو اب جاننا چاہیئے کہ اول دین مین پہچاننا خدا کا ضرور ہے تو
وجود ایک واجب الوجود غیر متشخص۔ صاحب ارادہ دانا وقادر ومختار و
موصوف بجملہ صفات کا۔ خود بدیہات یعنی معاینہ اشیاء واوضاع واحوال
عالم سے ثابت ہے۔ اور تشخیص یقینی اوسکی ذات کی ماہیت وحقیقت کی محال
ودشوار وقیاسی وغیر قابل اعتبار یعنے کوئی تشخیص ماہیت ذات خدا حد یقین
کو پہونچ نہین سکتی ہے جیسا بحث اول مین بدلائل بدیہی ویقینی ظاہر وثابت
ہوا۔ اس صورت مین ہر شخص کو لازم ہے کہ جسقدر یقینًا ظاہر وثابت ہے
اوسیقدر پر اعتقاد کرے اور ایمان لاوے۔ یعنی ایک واجب الوجود غیر متشخص
صاحب ارادہ دانا وقادر ومختار وموصوف بجملہ صفات کو خالق عالم وخدا جانے
کہ اوسیقدر یقینًا ثابت ہے نہ اس سے زائد اور یہ مذہب پیغمبرون کا ہے لیکن

مذہب پیغمبران حق متصور جملہ مذاہب خلاف سے دوم بعد یقین وجود خدا دریافت
کرنا تفصیل صفات ثبوتیہ و سلبیہ الٰہی و احکام تکلیفی کا اوسکے ضرور ہے۔ تو
تفصیل صفات و احکام کو یقیناً دریافت کرنے کے لیے سوائے بیان پیغمبر
صادق اوسکے کوئی دوسرا راستہ نہین۔ کیونکہ سوائے اس صورت کے
کوئی دریافت امور مذکور کے حد یقین تک پہونچ نہین سکتی۔ یعنی اسکے لئے
کسی پیغمبر کا مبعوث ہونا ضرور ہے۔ جیسا بحث دوم مین ظاہر و ثابت ہوا
اور اثبات یقینی تقرب و صدق پیغمبر کے لئے سوائے ظہور معجزات با جتماع
صفات کوئی دوسرا ثبوت قابل یقین نہین جیسا بحث سوم مین ظاہر و ثابت
ہوا۔ اس صورت مین صاحب اعجاز و عویدار پیغمبری یقینی پیغمبر متصور اور
احکام اونکا یقینی احکام خدا نہ دوسرا۔ اور یہ مذہب بیرون پیغمبران یعنے
اہل ملت کا ہے۔ پس مذہب اہل ملت حق متصور جملہ مذاہب خلاف سے
سیوم۔ ہرگاہ ضرورت و حقیت پیغمبران ثابت ہوے تو اب جاننا چاہیے
کہ چونکہ ہر سلسلہ جاری شدہ کے لیئے آخر ایک انتہا یقیناً لازم متصور ہوتی
ہے۔ لہذا سلسلہ پیغمبری جاری شدہ کے لیئے بھی یقیناً ایک انتہا ضرور ہے
مگر کوئی فرقہ از فرقہاے اہل ملت اپنے پیغمبر کے خاتمیت کا قایل نہین
ورنہ باعتقاد و یقین جائز منتظر۔ سوائے فرقہ مسلمانان کے کہ وہ اپنے پیغمبر
صاحب اعجاز کے (کہ جسکا ایک معجزہ قرآن ابتک قائم و موجود ہے)
خاتمیت کے قایل ہین۔ اور بھی اسقدر مدت دراز تک خلاف عقل و خلاف
تجربہ سابق کے کسی پیغمبر کا مبعوث نہونا۔ اس دعوی خاتمیت کا مصدق ہے

لہذا مذہب مسلمانان حق متصور جملہ مذاہب خلاف سے - چہارم بعد از فوت
پیغمبر غیر دینیون کو معرفت پیغمبر کے اور اہل دین کو دریافت کرنا احکام مثبتیہ
پیغمبر کا ضرور ہے - تو ظاہر ہے کہ بعد پیغمبر معرفت یقینی پیغمبر کے لیئے سواے
قائم رہنے کسی صاحب اعجاز و موصوف بصفات پیغمبر کے کوئی دوسری
صورت نہین - اور واسطے دریافت کرنے احکام مثبتیہ پیغمبر کے جسطرح کہ یقین کے
لیئے کافی ہو سواے بیان کسی مقرب پیغمبر عالم و صادق و معصوم کے کوئی
دوسری سبیل نہین - کیونکہ ظاہر ہے کہ سواے اس صورت کے کوئی
معرفت و کوئی دریافت حد یقین تک پہونچ نہین سکتے - یعنی بعد پیغمبر واسطے
حصول معرفت پیغمبر و دریافت احکام مثبتیہ پیغمبر کے جس طرح کہ یقین کے لیئے
کافی ہو - کسی جانشین پیغمبر صاحب اعجاز موصوف بصفات یعنی عالم
و صادق و معصوم کا ہونا ضرور ہے اور اثبات یقینی تقرب و صفات جانشین
کے لیے وہی اعجاز اور بھی نصوص خدا و رسولؐ (جو باظہار علم و صدق و
عصمت اوسکے صادر ہون) کافی تہ - اور سواے اسکے کوئی دوسرا
ثبوت قابل یقین نہین - جیسا بحث پنجم مین ظاہر و ثابت ہو چکا - اس صورت
مین ظاہر ہے کہ صاحب اعجاز و صاحب نصوص صدق و عصمت و علم یقینی
جانشین پیغمبر متصور - اور احکام اوسکا یقینی احکام پیغمبر نہ کوئی دوسرا
اور یہ مذہب ہے فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کا پس مذہب فرقہ امامیہ اثنا عشریہ
حق متصور جملہ مذاہب خلاف سے - پنجم چونکہ اس زمانہ غیبت مین
خطا و عصیان بندگان خطاکار و عصیان شعار - نہ از طرف خدا کوئی عالم صاحب اعجاز

اسوقت کوئی صورت
صادق ومعصوم موجود نہین ہے اس سبب سے
احکام فرعی غیر متفقہ پر یقین کامل حاصل کرنے کی باقی نہین ہے
مگر اصول کہ وہ خود بدلائل یقینی قائم وثابت ہین جیسا ظاہر ہوا اور ظاہر
ہے کہ مسدود ہوجانا اوس راہ یقین یعنے خدا کا بخطاے بندگان مختار
خطاکار کے واقع ہوا ہے نہ بمرضی وترک خدا۔ تو اس صورت مین ہم بندگان
کو خطایاے متقدمین اولین پر اپنے انفعال لازم ہے نہ تمرد کیونکہ بصورت
تمرد شرکت اون خطاکارون کے ظاہر وثابت اور انفعال ہمارا یہی متصور ہے
کہ معرفت ودریافت امور دین کے حتی الوسع قریب بدرجہ یقین پہونچا کر عمل
ہون۔ اور سواے اسکے داخل تمرد متصور۔ پس اس زمانۂ غیبت مین ہمکو
یہی لازم ہے کہ اصول یقینی پر کہ وہ خود بدلائل یقینی قائم وثابت رکھے
گئے ہین قائم ہوکر اون احکام کے عمل ہون جو بظن غالب قریب بدرجۂ
یقین کے صحیح وثابت سمجھے جائین اور وہ دریافت واجتہاد ہے عالمان
متبعیان ظاہری کا۔ کیونکہ بصورت نہین رہنے علم کے اجتہاد اپنا بھی اجتہاد
عالم متقی تک پہونچ نہین سکتا۔ تا باجتہاد دیگر بے علمان غیر متقی چہ رسد
پس چونکہ اسوقت سواے متابعت مجتہدان متقی کوئی دریافت احکامی
قریب بدرجۂ یقین نہین پہونچ سکتی ہے۔ لہذا اسوقت متابعت مجتہدان
احکام فرعی مین ضرور متصور۔ نہ اصول مین کہ وہ خود بدلائل یقینی ظاہر وثابت
ہین۔ الغرض یہ مذہب ہے اصولیون کا فرقۂ امامیہ اثنا عشریہ سے۔ لہذا کو بیب
اب اس بیان سے بخوبی ظاہر
ارید لسان حق متصور جملہ مذاہب طوائف سے۔

وثابت ہوگیا کہ پروردگار عالم نے راہ یقینی دین کو کیا صاف وسہل گذار
رکھا ہے۔ کہ کوئی عقل کسی امر دین کی یقین حاصل کرنے مین عاجز رہ نہین
سکتے اور سواے اس راہ مقررۂ مقصودہ خدا کے کوئی دوسری راہ ایسی
نکل نہین سکتی کہ جسمین کل امور دین پر یقین حاصل کرنا بطریقہ سہل وآسان
ممکن ہو۔ آور جو کچھ اسوقت دشواری ومشکل پیش آگئی ہے
وہ ظاہر ہے کہ بکردار بندگان مختار خطاکار کے ہے
نہ طرف سے خدا کے۔ پس کردۂ خویش
آمد پیش۔ وباللہ التوفیق

تمام شد بفضلہ
تعالی

دستخط خاص جناب مولانا السید ابو الحسن صلی جناب مولانا علی محمد صاحب بن سلطان العلما

باسمہ سبحانہ - کتاب مرآۃ التحقیق اوائل سے مقامات مختلف نظر قاصر سے گذری ما شاء اللہ مطالب رشیقہ اور مقاصد انیقہ بہ تعبیرات عام فہم و تقریرات مزیلہ شک و وہم اس کتاب مین مندرج ہین - نفع اللہ بہ طالبی الیقین و اجزل اجر مصنفہ یوم الدین و کتب الفقیر الی اللہ ابو الحسن عفا اللہ عنہ ذنوبہ

کتاب مرآۃ التحقیق مختلف مقامون سے نحیف نے بھی دیکھی زہے رشاقت معانی و وثاقت مبانی ما شاء اللہ تحقیقات رائقہ و تقریرات فائقہ بہت عام فہم عبارت مین اسمین مندرج ہوے ہین حق سبحانہ تعالے برادران ایمانی و خلان روحانی کو اسی سے نفع یاب کرے اور اجر جزیل و ثواب جمیل اسکے مصنف کو دے وہو الموفق - حررہ بیمناہ خادم الشریعہ علی محمد بن سلطان العلماء -

تاریخ تصنیف کتاب از جناب نواب علی قاسم خان صاحب خلف جناب محمد علی خان صاحب

جناب مصنف کہ در بذل وجود	نباشد عدیلش کسی در انام
عقیل و ذکی شاعر خوش خیال	سخی و کریم است و عالی مقام
بتسلیم عقائد کتابے نوشت	پسندیدہ خاطر خاص و عام
الٰہی فاعطہ خیر الجزاء	بحق النبی علیہ السلام
بفضلے سن طبع ہاتف بگفت	رسالہ نوشتہ بعلم کلام

۱۲۹۰ ف

فہرست ابواب کتاب مرآۃ التحقیق جو مشتمل ہے اوپر ایک مقدمہ اور پانچ مباحث اور ایک خاتمہ کے

صفحہ	تفصیل ابواب مع مضمون
۲۹	بحث اول مسئلہ جبر اختیار مین ـ
۴۲	بحث دوم مسئلہ قضا و قدر مین ـ
۴۸	بحث سوم اثبات وجود پیغمبری مین اور جو کچھ اوس سے متعلق ہی
۵۲	بحث چہارم بہ ثبوت اس بات کے کہ پیغمبرون کے لیئے کوئی نشان پیغمبری کا واضح و مستحکم ہونا ضرور ہے ـ
۵۳	مبحث سوم معرفت مین پیغمبرون کے اور جو کچھ اوس سے متعلق ہے اور اوسمین پانچ بحثین ہین ـ
״	بحث اول معرفت مین عام پیغمبرون کے ـ
۵۷	بحث دوم صفات ضروریہ پیغمبران مین ـ
۵۸	بحث سوم حقیقت اعجاز مین ـ
۶۱	بحث چہارم عقیدت و سلوک لازمی اہل دین نسبت بہ پیغمبران ـ
۶۶	بحث پنجم بہ ثبوت رسالت خاص آنحضرت صلعم ـ
۷۳	مبحث چہارم تشخیصات ضروری مین جو بعد از پیغمبر بنابر تفریق راہ حق و صواب درکار ہین اور اسمین سات بحثین ہین ـ
״	بحث اول تشخیص ایمان و نفاق مین ـ
۷۸	بحث دوم تشخیص اعمال صالحہ مین ـ
۸۳	بحث سوم تشخیص افعال مذمومہ مین ـ

صفحہ	تفصیل ابواب مع مضمون
۸۲	بحث چہارم تشخیص افعال متشابہ اعمال مین۔
۸۵	بحث پنجم تشخیص صالحین ومتقین وفاسقین ومنافقین مین۔
۸۶	بحث ششم تشخیص صحابی وغیر صحابی مین وبذیل آن تشخیص محب وغیر محب۔
۸۷	بحث ہفتم بہ تفریق گواہی خدا ورسول مؐوقر تشخیص صالحین وغیرہ۔
۹۱	مبحث پنجم بہ ثبوت خلافت وامامت اور جو کچھ اوس سے متعلق ہے اور اسمین دس بحثین ہین۔
؍؍	بحث اول بہ ثبوت خلافت عام وصفات ضروری خلیفہ وامام۔
۱۰۸	بحث دوم تمہید مین خلافت خاص آنحضرت صلعم کے۔
۱۱۴	بحث سوم بہ ثبوت خلافت وامامت بلافصل جناب امیر علیہ السلام کے۔
۱۲۶	بحث چہارم باثبات نصوص تائیدی خلافت وامامت وباظہار آیات واحادیث فضائل جناب امیر علیہ السلام از کتب صحیحہ ومعتبرۂ اہل سنت اور اسمین ایک تمہید اور پانچ کلام ہین۔
؍؍	تمہید۔
۱۲۹	کلام اول اثبات معجزات جناب امیرؑ مین۔
۱۳۱	کلام دوم ذکر آیات واحادیث دالۂ خلافت آنحضرتؐ۔
۱۵۹	کلام سوم اون آیات واحادیث مین جو بتصدیق علم ودانش جناب امیرؑ واقع ہوئی ہین۔

فہرست کتب موجودہ مطبع جعفری

حق الیقین اخوند ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ در اصول خمسہ بدلائل و براہین مفصلہ مبسوطہ ۔ ۱ر

صراط النجاۃ در ترجمہ حدیث اعرابی از جناب اخوند مجلسی مشتمل بر دلائل توحید وغیرہ ۸ر

سفینۃ النجاۃ ۔ در ادعیہ ۔ عہ

جلد دوم ابواب الجنان مطبوعۂ حال معہ محصول ۔ عکا

احتجاج طبرسی علیہ الرحمہ ۔ صہ

ذخیرۃ المعاد در فتاوای حجۃ الاسلام جناب زین العابدین دام ظلہ ۔ للعہ

زینۃ العباد عملیہ جناب شیخ زین العابدین دام ظلہ ۔ عہ

معراج المومنین کتاب طہارت و صلوۃ عملیہ جناب مفتی صاحب قبلہ مدظلہ مجلد حرمی ۔ عکا

صحیفۂ علویہ چھاپہ جلی ۔ عہ

خطاب فاصل از جناب مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ بجواب مثنوی دمغ الباطل ۔ [illegible]

کتاب صادح و باغم در نظم عربی در نصائح بطور کلیلہ و دمنہ بر کاغذ عمدہ ۔ [illegible]

شرائع الاسلام چھاپہ لکھنؤ محشی ۔ [illegible]

ترجمہ جلد ہفتدہم بحار الانوار در ذکر قصص سابقہ و مواعظ و نصائح ۔ للعہ

جامع عباسی لبت بابی معہ رسالہ تحمید الصلوۃ وغیرہ بر حاشیہ معہ محصول ۔ [illegible]

دیوان مجنون عامری عربی مجلد ۔ ۸ر

دیوان عربی جناب مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ دام ظلہ موسوم بہ رطب العرب ۔ [illegible]

مقامات بدیع الزمان ہمدانی در فن ادب ۔ ۸ر

فہرست کتب قلمی موجودہ مطبع جعفری

تفسیر منہج الصادقین از سورۂ یونس تا سورۂ شعرا۔	عـه
مصباح سید ابن طاؤس خوشخط با جدول کمیاب ۔	عـه
صحیفہ ثانیہ از شیخ حر عاملی۔	للعہ
مفتاح الفلاح للشیخ البہائی قلمی۔	ے/
سفینۃ النجاۃ در ادعیہ قلمی خوشخط خوش تقطیع ۔	ے/
من لایحضرہ الفقیہ خوشخط النسخ بخط ملا محمد آئین خولنساری نسخہ صحیح کردہ ملا رضا ابن کمال الدین حسین دکانی بالنسخہ شیخ بہائی بر کاغذ ولایتی محررہ صد سال تقریباً ۔	عـه
لوامع [illegible] بقرانی خوشخط با جدول النسخہ صحیحہ از مقدمات تا آخر مباحث صلوٰۃ مجلد ضخیم پاکیزہ۔	عـه
[illegible] احکام از شیخ ابوجعفر طوسی از اول تا کتاب الزکوٰۃ از جملہ کتب اربعہ امامیہ محشی بحواشی [illegible] فاضل اخوند ملا باقر مجلسی و ملا محسن و صاحب مدارک و محقق شیخ علی و شیخ بہائی و [illegible] احمد اردبیلی وغیرہم بخط النسخ ۔	عـه
کمال الدین و تمام النعمۃ لابن بابویہ القمی در احوال غیبت جناب صاحب العصر نسخہ صحیحہ پاکیزہ محشی۔	؏عـه
ہدایۃ الامۃ فی احکام الائمۃ للشیخ حر عاملی از مقدمات تا کتاب الدیات در دو مجلد۔	عـه
نصوص الائمۃ لابن بابویہ القمی خط عرب ۔	معہ
ابواب الجنان از ملا رفیع واعظ جلد اول قلمی ۔	للعہ
کتاب مسائل علی بن جعفر عن اخیہ موسی الکاظم علیہ السلام خطی کمیاب نادر الوجود معتبر و مستند ہے	
کشف الحجب والاستار عن اسماء الکتب والاسفار در اسامی کتب شیعہ بطور کشف الظنون ۔	عـه

اشتہار

کتاب ہذا مسمیٰ بہ مرآۃ التحقیق چونکہ تحقیقات اور اثبات مین امور متعلقہ اصول دین مذہب امامیہ اثنا عشریہ سکے ہی بدانست اپنے حتی الوسع اسمین کوئی بات خلاف تہذیب نہین لکھی گئی مگر اور مذہب والون کو دیکھنے نہ دیکھنے کا اختیار ہی جس شخص کو کتاب ہذا یا دیگر کتب کی خریداری منظور ہو راقم سے طلب فرمائے

الراقم
محمد علی از لکھنؤ نخاس جدید

صحت نامہ مرآۃ التحقیق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۷	الکہ ندا	انہ
۳	۲	کہ اسکا	کہ
ایضاً	۱۹	دوم	دو
۵	۱۵	مفہومات	مفہوم
۱۳	۱	علم	حلم
۱۷	۸	بلکہ مجہول	بلکہ عقل
ایضاً	۱۷	فہوسہ	[illegible]
۱۹	۹	اوسپر	[illegible]
۲۱	۴	تشخص	تشخیص
ایضاً	۱۳	بے عقل	بے عقلی
۲۳	۱۱	قایل	قائل
۲۶	۵	ثبت	مثبت
ایضاً	۶	ملنی	مبنی
[illegible]	۱۰	تقبیح وہ	تقبیح نہین وہ
ایضاً	۱۱	پس	+
ایضاً	۱۲	معذور	معبود
ایضاً	۱۵	یقیناً	معنیاً
۲۹	۱۴	اسمین	اوسمین
۳۲	۱۰	عباد	عبادکو
ایضاً	۱۱	شاید	ساتھ
۴۰	۴	کرتے ہین	کرتے
ایضاً	۹	اسی	اوسی
۴۱	۱۵	دین کو	دینا کو
۴۲	۱۱	اسوقت	اُسوقت
۴۲	۱۳	تقریر	تقدیر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		صدا علی	جدا علی
		اور نہ	ورنہ
		جیب ثبوت	ثبوت
		لطف ہین	لطف ہین
		ہوتے ہین	ہوتی ہے
		بنا بر صفات	بنا بر تمیز صفات
		رہینگے	رہی گی
		یقینی برک	یقینی تر
		بر	پر
		اسوقت	اسوقت
	۱۲	تبدیل	تبدل
	۱۶	نیک	بر
	۱۸	سید	قید
	۱۶	این سے	دین سے
	۱۱	سرط	بشرط
	۷	ترس	ترس
	۹	مصاجبت	مصاحب
۸۹	۱۰	رنیت	بہ نیت
۹۰	۱۶	اعتقاد کرلے	اعتقاد کرنے
۹۱	۱۲	یا فرق	تا فرق
۹۲	۷	داناہی مطلق	دانائے مطلق
۹۵	۹	ہویانہ	ہویانہ
۱۰۱	۱	اختیار بر	اختیار پر
۱۰۲	۱۷	کیا باعث بنا ہے	کیسا باعث بتا ہے
[illegible]	۱	تعظیم فرمایا	تعظیم فرمانا